Presented by: Rana Jabir Abbas

Knowledge for All
SABIL-E-SAKINA

یا عباس

۷۸۶
۹۲_۱۱۰
یا صاحب الزماں ادرکنی

DvD
Version

لبیک یا حسینؑ

خصوصی تعاون: نذر عباس
رضوان رضوی

اسلامی کُتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری۔

www.ziaraat.com

SABEEL-E-SAKINA
Unit#8,
Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.
www.sabeelesakina.co.cc
sabeelesakina@gmail.com

NOT FOR COMMERCIAL USE

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ھیں

مو منین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ھیں۔

منجانب۔

سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدرآباد پاکستان

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سچی کہانیاں

حصہ دوم

jabir.abbas@yahoo.com

تحریر

استاد شہید مرتضیٰ مطہری

الحسن بک ڈپو
محلہ باب العلم، نارتھ ناظم آباد کراچی

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(جملہ حقوق بحقِ ناشر محفوظ ہیں)

نام کتاب:------------ سچی کہانیاں (حصہ دوم)

مؤلف ------------ استاد شہید مرتضیٰ مطہریؒ

ترجمہ ------------ ہیئت تحریریہ معصومینؑ (ہندوستان)
مقیم حوزہ علمیہ قم (ایران)

تعداد: ------------ ایک ہزار

تاریخ اشاعت: ------------ ۱۹۹۸ء

پیشکش: ------------ محمد حسین نگر بھکری (ایم اے)

پرنٹنگ ------------ مناظر آرٹ فون 6340289

ناشر
الحسن بک ڈپو
مسجد باب العلم، ناتھ ناظم آباد کراچی۔

فہرست

کہانی نمبر	عنوان	صفحہ
	مقدمہ	۱
۷۶	حاتم کا بیٹا	۳
۷۷	ذہانت کا امتحان	۸
۷۸	جویبر اور ذلفا	۹
۷۹	ایک نصیحت	۱۵
۸۰	اچانک ارادہ میں تبدیلی	۱۶
۸۱	بابرکت پیسے	۱۸
۸۲	غلہ کی مہنگائی	۲۱
۸۳	حمام کی قرقی	۲۲
۸۴	بندشِ آب	۲۳
۸۵	زمانہ کی شکایت	۲۷
۸۶	استاد کا عتاب	۲۸
۸۷	افطاری	۳۱
۸۸	بزاز کا نوکر	۳۲
۸۹	ستاروں کے حالات	۳۴
۹۰	ستارہ شناس	۳۶

کہانی نمبر	عنوان	صفحہ
۹۱	حاجت روائی	۳۸
۹۲	بڑا عابد کون ؟	۳۹
۹۳	سکندر اور دیوژن	۴۰
۹۴	بادشاہ اور فلسفی	۴۱
۹۵	توحید مفضل	۴۴
۹۶	اونٹوں کا مقابلہ	۴۹
۹۷	پیاسا نصرانی	۵۱
۹۸	علیؑ کے مہمان	۵۲
۹۹	مجذوم افراد	۵۴
۱۰۰	ابن سیابہ	۵۵
۱۰۱	قاضی کا مہمان	۵۸
۱۰۲	بازاری باتیں	۵۹
۱۰۳	بوڑھا اور بچے	۶۲
۱۰۴	سعد کا پیغام	۶۳
۱۰۵	ایک مستجاب دعا	۶۵
۱۰۶	پناہندگی کا خاتمہ	۶۹

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com

http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کہانی نمبر	عنوان	صفحہ
۱۰۷	پہلا نعرہ	۷۵
۱۰۸	رستم کے دربار میں	۸۰
۱۰۹	بستر سے فرار	۸۸
۱۱۰	بے لچک سیاست	۹۲
۱۱۱	سو رہے ہو یا بیدار؟	۹۸
۱۱۲	خون کا مہر	۱۰۱
۱۱۳	تمہارے لڑکے کیا ہوئے؟	۱۱۹
۱۱۴	استاد کی نصیحت	۱۲۳
۱۱۵	مسلمان بھائی کا حق	۱۲۸
۱۱۶	ماں کا حق	۱۳۰
۱۱۷	عالم کے سامنے	۱۳۴
۱۱۸	ہشام اور طاؤس یمانی	۱۳۵
۱۱۹	پنشن	۱۳۷
۱۲۰	عاشقِ رسولؐ	۱۳۸
۱۲۱	کھرے والا	۱۴۰
۱۲۲	امِ علاء کی گواہی	۱۴۲
۱۲۳	آدھی رات کی اذان	۱۴۵
۱۲۴	شوہر کی شکایت	۱۵۰
۱۲۵	گھر کے کام	۱۵۶

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مقدمہ

سچی کہانیوں کی پہلی جلد ماہ مرداد ۱۳۳۹ھ ش (اگست ۱۹۶۰ء) میں طبع ہو کر منظرِ عام پر آئی۔ میری خواہش تھی کہ جلد سے جلد دوسری جلد کا کام مکمل کر کے طباعت کے لئے دے دوں لیکن مختلف قسم کی پریشانیوں نے اس خواہش کو پورا نہ ہونے دیا۔ اسی دوران پہلی جلد دوبارہ زیورِ طبع سے آراستہ ہو گئی اور دوسری جلد اسی طرح نامکمل تھی۔ اس وقت خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے توفیق عنایت فرمائی اور اس جلد کا کام پورا ہوا اور طبع ہوئی تاکہ محترم قارئین کو مل سکے۔

اس کتاب کی پہلی جلد قارئین کو بہت پسند آئی۔ میری امید سے زیادہ مختلف طبقے کے لوگوں کی طرف سے محبت و تشویق کا اظہار ہوا۔ بے پناہ پسندیدگی و مقبولیت سبب ہوئی کہ دی ماہ ۱۳۴۲ھ ش (جنوری ۱۹۶۳ء) میں دوبارہ پانچ ہزار کی تعداد میں چھپے اور دوسری جلد بھی ابتدا ہی میں دس ہزار کی تعداد میں طبع ہو کر منظرِ عام پر آئے۔

گذشتہ ماہ شعبان میں ایران ریڈیو ٹیلیویژن کی طرف سے مجھے بذریعہ ٹیلیفون یہ اطلاع دی گئی کہ ریڈیو کے اہل قلم کمیٹی میں یہ تجویز پاس ہوئی ہے کہ ماہ مبارک رمضان میں اس کتاب کی کہانیوں سے بذریعہ ریڈیو استفادہ کیا جائے اور مستقل طور پر روزانہ سچی کہانیوں کے عنوان سے اس مہینے معین وقت پر پروگرام پیش کیا جائے چنانچہ یہ پروگرام گذشتہ رمضان میں انجام پایا۔ اب تک مذہبی تعطیلات میں بھی یہ پروگرام اسی عنوان سے نشر کیا جاتا ہے جس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ریڈیو سننے والے اس کو پسند کرتے ہیں۔

جو بات مسرت آور اور قابل توجہ ہے وہ یہ کہ ہمارے عوام مذہبی کتابوں سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ مذہبی کتاب اگر اچھے اور مفید اسلوب کے ساتھ لکھی گئی ہو تو اس کے خریدار ہر قسم کی کتاب

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas
jabir.abbas@yahoo.com

Presented by: Rana Jabir Abbas

سے زیادہ ہیں۔ اور یہ بات مذہبی اہلِ قلم اور صاحبانِ فن کی ذمہ داری میں اضافہ پیدا کر دیتی ہے۔

جب یہ معلوم ہو رہا ہے کہ لوگ بہترین مذہبی باتیں سننے اور پڑھنے کے لئے آمادہ ہیں تو مذہبی اہلِ قلم اور علماء کا فریضہ ہے زحمت و تکلیف اٹھا کر سماج کو مفید مواد پیش کریں۔

اس کتاب کی جلد اوّل میں ۷۵ اور اس جلد میں ۵۰ کہانیاں ہیں۔ غالباً اس جلد کی کہانیاں جلد اوّل کی کہانیوں سے طویل ہیں۔ چونکہ یہ بات پیشِ نظر تھی کہ اس جلد کی ضخامت جلدِ اوّل سے زیادہ نہ ہونے پائے اس لیے پچاسویں کہانی پر ہم نے کتاب مکمل کر دی۔ اس جلد کی کہانیوں کو مستقل طور پر شمار نہیں کیا گیا ہے بلکہ جلدِ اوّل کے شماروں کا لحاظ رکھا گیا ہے اس وجہ سے شمارہ ۷۶ سے ابتدا ہوتی ہے اور شمارہ ۱۲۵ پر اختتام ہوتا ہے۔ اگر توفیق شاملِ حال رہی اور بعد میں آنے والی جلدیں طباعت کے لئے آمادہ ہوئیں تو اسی ترتیب سے شمارہ بندی کی جائے گی۔

اس جلد کی کہانیاں بھی جلد اوّل کی طرح اکثر حدیث کی کتابوں سے منتخب کی گئی ہیں لیکن احادیث کی کہانیوں پر ہی منحصر نہیں ہیں بلکہ تاریخی کتابوں سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ جلد اوّل کی طرح میں نے کسی کہانی میں ذرّہ برابر اضافہ نہیں کیا ہے لیکن قرائن و احوال کی روشنی میں کہانی کو مرتب کیا ہے۔ جہاں کہیں چند مدارک سے انتخاب ہوا وہاں مدارک کی کمی و زیادتی کو پیشِ نظر رکھ کر مجموعہ سے استفادہ کیا گیا ہے۔ کہانی کے آخر میں صفحہ کی تعیین کے ساتھ اور بعض کے مطبع کی تشخیص کے ساتھ مآخذ و مدارک کا حاشیہ میں حوالہ دیا گیا ہے۔ خداوند عالم کی بارگاہ میں دعا کرتے ہیں کہ ہمارے قلم و زبان و نیت اور فکر کی اصلاح فرمائے اور اپنے خاص لطف و کرم کی وجہ سے ہمیں خطا و لغزش سے محفوظ رکھے اور توفیق دے کہ اس کی خوشنودی کی خاطر خدمتِ خلق کے لیے مفید اور نفع بخش قدم اٹھائیں۔

تہران ۔ ۴ نومبر ۱۹۶۴ء (آبان ماہ ۱۳۴۳ ہجری شمسی)

مطابق ۲۹ جمادی الثانیہ ۱۳۸۴ ہجری قمری

مرتضیٰ مطہری

حاتم کا بیٹا

طلوعِ اسلام اور اسلامی حکومت کے تشکیل پانے سے پہلے عربوں میں قبیلے کی سرداری کی رسم جاری تھی۔ عرب والے اپنے سرداروں کی اطاعت و فرمانبرداری کرتے تھے۔ اور کبھی کبھی ان کو ٹیکس وغیرہ بھی دیتے تھے۔ عرب قبیلوں کے مختلف سرداروں میں ایک سردار حاتم بھی تھا جو اپنی سخاوت کی وجہ سے بہت مشہور تھا اور قبیلۂ "طی" کے سربراہ کے عنوان سے یاد کیا جاتا تھا۔ حاتم کے بعد اس کا بیٹا "عدی" اس کا جانشین ہوا۔ "قبیلۂ طی" والوں نے اس کی اطاعت قبول کی۔ عدی سالانہ ہر شخص کی آمدنی کا ایک چوتھائی حصہ بطور ٹیکس لیتا تھا۔ عدی کی حکومت و ریاست حضرت رسولِ خدا صلعم کے مبعوث ہونے اور اسلام کے پھیلنے تک رہی۔ "قبیلۂ طی" بت پرست تھا۔ لیکن عدی نصرانی مذہب پر ہونے کے باوجود اس کو لوگوں سے چھپاتا تھا۔

عرب والے جو مسلمان ہوتے جاتے تھے، وہ اسلام کی آزادانہ تعلیمات سے واقفیت حاصل کر کے سرداروں کی جبری اطاعت سے آزاد ہوتے جا رہے تھے۔ یہی سبب تھا کہ دوسرے عرب حکمرانوں کی طرح عدی نے بھی اسلام کو ایک بڑا خطرہ سمجھا اور نتیجہ میں رسولِ خدا سے دشمنی برتی۔ لیکن وہ رسولؐ اور اسلام کا کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا کیونکہ لوگ جوق در جوق عاشقانہ طور سے اسلام میں داخل ہونے لگے تھے اور اسلام و مسلمین کی طاقت و عظمت بڑھنے لگی تھی۔ عدی اچھی طرح سمجھتا تھا کہ ایک دن میری جستجو میں بھی آئیں گے اور میرے تخت و حکومت کو الٹ دیں گے۔ اسی لئے اپنے خاص خدمت گذار (جو ایک غلام تھا)، کو حکم دیا کہ تیز رفتار اونٹ ہر وقت حاضر رہنا چاہیے اور جس دن بھی اطلاع ہو جائے کہ اسلامی فوج نزدیک آگئی ہے فوراً آگاہ کرے۔

ایک دن غلام آیا اور کہا: "جو کچھ کرنا ہو کرو۔ اسلامی فوج قریب آگئی ہے۔ عدی کے حکم

Contact : jabir.abbas@yahoo.com

http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کے مطابق اونٹ لائے گئے، اس پر گھر والے سوار ہوئے اور جو سامان لے جانے کے قابل تھا سب اونٹوں پر لاد کر شام کی جانب بھاگ کر اپنے ہم خیال اور ہم مذہب افراد سے جا ملا۔ لیکن جلد بازی کی وجہ سے اپنی بہن "سفانہ" کو بھول گیا اور وہیں چھوڑ گیا۔

اسلامی فوج جس وقت پہنچی عدی بھاگ چکا تھا۔ اس کی بہن "سفانہ" کو اسیروں کے ساتھ مدینہ لے گئے اور عدی کے بھاگنے کی خبر رسولؐ کو دی، شہر مدینہ کی مسجد کے باہر ایک احاطہ تھا جس کی چار دیواری چھوٹی تھی۔ اسی میں اسیروں کو رکھا گیا۔ ایک دن رسول اسلامؐ مسجد جانے کے لیے وہاں سے گذر رہے تھے۔ سفانہ جو کہ ایک سمجھدار اور چرب زبان عورت تھی اپنی جگہ سے اٹھی اور کہا: "میرے باپ کا سایہ سر سے اٹھ چکا ہے، میرا سرپرست بھی معلوم نہیں کہاں ہے؛ خدارا مجھ پر احسان کیجئے خدا آپ پر احسان کرے گا۔"

حضرت رسول اکرمؐ نے اس سے پوچھا: "تیرا سرپرست کون ہے؟" اس نے جواب دیا: "عدی بن حاتم" حضرتؐ نے فرمایا: "وہی جو خدا اور اس کے رسولؐ سے بھاگا ہے؟!"

حضرت رسول خداؐ نے یہ فرمایا اور روانہ ہو گئے۔ دوسرے دن آنحضرتؐ پھر اسی طرف سے گذرے، سفانہ اپنی جگہ سے اٹھی اور پھر وہی جملے دہرائے۔ حضرت رسولؐ خدا نے بھی پھر پہلے دن جیسا جواب دیا اور روانہ ہو گئے۔ سفانہ کی امید پوری نہ ہوئی۔ تیسرے دن پھر پیغمبر اسلامؐ اسی طرف سے گذر رہے تھے لیکن سفانہ کو اپنی درخواست کے پورا ہونے کی امید نہ تھی اس لیے اس نے ارادہ کیا کہ اب وہ کچھ نہ کہے گی۔ لیکن آنحضرتؐ کے ساتھ ساتھ ایک جوان چل رہا تھا، اس نے اشارہ سے سفانہ کو سمجھایا کہ آگے بڑھ کر اپنی حاجت بیان کرے۔ سفانہ آگے بڑھی اور پہلے دنوں کی طرح پھر کہا: "میرے باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا ہے، میرا سرپرست بھی معلوم نہیں کہاں ہے، خدارا آپ مجھ پر احسان کیجئے خدا آپ پر احسان کرے گا۔"

حضرت رسول اسلامؐ نے ارشاد فرمایا: "بہت اچھا، میں اس انتظار میں ہوں کہ کوئی معتبر

آدمی مل جائے تو تجھے اس کے ہمراہ تیرے قبیلے بھیج دوں گا۔ اگر تجھے ہی کسی معتبر آدمی کی خبر ملے تو مجھے مطلع کرنا۔" جو لوگ وہاں موجود تھے ان سے سفانہ نے دریافت کیا کہ پیغمبر اسلامؐ کے پیچھے پیچھے ساتھ ساتھ کون جوان چل رہا تھا جس نے مجھ سے اپنی حاجت بیان کرنے کا اشارہ کیا؟ سب نے کہا وہ جوان علی ابن ابی طالبؑ تھے۔

کچھ دنوں بعد سفانہ نے حضرت رسولؐ خدا کو اپنے قبیلے کے قابل اعتماد گروہ کے مدینہ آنے کی خبر دی اور کہا کہ مجھے ان لوگوں کے ساتھ بھیج دیں آنحضرتؐ نے اسے نئے کپڑے، سفر کا خرچ اور ایک سواری دی۔ سفانہ اس گروہ کے ساتھ روانہ ہوئی اور شام میں اپنے بھائی سے جا ملی۔ جیسے ہی سفانہ نے عدی کو دیکھا بُرا بھلا کہنا شروع کر دیا اور کہا: "تو اپنے بیوی و بچے تو لے گیا اور اپنے باپ کی یادگار یعنی مجھ کو چھوڑ آیا؟"

عدی نے سفانہ سے معافی مانگی۔ چونکہ سفانہ ایک سمجھدار عورت تھی اس لیے عدی نے اپنے کاموں میں اس سے مشورہ کیا اور پوچھا:

"اب جبکہ تم نے محمدؐ کو بہت ہی قریب سے دیکھا ہے میرے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے اور میرے لیے کیا مناسب ہے؟ آیا میں ان کے پاس جاؤں اور ان سے ملحق ہو جاؤں یا اسی طرح کنارہ کشی کرتا رہوں؟"

سفانہ نے کہا: "میرے خیال میں بہتر یہ ہے کہ تم ان سے مل جاؤ، اگر وہ حقیقت میں پیغمبر خدا ہیں تو تمہارے لیے نیک بختی اور بھلائی ہے اور اگر وہ پیغمبر خدا نہیں ہیں حکومت کے خواہاں ہیں پھر بھی یمن تجھ سے زیادہ دور نہیں اور وہاں کے لوگوں کے درمیان جو عزت و احترام تجھے ہے اس لحاظ سے بے یار و مددگار نہیں رہو گے اور اپنی عزت و احترام کو بھی ہاتھ سے نہیں دو گے۔"

عدی نے اس نظریہ کو پسند کیا اور مدینہ جانے کا قصد کیا تاکہ رسولؐ اسلام کے مشن کی تحقیق کرے اور یہ دیکھے کہ کیا وہ واقعی رسول ہیں تاکہ ایک امتی کی طرح ان کی پیروی کرے یا اگر

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com

http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

وہ دنیا طلب اور حکومت کے خواہاں ہیں تو پھر اپنے فائدہ کے لحاظ سے ان کا ساتھ دے۔ رسول اکرمؐ مسجد مدینہ میں تھے۔ اس وقت عدی وہاں پہنچا اور رسولؐ خدا کو سلام کیا۔ رسولؐ نے پوچھا: "تو کون ہے؟"

"عدی بن حاتم طائی ہوں۔"

حضرت رسولؐ خدا نے اس کا احترام کیا اور اپنے ساتھ گھر لے گئے۔ راستے میں جبکہ رسولؐ اسلام اور عدی جا رہے تھے اس وقت ایک ضعیفہ آنحضرتؐ کے سامنے آئی اور سوال و جواب کرنے لگی اور کچھ دیر تک آپؐ اس کے سوالات کا حوصلہ اور مہربانی کے ساتھ جواب دیتے رہے۔

عدی نے اپنے دل میں سوچا کہ اس شخص کا یہ حُسنِ اخلاق اس کی پیغمبری کی ایک علامت ہے کیونکہ دنیا پرست لوگوں میں اس طرح کے اخلاق و مہربانی کا برتاؤ نہیں پایا جاتا کہ وہ ایک ضعیفہ و نادار کے ساتھ مہربانی اور حُسنِ اخلاق سے پیش آئیں۔ جس وقت عدی رسولؐ اسلام کے گھر میں داخل ہوا، رسولؐ کی زندگی کے معمولی ساز و سامان کو دیکھا۔ گھر میں صرف ایک توشک تھی جس پر رسولؐ بیٹھتے تھے اسی کو عدی کے لیے بچھا دیا۔ عدی نے بہت ہی اصرار کیا کہ پیغمبر اسلامؐ خود اس پر بیٹھیں لیکن رسولؐ نے قبول نہ کیا۔ مجبوراً عدی توشک پر اور رسولؐ زمین پر بیٹھ گئے۔ عدی نے اپنے دل میں سوچا کہ یہ دوسری علامت ہے جو صرف پیغمبروں کے ساتھ مخصوص ہے نہ کہ بادشاہوں کے لیے ــــ پیغمبرؐ نے عدی کی طرف رُخ کر کے فرمایا: "کیا تمہارا مذہب رکوسی (نصرانی) نہیں تھا؟"

"کیوں نہیں"

"پھر کس لیے اور کس بنیاد پر لوگوں کی آمدنی کا ایک چوتھائی حصہ لیتا تھا؟ تمہارے مذہب میں تو یہ کام جائز نہیں ہے۔"

عدی نے اپنے مذہب کو سب سے یہاں تک کہ قریب تر اپنے لوگوں سے بھی پوشیدہ رکھا تھا۔ لیکن رسولؐ اسلام کے کلام سے حیرت زدہ ہو گیا اور یہ سوچا کہ یہ تیسری علامت ہے کہ یہ شخص پیغمبر ہے۔ اس کے بعد رسولؐ نے عدی سے فرمایا: "تم آج مسلمانوں کے فقر و فاقہ اور بدحالی کو دیکھ رہے ہو اور تمام قوموں میں مسلمانوں کو فقیر خیال کر رہے ہو، دوسرے یہ کہ آج دشمنوں نے مسلمانوں کا گھیراؤ کر رکھا ہے یہاں تک کہ ان کی جان اور مال بھی محفوظ نہیں ہے اور یہ بھی دیکھ رہے ہو کہ حکومت و اقتدار دوسروں کے ہاتھ میں ہے، خدا کی قسم جلد ہی مسلمانوں کو مال و ثروت اس قدر ملے گی کہ کوئی فقیر نہ رہے گا اور خدا کی قسم دشمن اتنے مغلوب ہو جائیں گے اور ایسا امن و امان قائم ہو گا کہ ایک خاتون تنہا عراق سے حجاز تک بے خوف و ہراس سفر کر سکے گی، کوئی اُس سے چھیڑ چھاڑ نہ کر سکے گا۔

خدا کی قسم جلد ہی بابل کے سفید محل مسلمانوں کے قبضہ میں ہو جائیں گے۔" عدی انتہائی خلوص و کامل عقیدہ کے ساتھ اسلام لایا اور آخری عمر تک اسلام کا وفادار رہا۔ رسولؐ اسلام کے بعد کافی عرصہ تک زندہ رہا اور پیغمبرؐ کی وہ باتیں جو پہلی ملاقات میں اور وہ پیشین گوئیاں جو مسلمانوں کے بارے میں فرمائی تھیں ان کو ہمیشہ یاد رکھا اور کبھی نہ بھلایا۔ وہ کہتے تھے۔

"میں نے اپنی زندگی ہی میں دیکھ لیا کہ سرزمین بابل مسلمانوں کے قبضے میں آ گئی اور امن و امان ایسا تھا کہ ایک عورت عراق سے حجاز تک تنہا سفر کر سکتی تھی اور کوئی خطرہ نہیں تھا۔ خدا کی قسم مجھے یقین ہے کہ عنقریب ایسا زمانہ آئے گا کہ کوئی فقیر مسلمانوں میں دکھائی نہ دے گا۔" (۱)

(۱) سیرۃ ابن ہشام، جلد ۲، وقائع سال دہم ہجری، ص ۵۷۸ تا ص ۵۸۰۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com

http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ذہانت کا امتحان

آخرکار کوئی بھی شاگرد مُربّیِ اسلام کے اس سوال کا اطمینان بخش جواب نہ دے سکا، جس کسی نے بھی جواب دیا مورد قبول رسول مقبول نہ ہوا۔ وہ سوال جو رسولؐ نے اپنے اصحاب سے کیا تھا وہ یہ تھا: ایمان کی کڑیوں میں سب سے زیادہ مضبوط کڑی کونسی ہے؟

ایمان کی کڑیوں میں سب سے زیادہ مضبوط کڑی کونسی ہے؟

ایک صحابی نے جواب دیا: "نماز"

رسول اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: "نہیں"

دوسرے نے عرض کی: "زکات"

آنحضرتؐ نے فرمایا: "نہیں"

تیسرے نے جواب دیا: "روزہ"

آنحضرتؐ نے فرمایا: "نہیں"

چوتھے نے کہا: "حج و عمرہ"

حضرتؐ نے فرمایا: "نہیں"

پانچویں نے عرض کی: "جہاد"

آنحضرت صلعم نے فرمایا: "نہیں"

خلاصہ یہ کہ تمام حاضرین میں سے کوئی مناسب جواب نہ دے سکا۔ خود حضرتؐ نے فرمایا: یہ سب چیزیں جو تم لوگوں نے بیان کی ہیں، سب باعظمت و فضیلت ہیں لیکن جو میں نے پوچھا ہے ان میں سے کوئی اس کا جواب نہیں۔ ایمان کی کڑیوں میں سب سے نمایاں کڑی یہ ہے کہ خدا کی خوشنودی کی خاطر دوستی اور خدا کی رضایت کی خاطر دشمنی۔ (۱)

---

(۱) کافی، جلد ۲، باب الحب فی اللہ والبغض فی اللہ ص ۲۵ وسائل الشیعہ جلد ۲ ص ۴۹۷ مطبوعہ امیر بہادر

جویبر اور ذلفا

"کتنا ہی اچھا ہوتا اگر تم شادی کر لیتے اور اپنا گھر بسا لیتے اس طرح اس تنہائی کی زندگی سے نجات مل جاتی اور تمہاری شادی کی خواہش بھی پوری ہو جاتی اور وہی عورت دنیا اور آخرت کے کاموں میں تمہاری مددگار ثابت ہوتی۔"

"یا رسولؐ اللہ! میرے پاس نہ مال ہے نہ جمال، نہ حسب ہے اور نہ نسب، کون مجھے لڑکی دے گا؟ کون سی لڑکی میرے جیسے ایک فقیر و کوتاہ قد و سیاہ فام اور بدشکل انسان کی طرف مائل ہوگی؟"

"اے جویبر! خداوند عالم نے اسلام کے ذریعہ لوگوں کی قدر و قیمت بدل دی ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں بہت سے لوگ محترم تھے، اسلام نے انھیں پست شمار کیا ہے اور بہت سے لوگ اسی زمانۂ جاہلیت میں ذلیل اور پست تھے جنھیں اسلام نے بلند مرتبہ پر پہنچایا۔ خداوند عالم نے اسلام کے ذریعہ جاہلیت کے نخوت و غرور اور تکبر و نسب اور خاندان پر فخر کرنے کو ختم کر دیا ہے اب اس وقت تمام انسان سفید و سیاہ، قرشی و غیر قرشی، عربی و عجمی سب ایک صف میں ہیں۔ اگر کسی کو کسی پر فضیلت و برتری ہے تو صرف تقویٰ اور اطاعت خدا کی وجہ سے ہے۔ میں مسلمانوں میں اس شخص کو تم سے بلند مرتبہ والا سمجھوں گا جو تم سے زیادہ تقویٰ اور عمل میں بہتر ہوگا۔ اس وقت جو تجھے حکم دے رہا ہوں عمل کرو۔"

یہ وہ گفتگو ہے جو رسول مقبولؐ اور جویبر میں "جب آنحضرتؐ ایک دن" اصحاب صُفّہ "سے ملاقات کے لیے تشریف لے گئے تھے" ہوئی تھی۔ جویبر یمامہ کا رہنے والا تھا، وہیں اسلام کی شہرت اور پیغمبرِ اسلام کی تشریف آوری کے بارے میں مطلع ہو چکا تھا۔ وہ اگرچہ فقیر و سیاہ فام اور

Contact : jabir.abbas@yahoo.com

http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کوتاہ قد تھا مگر حق طلب و صاحب ہوش و ارادہ تھا۔ اسلام کی شہرت سننے کے بعد وہ فوراً مدینہ آیا تاکہ قریب سے حقیقت حال کو سمجھ سکے۔

زیادہ عرصہ نہ گذرا کہ وہ دائرۂ اسلام میں داخل ہو گیا اور مسلمانوں کے ساتھ رہنے لگا۔ لیکن چونکہ نہ روپے پیسے تھے اور نہ ہی گھر اور جان پہچان۔ مرسل اعظمؐ کے حکم سے وقتی طور سے مسجد میں زندگی گذار رہا تھا دوسرے لوگ جو مسلمان ہو گئے تھے اور مدینہ میں رہ رہے تھے ان میں بھی بہت سے افراد ایسے تھے جو جویبر کی طرح فقیر و تنگ دست تھے اور پیغمبر گرامیؐ کے حکم سے مسجد میں زندگی گذار رہے تھے۔ یہاں تک کہ رسولؐ اسلام پر وحی نازل ہوئی کہ مسجد رہنے کی جگہ نہیں ہے اور ان لوگوں کو مسجد سے باہر سکونت کرنی چاہیے۔ حضرت رسولؐ خدا نے مسجد سے باہر ایک سائبان بنوایا اور ان لوگوں کو اس سائبان میں منتقل کر دیا۔ اس جگہ کو "صُفّہ" کا نام دیا گیا۔ اس کے رہنے والے چونکہ فقیر و مسافر تھے اس لیے انھیں "اصحاب صُفّہ" کہنے لگے۔ رسولؐ خدا اور حضرتؐ کے اصحاب انکی زندگی کے وسائل فراہم کرتے تھے۔

ایک دن حضرت مرسل اعظمؐ اس گروہ کے دیکھنے کے لیے تشریف لائے تھے، کہ اسی دوران حضرتؐ کی نگاہ جویبر پر پڑی۔ سوچنے لگے کہ جویبر کو اس حالت سے نکالنا چاہیے۔ اور اسکی زندگی کے لیے معقول انتظام کرنا چاہیے لیکن جس بات کا خیال جویبر کے دل میں کبھی نہیں آیا تھا۔ خصوصاً اپنی موجودہ حالت کے پیش نظر۔ وہ یہ تھا کہ وہ کبھی گھر والا اور صاحب عیال و مال ہو۔ اسی وجہ سے جب حضرت رسولؐ خدا نے شادی کرنے کی تجویز رکھی۔ تعجب کے ساتھ جواب دیا کہ آیا ممکن ہے کہ کوئی میرے ساتھ شادی کرنے کے لیے تیار ہو جائے لیکن آنحضرتؐ نے فوراً اس کی غلط فہمی دور کر دی اور اسلام کی وجہ سے سماج میں جو تبدیلیاں رونما ہوئی تھیں اس سے آگاہ فرمایا۔

حضرت رسول خداؐ نے جب جویبر کو اس غلط فہمی سے نکالا اور اس کو گھریلو زندگی کے لیے مطمئن اور امیدوار کیا اور حکم دیا کہ وہ سیدھے زیاد ابن لبید انصاری کے گھر جا کر اس کی بیٹی "ذلفا" سے اپنے

لئے خواستگاری کرے۔

زیاد ابن لبید اہل مدینہ کے ثروتمندوں اور محترمین میں سے تھا۔ اس کے قبیلے کے لوگ اس کا بہت زیادہ احترام کرتے تھے۔ جس وقت جویبر زیاد کے گھر وارد ہوا؛ اس کے خاندان کے لوگ کافی جمع تھے۔

جویبر بیٹھنے کے بعد کچھ دیر خاموش رہا اس کے بعد سر اٹھایا اور زیاد سے کہا: "میں پیغمبرؐ اسلام کی طرف سے تیرے پاس ایک پیغام لایا ہوں۔ پوشیدہ طور سے کہوں یا علی الاعلان؟"

"پیغمبرؐ کا پیغام میرے لیے باعث فخر ہے، علی الاعلان کہو۔"

"مجھے پیغمبرؐ نے بھیجا ہے تاکہ تیری لڑکی ذلفا سے اپنی خواستگاری کا پیغام دوں۔"

"خود پیغمبرؐ نے تم سے اس موضوع کے بارے میں فرمایا ہے؟"

"میں اپنی طرف سے کچھ بھی نہیں کہہ رہا ہوں۔ سب مجھے جانتے ہیں کہ میں جھوٹ نہیں بولتا۔"

"تعجب ہے، یہ ہمارے یہاں کا دستور نہیں ہے کہ اپنی لڑکی کو اپنے ہم شان قبیلہ کے علاوہ کسی اور کو دیں۔ تم جاؤ میں خود پیغمبرؐ کے پاس آؤں گا اور اس موضوع پر خود ان سے بات کروں گا۔"

جویبر اپنی جگہ سے اٹھا اور گھر سے باہر چلا گیا لیکن جس وقت وہ جا رہا تھا اپنے سے کہہ رہا تھا: خدا کی قسم جو کچھ قرآن نے تعلیم دی ہے اور وہ جو کچھ نبوت محمدیؐ نے تعلیم دی ہے وہ زیاد کے قول سے بالکل الگ ہے۔"

جویبر نے جو باتیں دھیرے دھیرے کہی تھیں تمام افراد جو قریب بیٹھے تھے سب نے سنی۔ حسن و جمال میں مشہور لبید کی لڑکی ذلفا نے جویبر کی باتوں کو سنا؛ اپنے باپ کے پاس آئی تاکہ حالات سے آگاہ ہو سکے۔

"پدر گرامی! ابھی ابھی جو شخص گھر سے باہر کچھ کہتا ہوا گیا ہے اس کا کیا مطلب تھا؟"

"یہ شخص تم سے شادی کا پیغام لایا تھا اور یہ دعویٰ کر رہا تھا کہ پیغمبرؐ اسلام نے اسے بھیجا ہے۔"

Contact : jabir.abbas@yahoo.com

http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

"کہیں ایسا نہ ہو کہ واقعی رسولؐ نے اُسے بھیجا ہو؟ اس کو واپس کرنا پیغمبرِ گرامیؐ کے حکم کی نافرمانی ہوگی۔"

"تمہارے خیال میں میں کیا کروں؟"

"میرے خیال میں اس کو حضرت رسولِ خدا صلعم کی خدمت میں پہنچنے سے پہلے پہلے جلد گھر واپس بلا لینا چاہیے۔ آپ خود پیغمبرؐ کی بارگاہ میں تشریف لے جائیں اور معلومات کریں کہ مسئلہ کیا ہے؟"

زیاد جویبر کو احترام کے ساتھ اپنے ساتھ گھر واپس لایا اور بلا تاخیر پیغمبرؐ کی خدمت میں روانہ ہوا جیسے ہی حضرتؐ کو دیکھا عرض کیا:

"یا رسول اللہؐ! جویبر میرے گھر آیا تھا اور آپ کی طرف سے پیغام لایا تھا۔ میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے ہاں کی رسم و رواج یہ ہے کہ اپنی لڑکیوں کی شادی اپنے خاندان میں اپنے شان و شوکت والوں کے ساتھ کرتے ہیں جو آپ کے انصار و مددگار ہیں۔"

"اے زیاد! جویبر مومن ہے۔ جس شان و شوکت کا تم گمان کر رہے ہو، وہ ختم ہو چکی ہے۔ مردِ مومن کا کفو مومنہ عورت ہے۔" زیاد اپنے گھر گیا اور سیدھے ذلفا کے پاس گیا اور سارا واقعہ بیان کیا۔

"میرے خیال میں رسولؐ خدا کی تجویز کو رد نہیں کرنا چاہیے۔ یہ سارا مسئلہ مجھ سے متعلق ہے۔ جویبر جو کچھ بھی ہے مجھے اس سے راضی ہونا چاہیے۔ چونکہ رسولؐ خدا اس معاملہ میں راضی ہیں اس لیے میں بھی راضی ہوں۔" زیاد نے ذلفا کا عقد جویبر سے کر دیا۔ اپنے مال سے اس کا مہر معیّن کیا۔ دلہن کے لیے عمدہ و بہترین جہیز فراہم کیا۔ جویبر سے پوچھا گیا:

"کیا کوئی گھر تمہاری نظر میں ہے جس میں دلہن کو لے جاؤ گے؟"

"میں نے کبھی یہ نہیں سوچا تھا کہ صاحب خانہ و زوجہ ہوں گا۔ پیغمبرؐ یکایک تشریف لائے اور مجھ سے اس طرح کی باتیں کیں اور مجھے زیاد کے پاس بھیج دیا۔"

زیاد نے اپنے مال سے گھر اور اثاثہ فراہم کیا۔ داماد کے لیے مناسب لباس مہیّا کیے۔ دلہن کو عطر و آرائش اور مکمل زیورات کے ساتھ اس گھر میں منتقل کر دیا گیا۔ رات تاریک تھی۔ جویبر کو یہ

نہیں معلوم تھا کہ اس کے لیے کہاں اور کونسا گھر لیا گیا ہے۔ اس کو گھر بتایا گیا اور حجلۂ عروسی کی طرف رہنمائی کی گئی۔ جس وقت اس گھر اور دلہن کے تمام لوازمات اور اس طرح کی خوبصورتی پر اس کی نظر پڑی اس کو اپنے گذشتہ حالات یاد آئے۔ اپنے دل میں سوچنے لگا: میں محتاج و نادار اور مسافر اس شہر میں آیا تھا، میرے پاس کچھ بھی نہ تھا۔ نہ مال نہ جمال نہ نسب اور نہ ہی خاندان، خدا نے اسلام کے ذریعہ یہ تمام نعمتیں میرے لیے فراہم کی ہیں۔ یہ اسلام ہے جس نے اس طرح کی تبدیلی انسانوں میں لائی ہے۔ جس کے بارے میں سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا۔ مجھے کتنا خدا کا شکر ادا کرنا چاہیے!

اسی وقت شکر خدا بجا لانے کی بات اس کے دل میں پیدا ہوئی۔ کمرے کے ایک گوشے میں گیا اور تلاوت قرآن پاک اور عبادت کرنا شروع کر دی۔ اسی حالت میں رات بیت گئی اور وہ اسوقت متوجہ ہوا جب اذان صبح کی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔ اس نے اس دن شکرانہ روزہ کی نیّت کر لی۔

ذلفا کے پاس عورتیں گئیں تو پتہ چلا کہ جویبر بالکل ذلفا کے پاس آیا ہی نہیں۔ اس بات کو لوگوں نے پوشیدہ رکھا۔ دو راتیں اسی طرح گذر گئیں۔ جویبر دن میں روزہ رکھتا اور رات عبادت اور تلاوت میں بسر کرتا۔ دلہن کے گھر والوں کو تھوڑی فکر ہوئی کہ ایسا تو نہیں کہ جویبر میں جنسی کمزوری ہے اور اسے عورت کی حاجت نہیں۔ مجبوراً زیاد تک یہ بات پہنچائی گئی۔ زیاد نے یہ بات حضرت رسولؐ خدا تک پہنچائی۔ پیغمبر اکرمؐ نے جویبر کو بلایا اور اس سے پوچھا:

"کیا تم میں عورت کی بالکل خواہش نہیں ہے؟"

"اتفاق سے مجھ میں یہ خواہش بہت ہے۔"

"پھر کیوں اب تک دلہن کے پاس نہیں گئے؟"

"یا رسول اللہؐ! جس وقت میں اس گھر میں داخل ہوا اور ان نعمتوں میں خود کو پایا۔ خیالات میں ڈوب گیا کہ خدا نے اس ناقابل بندہ پر کس طرح عنایت فرمائی ہے، شکر اور عبادت کی حالت مجھ میں پیدا ہوئی۔ ہر چیز سے پہلے ضروری سمجھا کہ اپنے خدا کا شکرانہ عبادت بجا لاؤں۔ آج کی رات

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com

http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سے اپنی زوجہ کے پاس جاؤں گا

حضرت رسولؐ خدا نے اصل بات سے زیاد ابن لبید کو مطلع کیا۔ ان دونوں نے شبِ زفاف بسر کی۔ خوشی و مسرت کے ساتھ زندگی گذارنے لگے جہاد کا وقت آیا۔ جویبر اس خاص جذبے اور نشاط کے ساتھ جو مردانِ باایمان کے لیے مخصوص ہے اسلام کے پرچم تلے جہاد میں شریک ہوا اور شہید ہوگیا۔ جویبر کی شہادت کے بعد کسی عورت کے اتنے رشتے نہیں آئے جتنے ذلفا کے آئے اور کسی دوسری عورت کے لیے اتنا پیسہ خرچ کرنے کے لیے کوئی تیار نہیں تھا۔ (۱)

---

(۱) کافی جلد ۵، صـ۳۴۳

ایک نصیحت

ایک شخص نے حضرت رسول اکرمؐ سے بہت اصرار کیا کہ آپ ایک نصیحت فرمائیں حضرت رسول خدا صلعم نے ارشاد فرمایا:

" اگر میں کہوں تو اس پر عمل کرے گا؟"

" جی ہاں اے خدا کے رسولؐ "

" اگر میں کہوں اس پر عمل کرے گا؟"

" جی ہاں اے خدا کے رسولؐ "

" اگر میں کہوں اس پر عمل گا؟"

" جی ہاں اے خدا کے رسولؐ "

حضرت رسول خدا صلعم نے جب اس سے تین بار اقرار لیا اور اس کو اس مطلب کی اہمیت کی طرف (جو فرمانا چاہتے تھے) متوجہ کیا پھر اس سے فرمایا:

"کسی کام کے ارادے سے پہلے اس کے نتیجے اور انجام کے بارے میں غور و فکر کر لیا کرو اگر اس کا انجام خیر ہے تو اس پر عمل کرو اور اگر اس کا انجام گمراہی اور تباہی ہے تو اپنے ارادے سے باز رہو۔" (۱)

---

(۱) "اذا هممت بامر فتدبر عاقبته، ان يك رشدا فامضه وان غيا فانته عنه"

وسائل الشیعہ، جلد ۲، صـ۴۵۷

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com

http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اچانک ارادہ میں تبدیلی

جس وقت ہارون رشید کو یہ خبر دی گئی کہ : صفوان[۱] جمال نے تمام اونٹ فروخت کردیے ہیں، لہٰذا بادشاہ کو سفرِ حج کے سامان لے جانے کے لیے کوئی دوسرا بندوبست کرنا چاہیے۔ بادشاہ یہ سن کر تعجب میں پڑ گیا۔ سوچا کہ اچانک تمام اونٹوں کا فروخت کرنا خصوصاً جب کہ ہم سے سفرِ حج کے سامان لے جانے کا معاہدہ کرچکے ہیں یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ صفوان کو بلاکر پوچھا:

"میں نے سنا ہے کہ تم نے تمام اونٹ فروخت کردیے ہیں ؟"

"ہاں اے امیرالمؤمنین !"

"کیوں ؟"

"میں بوڑھا ہوگیا ہوں اور اب مجھ سے کام ہو نہیں پا رہا ہے۔ بچے بھی صحیح طریقے سے اس فکر میں نہیں ہیں ؛ میں نے فروخت کرنے میں ہی بھلائی دیکھی۔"

"سچ سچ بتاؤ کہ کیوں فروخت کیئے ؟"

"یہی بات ہے جو میں نے عرض کی"

"لیکن میں جانتا ہوں کہ کیوں تم نے فروخت کیے ؟ یقیناً موسیٰ کاظمؑ نے میرے اور تمہارے درمیان سامان اٹھانے لے جانے کے معاہدہ سے باخبر ہو کر تم کو اس کام سے روکا ہے اور انھوں نے تمہیں اونٹ بیچنے کا حکم دیا ہے ؟ اچانک تمہارے ارادے میں تبدیلی کا سبب یہی ہے "

اس وقت ہارون نے غضبناک لہجہ میں کہا : "صفوان ! اگر تم سے پرانی دوستی نہ ہوتی تو تمہارے سر اور تن میں جدائی کردیتا۔"

---

(۱) صفوان حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے صحابی تھے اور اونٹوں کو کرایہ پر دیا کرتے تھے اس لیے انھیں تاریخ میں "صفوان جمّال" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ (مترجم)

ASSOCIATION KHOJA
SHIA ITHNA ASHERI
JAMATE
MAYOTTE

ہارون نے صحیح اندازہ لگا لیا تھا۔ صفوان اگرچہ خلیفہ کے خاص اور قدیمی لوگوں میں شمار کیے جاتے تھے اور خلیفہ سے اچھے روابط تھے لیکن وہ اہلبیتؑ کے پیرو اور مخلص شیعوں میں سے تھے۔ صفوان نے سفرِ حج کے سلسلے میں ہارون سے عہد و پیمان کے بعد ایک دن حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام سے ملاقات کی۔ امامؑ نے ان سے فرمایا :

"صفوان ایک کام کے سوا تمہارے سب کام اچھے ہیں"

"اے فرزند رسولؐ ! وہ ایک کام کیا ہے ؟"

"وہ یہ کہ تم نے اپنے اونٹ ہارون کو کرائے پر دیے ہیں"

"اے فرزند رسولؐ ! میں نے اونٹ کسی حرام سفر کے لیے کرایہ پر نہیں دئے ہیں، ہارون حج کا ارادہ رکھتا ہے، سفر حج کے لیے کرائے پر دئے ہیں۔ اس کے علاوہ خود ساتھ بھی نہیں جاؤں گا بلکہ اپنے بعض آدمیوں کے ساتھ غلاموں کو بھیج دوں گا۔"

"صفوان اچھا تم سے ایک سوال کروں گا ؟"

"فرمائیں — اے فرزند رسولؐ"

"تم نے اونٹ اس لیے کرایہ پر دئے ہیں تاکہ کرایہ حاصل کرو، وہ تمہارے اونٹ لے جائے گا اور تم بھی اس سے معیّنہ کرایہ کے طلبگار رہو گے۔ کیا ایسا نہیں ہے ؟"

"ہاں اسی طرح ہے اے فرزند رسولؐ۔"

"کیا تم اس وقت یہ نہ چاہو گے کہ ہارون کم از کم اتنے دن زندہ رہے کہ تمہارا کرایہ ادا کرے ؟"

"کیوں نہیں۔ اے فرزند رسولؐ !"

"جو شخص ظالموں کے خواہ کسی بھی عنوان سے باقی رہنے کو دوست رکھتا ہو وہ ان میں سے شمار کیا جائے گا اور واضح ہے کہ جو بھی ظالموں کا جزء شمار ہوگا وہ جہنّم میں جائے گا۔"

اس واقعہ کے بعد صفوان نے مکمل ارادہ کرلیا کہ تمام اونٹ فروخت کردیں گے۔ اگرچہ وہ خود اس بات کا اندازہ لگا رہے تھے کہ ممکن ہے کہ اس کام کے بدلے جان کی بازی لگانی پڑے[۱]۔

(۱) منتہی الآمال، جلد ۲، ۱۱۰

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas
jabir.abbas@yahoo.com

Presented by: Rana Jabir Abbas
ASSOCIATION KHOJA SHIA ITHNA ASHERI JAMAT MAYOTTE

بابرکت پیسے

حضرت پیغمبرِ اسلام کی فرمائش پر حضرت علیؑ بازار گئے تاکہ آنحضرتؐ کے لیے ایک پیراہن خرید لائیں۔ حضرت علیؑ بازار گئے اور ایک پیراہن بارہ (۱۲) درہم میں خرید کر لائے۔ حضرت رسولؐ خدا نے پوچھا:

"اسے کتنے درہم میں خریدا؟"

"بارہ درہم میں"

"ایسا مجھے پسند نہیں ہے، اس سے سستا چاہتا ہوں، کیا بیچنے والا اس کو واپس لے لے گا؟"

"معلوم نہیں اے رسولِ خداؐ"

"جائیے دیکھئے شاید وہ واپس لینے پر تیار ہو جائے؟"

علیؑ پیراہن لے کر بازار گئے اور بیچنے والے سے کہا:

"حضرت رسولؐ خدا اس سے سستا پیراہن چاہتے ہیں، کیا تم راضی ہو کہ اسے واپس لے لو اور پیسے دے دو؟"

بیچنے والے نے قبول کر لیا اور علیؑ کو پیسے واپس کر دیے۔ حضرت علیؑ پیسے لے کر پیغمبرؐ کے پاس آئے۔ اس کے بعد حضرت رسول اکرمؐ و حضرت علیؑ ساتھ ساتھ بازار گئے۔ راستے میں آنحضرتؐ کی نگاہ ایک کنیز پر پڑی جو رو رہی تھی۔ آپؐ اس کے پاس گئے اور پوچھا:

"کیوں رو رہی ہو؟"

"میرے مالک نے چار درہم دے کر بازار خریدنے کے لیے بھیجا تھا، معلوم نہیں وہ پیسے کہاں گم ہو گئے، اب گھر جانے کی ہمت نہیں پڑ رہی ہے۔"

حضرت رسولِ خدا صلعم نے ان بارہ درہموں میں سے چار درہم کنیز کو دیے اور فرمایا: "جو کچھ خریدنا ہو خرید لو اور گھر واپس جاؤ۔" خود حضرتؐ بازار تشریف لے گئے اور ایک پیراہن چار درہم کا خرید کر زیب تن کیا۔

بازار سے واپسی پر ایک برہنہ کو دیکھا، فوراً لباس اتار کر اسے دے دیا۔ دوبارہ بازار تشریف لے گئے اور دوسرا کپڑا چار درہم میں خریدا اور پہن کر گھر واپس ہوئے۔ پھر راستے میں اسی کنیز کو دیکھا جو حیران و پریشان سہمی سہمی بیٹھی تھی، پوچھا:

"گھر کیوں نہیں گئیں؟"

"یا رسولؐ اللہ بہت دیر ہو گئی ہے، ڈرتی ہوں کہ کہیں مجھے ماریں اور یہ کہیں کہ اتنی دیر کہاں لگا دی؟"

"اپنے گھر کا پتہ بتا اور میرے ساتھ چل تاکہ تیری سفارش کروں کہ کوئی تجھے کچھ کہہ نہ سکے۔"

حضرت رسول خدا کنیز کے ساتھ روانہ ہوئے۔ جیسے ہی گھر کی پشت پر پہنچے، کنیز نے عرض کی: "یہی گھر ہے۔" رسولؐ خدا نے دروازہ کی پشت سے بآواز بلند فرمایا:

"اے اہلِ خانہ تم پر میرا سلام ہو"

کوئی جواب سنائی نہیں دیا، دوسری بار پھر سلام کیا۔ پھر بھی جواب نہ آیا۔ آپؐ نے تیسری بار سلام کیا، سب نے جواب دیا: السلام علیک یا رسول اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

"کیوں پہلی مرتبہ جواب نہیں دیا؟ کیا میری آواز نہیں سنی؟"

"ہاں — پہلی ہی بار سن کر سمجھ گئے تھے کہ آپ ہی ہیں"

"پھر تاخیر کا کیا سبب تھا؟"

"اے اللہ کے رسولؐ ہمیں اچھا لگ رہا تھا کہ آپ کا سلام دوبارہ سنیں۔ آپ کا سلام ہمارے لیے خیر و برکت اور سلامتی ہے۔"

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

"تمہاری اس کنیز کو دیر ہوگئی ہے، میں اس کی سفارش کے لیے آیا ہوں تاکہ تم اس کو سزا نہ دو"

"اے رسول خدا صلعم آپ کے مبارک قدم کی برکت سے اس کنیز کو اسی وقت سے آزاد کیا۔"

حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا: "خدا کا لاکھ لاکھ شکر! یہ بارہ درہم کتنے برکت والے تھے جس سے دو برہنہ کو لباس ملا اور ایک کنیز کو آزادی ملی۔" (۱)

(۱) بحار الانوار، جلد ۶، باب "مکارم اخلاقہ وسیرہ وسننہ"

غلّہ کی مہنگائی

شہر مدینہ میں روز بروز گیہوں اور روٹی کی قیمت میں اضافہ ہو رہا تھا۔ ہر شخص پر وحشت اور پریشانی کے آثار غالب تھے۔ جس کے پاس سال بھر کا غلّہ موجود نہ تھا وہ حاصل کرنے کی فکر میں لگا تھا اور جس کے پاس موجود تھا وہ حفاظت کی کوشش کر رہا ہے۔ انھیں میں ایسے افراد بھی تھے جو مفلسی کے سبب روزانہ کا غلّہ بازار سے خریدتے تھے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے "معتب" سے جو آپ کے گھر کی ضروریات کا ذمّہ دار تھا پوچھا:

"کیا اس سال میرے گھر میں گیہوں ہے؟"

"جی ہاں! اے فرزند رسولؐ، اتنی مقدار میں ہے کہ چند مہینوں کے لیے کافی ہوگا۔"

"سارا گیہوں بازار میں لے جاکر لوگوں میں فروخت کر دو۔"

"اے فرزند رسولؐ! مدینہ میں گیہوں نایاب ہے، اگر ان کو فروخت کر دیں گے تو دوبارہ گیہوں خریدنا ہمارے لیے ممکن نہ ہوگا۔"

"جو میں نے کہا ہے وہ کرو، سب لے جاکر فروخت کر دو" معتب امامؑ کا حکم بجا لایا اور تمام گیہوں بیچ کر حضرتؑ کو مطلع کیا۔ امام نے اسے حکم دیا: "آج سے ہمارے گھر کی روٹی بازار سے لانا۔ میرے گھر کی روٹی اور لوگوں کے استعمال کی روٹی میں فرق نہ ہونا چاہیے۔ آج سے ہمارے گھر کی روٹی آدھے گیہوں آدھے جو کی ہونا چاہیے۔ خدا کا شکر میں سال بھر تک گیہوں کی روٹی استعمال کرنے کی صلاحیت رکھتا ہوں لیکن ایسا کام نہیں کروں گا۔ تاکہ اللہ کی بارگاہ میں جواب نہ دینا پڑے کہ میں نے لوگوں کی اجتماعی زندگی کی ضروریات کا لحاظ نہیں کیا۔" (۱)

(۱) احب یرانی اللہ قد احسنت تقدیرا المعیشہ - بحار الانوار، جلد ۱۱، ص ۱۲۱

مطبوعہ: کمپانی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com

http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

حمام کی قرقی

اموی و عباسی خلفاء کے ظلم و ستم سے عام لوگوں کی زندگی متاثر ہوئی تھی آہستہ آہستہ لوگ ان قواعد و ضوابط کو جو اسلام نے زندگی اور معاشرے کے لیے مقرر کیے تھے بھلا رہے تھے۔ حضرتِ رسولِ خداؐ و حضرت علی مرتضیٰؑ اور متدین صحابہ کی سیرت و برادرانہ روش اور سادہ طرزِ زندگی لوگوں کے ذہنوں سے محو ہوتی جا رہی تھی۔ لوگ خلفاء کے ظلم و ستم کے طرزِ زندگی کے اس قدر عادی ہو گئے تھے کہ ان کے بارے میں برائی کا احساس بھی نہیں کرتے تھے۔

ایک دن حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام حمام جانا چاہتے تھے تو حمام کے مالک نے اس رسم و رواج کے مطابق جو اس زمانے میں محترم افراد میں رائج تھا، عرض کیا۔

"اگر آپ اجازت دیں تو کسی دوسرے کو حمام میں نہ آنے دوں"

"نہیں اس کی ضرورت نہیں"

"کیوں؟"

"یہ طریقہ مومن کے شایانِ شان نہیں ہے" (۱)

"مؤمن کی طرزِ زندگی ان طور طریقوں سے آسان تر ہے"

---

(۱) "المومن خف مؤونۃ من ذلک" — بحار الانوار جلد ۷۱ ص۱۱۷

بندشِ آب

معاویہ ابن ابوسفیان نے تقریباً سولہ (۱۶) سال تک شام میں حکومت کی اور کسی پر ظاہر کیے بغیر مقدماتِ خلافت کو اپنے لئے فراہم کیا۔ مرکزی حکومت سے بغاوت اور اپنی خلافت کے دعوے کا بہترین بہانہ قتل حضرت عثمان تھا۔ جبکہ اس نے حضرت عثمان کی زندگی میں ان کے نالہ و فریاد کا مناسب جواب نہیں دیا تھا اور ان کی نصرت و مدد خواہی پر کان نہیں دھرے تھے لیکن حضرت عثمان کے قتل کا منتظر تھا کہ ان کے قتل کے بہانے اپنا مقصد حاصل کرے۔ آخر کار حضرت عثمان قتل ہوا اور معاویہ نے فوراً اس واقعے کو اپنے سیاسی مقاصد کے لیے استعمال کیا۔ دوسری طرف لوگ قتل حضرت عثمان کے بعد حضرت علیؑ (جو مختلف وجوہات کی بنا پر منصب خلافت سے انکار کرتے تھے) کے ارد گرد جمع ہوئے اور اصرار بڑھ گیا۔ حضرت علیؑ نے جب دیکھا کہ ذمہ داری براہِ راست ان کی طرف متوجہ ہے خلافت کو قبول فرمایا۔

ظاہری خلافت کا اعلان مدینہ میں ہوا جو اس وقت راجدھانی اور مرکز تھا وسیع و عریض اسلامی ملک کے تمام صوبوں اور شہروں نے اطاعت قبول کی۔ صرف شام معاویہ کے اختیار میں رہا۔ معاویہ نے مرکزی حکومت کے حکم سے بغاوت کی اور الزام لگایا کہ اس نے قاتلانِ حضرت عثمان کو پناہ دی ہے۔ معاویہ شام کی آزاد حکومت کے لیے تیاری کرنے لگا اور کافی تعداد میں شامی فوج بھی مہیا کر لی۔

حضرت علی علیہ السّلام جنگ جمل سے فارغ ہونے کے بعد معاویہ کی طرف متوجہ ہوئے اور معاویہ سے خط و کتابت کی لیکن علیؑ کے نصیحت آمیز خطوط کا معاویہ پر کوئی اثر نہ ہوا اور دونوں طرف سے کافی تعداد میں لشکر ایک دوسرے کی جانب بڑھے۔ معاویہ کا ہراول دستہ ابوالاعور سلمیٰ کی

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سرپرستی میں مقابلے کے لئے چل پڑا اور مالک اشتر نخعی حضرت علی علیہ السلام کی جانب سے (مقدمتہ الجیش) اور ہراول دستے کی حیثیت سے ایک لشکر کے ساتھ روانہ ہوئے۔ دونوں طرف کے ہراول دستے فرات کے کنارے آمنے سامنے ہوئے۔ لیکن مالک اشتر کو بغیر حکم امامؑ جنگ کرنے کی اجازت نہ تھی۔

ابوالاعور نے موقع سے فائدہ اٹھا کر سخت حملہ کیا لیکن اس کا حملہ مالک اشتر اور ان کے ساتھیوں نے دفع کیا جس کے نتیجے میں شامی فوج کافی پیچھے دھکیلی گئی۔ ابوالاعور اپنا مقصد حاصل کرنے اور حریف کو پریشانی میں مبتلا کرنے کے لئے "شریعہ" (وہ جگہ جہاں دونوں لشکر پانی لینے جاتے تھے)، پہنچا اور اپنے تیراندازوں اور نیزہ برداروں کو مامور کیا تاکہ اس جگہ کو محفوظ رکھیں اور مالک اشتر اور ان کے ساتھیوں کو نہ آنے دیں۔ ابھی زیادہ وقت نہ گذرا تھا کہ معاویہ اپنے لشکر کے ساتھ پہنچا اور ابوالاعور کی پیش قدمی سے خوش ہوا۔ معاویہ نے مزید اطمینان کے لیے اور فوج ابوالاعور کے ساتھ کر دی۔ علیؑ کے اصحاب پانی کی قلت اور تنگی میں مبتلا ہو گئے۔

اس واقعہ کے پیش آنے سے شامی خوش و خرم تھے اور معاویہ بھی خوشی کے ساتھ کہنے لگا: "یہ ہماری پہلی کامیابی ہے"۔ صرف عمرو ابن عاص نے جو معاویہ کا نائب اور مشیر خاص تھا اس کام کو اچھا نہ سمجھا۔ دوسری طرف حضرت علیؑ خود پہنچے اور حالات سے باخبر ہوئے اور ایک خط اپنے محترم صحابی صعصعہ کے ذریعہ معاویہ کو بھیجا اور تذکر دیا کہ "ہم یہاں آگئے ہیں، لیکن ہماری کوشش یہی ہے کہ جنگ نہ چھڑنے پائے اور مسلمانوں میں کشت و خون نہ ہو۔ ہمیں امید ہے کہ اختلافات کو بات چیت کے ذریعہ حل کریں، لیکن میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ تو اور تیرے پیروکاروں نے ہر چیز سے پہلے اسلحہ سے کام لیا ہے۔ اس کے علاوہ میرے ساتھیوں پر "پانی" بند کر دیا ہے۔ تو انھیں حکم دے کہ اس کام سے باز آئیں تاکہ گفتگو شروع کی جائے۔ ہاں اگر تو جنگ ہی پر تلا ہوا ہے تو مجھے کسی چیز سے خوف نہیں"۔

یہ خط معاویہ تک پہنچا۔ اس نے مشیروں سے اس سلسلے میں مشورہ کیا۔ عام مشیروں کا خیال یہ تھا کہ اچھا موقع ہاتھ آیا ہے اس سے استفادہ کرنا چاہیے اور خط کا اثر نہ لینا چاہیے۔ صرف عمرو عاص اس نظریہ کا مخالف تھا اور اس نے کہا تم لوگ غلطی کر رہے ہو۔ چونکہ علیؑ اور ان کے اصحاب جنگ و خونریزی میں پہل کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے اس لیے فی الحال خاموش ہیں اور چاہتے ہیں کہ خط و کتابت کے ذریعہ تم کو تمہارے ارادے سے باز رکھیں۔

یہ سوچنا بھی نہیں کہ اگر تم ان کے خط کا اثر نہ لو گے اور اسی طرح ان لوگوں کو قحطِ آب میں مبتلا رکھو گے تو وہ لوگ پیچھے ہٹ جائیں گے۔ لیکن اگر خط و کتابت سے بات حل نہ ہوئی تو اس وقت وہ شمشیر سے کام لیں گے اور اس وقت تک تلوار نیام میں نہیں رکھیں گے جب تک کہ تم کو رسوائی کے ساتھ فرات سے دور نہ کر دیں۔ لیکن اکثر مشیروں کی رائے یہ تھی کہ پانی کی قلت و بندش سے علیؑ اور ان کے اصحاب کے پیر اکھڑ جائیں گے اور مجبور ہو کر شکست کھائیں گے۔ معاویہ بھی بذاتِ خود اسی نظریہ کا قائل تھا۔

جب یہ میٹنگ برخواست ہوئی تو صعصعہ خط کے جواب کے لیے معاویہ کے پاس گئے۔ معاویہ جواب دینا نہیں چاہتا تھا، اسی لیے کہا جواب بعد میں دوں گا۔ اسی ضمن میں حکم دیا کہ "پانی کے گھاٹ" پر پوری طرح کنٹرول رکھا جائے اور لشکر علیؑ کی آمد و رفت پر سخت پہرہ بٹھا دیا جائے حضرت علیؑ نے جب دیکھا کہ لشکرِ مخالف سے نیکی کی تمام امیدیں ختم اور مشکلات کا حل سوائے جنگ اور زور آزمائی کے ممکن نہیں تو آپ کو بہت افسوس ہوا اور اپنے لشکر کے سامنے تشریف لائے اور ایک پرجوش اور ولولہ انگیز خطبہ دیا آپ نے فرمایا:

"ان لوگوں نے ظلم اور ستیزہ روی شروع کر کے محاذِ جنگ کھول دیا ہے۔ تمہارے ساتھ دشمنی کا برتاؤ کیا ہے۔ یہ لوگ جنگ و خونریزی کو اس طرح چاہتے ہیں جیسے کوئی بھوکا کھانا چاہ رہا ہو۔ پینے کا پانی بھی تم پر بند کر دیا ہے، اب صرف دو ہی راستے ہیں جسے چاہو اختیار کرو۔ تیسرا کوئی رستہ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

نہیں — یا ذلت اختیار کرو اور اسی طرح پیاسے رہو؛ یا پھر اپنی تلواروں کی پیاس ان کے نجس خون سے بجھاؤ تاکہ خود پانی سے سیراب ہو سکو فاتح و غالب ہونا ہی زندگی ہے اگرچہ سر و تن میں جدائی ہی کیوں نہ ہو۔

ذلت و رسوائی کے ساتھ زندہ رہنا موت ہے آگاہ ہو جاؤ کہ معاویہ نے گمراہ اور ذلیل لشکر اپنے گرد جمع کر رکھا ہے تاکہ ان کی جہالت اور بے خبری سے استفادہ کرے یہاں تک کہ وہ بدبخت اپنی جانیں دینے کے لیے تیار ہو رہے ہیں۔ (۱)

اس پرجوش خطبہ نے لشکرِ علیؑ میں عجیب جوش و جذبہ پیدا کیا وہ لڑنے اور پیکار کے لیے آمادہ ہو گیا۔ انھوں نے ایک زبردست حملہ کر کے دشمن کی فوج کو کافی دور تک بھگا دیا اور "شریعہ" (پانی کے گھاٹ) پر قابض ہو گئے۔ اس وقت جبکہ عمرو عاص کا کہا پورا ہوا تو اس نے معاویہ سے کہا کہ اگر اب علیؑ اور ان کے ساتھی بھی تیرے ساتھ وہی سلوک کریں جیسا تو نے ان کے ساتھ کیا تھا تو پھر تو کیا کرے گا؟ کیا پانی کے گھاٹ کو دوبارہ واپس لے سکے گا؟ معاویہ نے کہا: تمہارا کیا خیال ہے: علیؑ ہمارے ساتھ کیسے پیش آئیں گے؟

عمرو عاص نے کہا میرے خیال میں حضرت علیؑ تجھ جیسی حرکت کر کے ہم لوگوں کو پانی کی شدت میں مبتلا نہیں کریں گے وہ ایسے کاموں کے لیے نہیں آئے ہیں۔ حضرت علیؑ کی فوج نے معاویہ کے ساتھیوں کو گھاٹ سے بھگانے کے بعد علیؑ سے معاویہ کے ساتھیوں پر پانی بند کرنے کی اجازت چاہی تو حضرت علیؑ علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا: انھیں نہ روکو؛ ہم ایسی جاہلانہ حرکتوں پر عمل نہیں کریں گے بلکہ موقع سے فائدہ اٹھا کر ان لوگوں سے کتاب خدا کے مطابق گفتگو شروع کریں گے۔ اگر ہمارے صلاح و مشورہ کو مانیں تو بہت اچھا اور اگر نہ مانیں تو پھر ہم ان سے مردانہ وار جنگ کریں گے نہ یہ کہ دشمن پر پانی بند کر کے ایسے کاموں میں ملوّث ہوں اور نہ کسی کو پانی کی تنگی میں مبتلا کریں گے۔"

اس دن ابھی شام نہ ہوئی تھی کہ علیؑ اور معاویہ دونوں کے فوجی آ آ کر پانی بھرنے لگے اور کسی نے معاویہ کے سپاہیوں کو پانی لینے سے نہیں روکا۔ (۲)

۱ـه نہج البلاغہ خطبہ ۵۱۔ ۲ـه: شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، خطبہ ۵۱، جلد ۳ ص۳۱۹ تا ص۳۲۸، مطبوعہ بیروت

زمانہ کی شکایت

مفضل بن قیس زندگی کی دشواریوں سے دوچار تھے اور فقر و تنگ دستی، قرض اور زندگی کے اخراجات کے سبب سے بہت پریشان تھے، ایک دن حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی بے چارگی و پریشانی بیان کی کہ (اتنا مجھ پر قرض ہے، اور میں نہیں جانتا کہ کس طرح ادا کروں اتنا خرچ ہے لیکن آمدنی کا کوئی وسیلہ نہیں، مجبور ہو چکا ہوں، حیران ہوں کیا کروں، میں ہر کھلے ہوئے دروازہ پر گیا لیکن میرے جاتے ہی وہ بند ہو گیا"

اور آخر میں اس نے امام علیہ السّلام سے یہ درخواست کی کہ اس کے لیے دعا فرمائیں اور خداوند عالم سے چاہیں کہ اس کی مشکل آسان کرے۔ امام جعفر صادق علیہ السّلام نے ایک کنیز کو حکم دیا (جو کہ وہاں موجود تھی) جاؤ اور وہ اشرفیوں کی تھیلی لے آؤ جو کہ منصور نے میرے لیے بھیجی ہے۔ وہ کنیز گئی اور فوراً اشرفیوں کی تھیلی لے کر حاضر ہوئی، امام علیہ السّلام نے مفضل بن قیس سے فرمایا کہ: "اس تھیلی میں چار سو دینار ہیں جو کہ تمہاری زندگی کے لیے کچھ دن کا سہارا بن سکتے ہیں۔ مفضل نے کہا کہ حضورؑ میری مراد یہ نہ تھی، میں فقط دعا کا خواہان تھا"

امام علیہ السّلام نے فرمایا بہت اچھا میں دعا بھی کروں گا، لیکن یہ بات تم سے کہوں کہ ہرگز اپنی سختیاں اور پریشانیاں لوگوں پر ظاہر نہ کرو، کیونکہ اس کا پہلا اثر تو یہ ہوگا کہ لوگوں پر ظاہر ہو جائے گا کہ تم زمین پر گر چکے ہو اور زمانے کے مقابلے میں شکست کھا چکے ہو۔ نظر سے گر جاؤ گے۔ اور تمہاری شخصیت و وقار ختم ہو جائے گا" (۱)

---

(۱) "لا تخبر الناس بكل ما انت فيه فتهون عليهم" (بحار الانوار جلد ۱۱، صفحہ ۱۱۴)

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

استاد کا عتاب

سیّد جواد عاملی ، ایک معروف فقیہ تھے ، کہ جنہوں نے کتاب مفتاح الکرامۃ تحریر فرمائی ہے ، ایک دن کھانے میں مشغول تھے کہ دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز سنی ، جسوقت یہ جانا کہ ان کے استاد سیّد مہدی بحر العلوم کا خادم دروازہ پر ہے تیزی سے دروازہ کی جانب دوڑے ، خادم نے کہا ،، کہ حضرت استاد نے آپ کو فوراً بلایا ہے ، دسترخوان ان کے سامنے لگایا جاچکا ہے لیکن وہ اس وقت تک کھانے کو ہاتھ نہ لگائیں گے جب تک آپ نہ پہنچ جائیں ‘‘

دیر کی گنجائش نہ تھی ، سیّد جواد بغیر کھانا تمام کیے جلدی سے سیّد بحر العلوم کے گھر پہنچے جونہی استاد نے سیّد جواد کو دیکھا غصّہ اور بیسابقہ رنجیدہ حالت میں فرمایا : اے سیّد جواد ، کیا تم خدا سے نہیں ڈرتے ؟ اور خدا سے شرم نہیں کرتے ؟ سیّد جواد حیرت و تعجّب کے سمندر میں غرق ہو گئے کہ آخر کیا ہوا اور کون سا حادثہ رونما ہوا ہے ، آج تک کبھی ایسا نہیں ہوا تھا کہ استاد اسطرح مورد عتاب اور سرزنش قرار دیتے ، انھوں نے اپنے دماغ پر بہت زور دیا تاکہ کوئی سبب معلوم ہو جائے ، مجبور ہو کر سوال کیا ،، اگر ممکن ہو تو حضرت استاد فرمائیں کہ بندہ سے کونسی غلطی سرزد ہوئی ہے ؟

تمہارا فلاں پڑوسی سات دن سے چاول اور گیہوں حاصل نہیں کر سکا اور اس مدّت میں انھوں نے گلی کے آخری حصہ میں جو دوکاندار ہے اس سے کھجوریں ادھار لے کر زندگی بسر کی ہے ، آج جب وہ قرض لینے گیا قبل اس کے کہ وہ سوال کرتا دوکاندار نے یہ کہہ کر اسکو مایوس کر دیا کہ تم پر قرض زیادہ ہو گیا ہے وہ یہ جملہ سنکر شرمندگی سے سر نہ اٹھا سکا اور خالی ہاتھ گھر واپس آگیا آج وہ اور اس کے عیال بھوکے ہیں ،، سید جواد عاملی نے کہا کہ خدا کی قسم اس واقعہ کی مجھ کو بالکل خبر نہیں تھی ، اگر مجھ کو معلوم ہوتا تو میں ضرور ان کی مدد کرتا ، ” میرا غم و غصہ اسی لیے ہے کہ آخر تم کیوں اپنے پڑوسی کی حالت سے انجان ہو ۔؟ اور کیوں سات دن و رات انھوں نے اس صورت سے بسر کیے اور تم کو خبر بھی نہ ہوئی ؟ “ ،، اور اگر اطلاع ہوتی اور تم کوئی قدم نہ اٹھاتے تو تم پر مسلمان نہیں بلکہ یہودی کا حکم اطلاق ہوتا ،، آپ فرمائیں ہیں کیا کروں ؟

،، میرا نوکر یہ غذا کی ٹرے اٹھائے گا اس کے ہمراہ تم بھی اس شخص کے گھر تک جاؤ ، خادم دروازے سے واپس لوٹے گا اس کے بعد تم دروازہ کھٹکھٹانا اور اس سے خواہش کرنا کہ آج شام کا کھانا مل کر کھائیں گے اور یہ پیسے لو اس کے فرش یا بوریئے کے نیچے رکھ دینا اور اس سے معذرت کرنا کہ پڑوسی ہوتے ہوئے بھی اس کا خیال نہیں کر سکے ، سینی وہیں رکھ کر آؤ میں یہاں بیٹھا ہوں اور اس وقت تک کھانا نہیں کھاؤں گا جب تک تم واپس نہیں آؤ گے اور ہمیں اس مرد مومن کی خبر نہیں دو گے ۔ نوکر نے مختلف قسم کے اچھے کھانوں کی سینی اٹھائی اور سیّد جواد کے ہمراہ روانہ ہو گیا ‘‘

دروازے کے قریب پہنچ کر خادم واپس لوٹا اور سیّد جواد اجازت حاصل کرنے کے بعد گھر میں داخل ہوئے ، صاحب خانہ نے سیّد جواد کی معذرت سنی اور ان کی درخواست پر کھانے کی طرف ہاتھ بڑھایا ، پہلے ہی لقمہ کے بعد محسوس کیا کہ یہ سیّد جواد کے گھر کا کھانا نہیں ہے ، فوراً کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا اور کہا : ،، یہ کسی عرب کے ہاتھ کا کھانا نہیں ہے “ لہٰذا تمہارے گھر سے نہیں آیا “ جب تک یہ نہ بتاؤ گے کہ یہ کھانا کہاں کا ہے ہم ہاتھ نہیں لگائیں گے اس شخص کا انداز بالکل صحیح تھا ، کھانا بحر العلوم کے گھر تیار ہوا تھا اور وہ اصلاً ایرانی اور بروجرد کے رہنے والے تھے ، سیّد جواد نے بہت اصرار کیا کہ تمہیں اس سے کیا سروکار کہ یہ کھانا کہاں تیار ہوا ، تم کھانا کھاؤ ، مگر وہ آمادہ نہ ہوا اور کہا جب تک حقیقت نہ بتاؤ گے دسترخوان کی طرف ہاتھ نہیں بڑھاؤں گا “ سیّد جواد نے دیکھا بغیر بتائے ہوئے کام نہیں چلے گا تو شروع سے آخر تک کا ماجرا

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com

http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بیان کر دیا، اس شخص نے ماجرا سننے کے بعد کھانا کھایا مگر سخت حیرت میں پڑ گیا اور کہا ہم نے یہ راز کسی سے نہیں کہا یہاں تک کہ اپنے نزدیک ترین پڑوسیوں سے بھی پوشیدہ رکھا ہے، معلوم نہیں سیّد کو کہاں سے خبر ہو گئی'' [۱]

سرِ خدا کہ عارف سالک بہ کس نگفت
در حیرتم کہ بادہ فروش از کجا شنید؟

۱۔ الکنی والالقاب، محدث قمی، جلد ۲، صفحہ ۳۶۲۔

افطاری

انسؓ بن مالک مدّتوں پیغمبرِ خدا کے خدمت گذار تھے اور پیغمبرِؐ خدا کی حیات کے آخری دنوں تک اس افتخار سے سرفراز تھے وہ دوسروں کے بہ نسبت پیغمبرؐ کے عادات و اخلاق سے زیادہ آشنا تھے، انہیں معلوم تھا کہ پیغمبرؐ لباس و خوراک کے سلسلہ میں کتنی سادہ زندگی بسر کرتے ہیں جن دنوں روزہ رکھا کرتے تھے تو افطاری اور سحر میں صرف تھوڑا سا دودھ یا شربت ہوتا تھا یا معمولی سا ترید و شوربہ، کھانا ہوتا تھا اور کبھی الگ الگ افطار و سحر کے لیے یہ معمولی غذا مہیا ہوتی تھی ایک رات حسب معمول انسؓ بن مالک نے تھوڑا سا دودھ یا کوئی چیز رسولؐ کے افطار کے لیے تیار کی، لیکن اس دن رسول اکرمؐ افطار کے لیے تشریف نہ لائے شب کا کافی حصّہ گذر گیا لیکن رسول مقبولؐ گھر تشریف نہ لائے انسؓ بن مالک مطمئن ہو گئے کہ شاید رسول اکرمؐ نے کسی صحابی کی دعوت قبول فرمائی ہے اور وہیں افطار فرما لیا ہے۔

اسی وجہ سے جو کچھ تیار کیا تھا خود ہی کھا لیا، ابھی زیادہ دیر نہیں گذری تھی کہ رسول اکرمؐ گھر تشریف لائے. حضرت انسؓ نے اس شخص سے جو رسولؐ خدا کے ساتھ تھا سوال کیا، آج پیغمبرؐ نے کہاں افطار فرمایا، اس نے جواب دیا ابھی افطار نہیں کیا، کچھ مصروفیات پیش آئیں جس کی وجہ سے آنے میں دیر ہو گئی، انس اپنے کام پر بہت ہی شرمسار اور پشیمان ہوا اس لئے کہ رات ہو چکی تھی اور اب کچھ تیار کرنا ممکن نہ تھا، انتظار کر رہا تھا کہ رسولؐ کھانے کے لیے کہیں اور وہ اپنے عمل کی معذرت کرے، لیکن ادھر رسول اکرمؐ نے قرائن سے اندازہ لگا لیا کہ کیا ہوا ہے، آپؐ نے کھانے کا نام بھی نہیں لیا اور بھوکے بستر پر تشریف لے گئے۔ انس کا بیان ہے کہ رسولؐ جب تک زندہ تھے اس شب کے قضیے کا کبھی بھی تذکرہ نہیں کیا اور کبھی مجھے احساس نہ ہونے دیا۔''

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بزاز کا نوکر

بزاز کا نوجوان نوکر، اس بات سے بے خبر تھا کہ اس کے لئے کیا جال بچھایا جا رہا ہے، وہ نہیں جانتا تھا کہ یہ خوبصورت عورت جو کپڑے کی خریداری کے بہانے اس کی دوکان پر آتی رہتی ہے اس کی عاشق ہو چکی ہے اور دل دے بیٹھی ہے، اس کے دل میں عشق و ہوس اور تمناؤں کا طوفان موجیں مار رہا ہے۔

ایک دن وہی عورت دوکان پر آئی اور مختلف قسم کے کپڑے علیٰحدہ کرنے کی فرمائش کی، اس وقت یہ عذر پیش کیا کہ میں ان کپڑوں کو نہیں اٹھا سکتی اور پیسے بھی ساتھ نہیں لائی ہوں اور اس نے کہا کہ کپڑے اس نوجوان کے ہاتھ پہنچا دیجئے اور وہیں روپیئے بھی لے لے۔ اس عورت نے تمام انتظامات پہلے ہی مرتب کئے تھے، گھر خالی تھا صرف چند راز دار کنیزیں گھر میں تھیں۔ محمد بن سیرین جس نے جوانی کی منزلوں میں قدم رکھا تھا اور حسن و جمال سے بھی بے بہرہ نہ تھا۔ کپڑوں کو کاندھے پر رکھا اور اس عورت کے ساتھ آیا جیسے ہی گھر میں داخل ہوا پیچھے سے دروازہ بند ہو گیا، محمد بن سیرین کو ایک آراستہ کمرے میں لایا گیا وہ اس انتظار میں تھا کہ یہ خاتون جلد آ جائے اور جنس کو اپنی تحویل میں لے لے اور قیمت ادا کرے، انتظار کرتے کرتے دیر ہو گئی اور مدت کے بعد پردہ اوپر اٹھا اور وہ عورت کمال آرائش کے بعد سج دھج کے اندر آئی اور ہزاروں ناز و ادا کے ساتھ کمرے میں قدم رکھا محمد بن سیرین ایک لمحہ میں سمجھ گیا کہ ایک پرفریب جال اس کے لئے بچھایا گیا ہے، اس نے سوچا وعظ و نصیحت یا منت و سماجت کے ذریعہ اس عورت کو ٹال دے لیکن یہ ساری چیزیں بے کار نظر آئیں، عورت نے اپنے عشق کی داستان سنائی اور اس سے کہا دیں تمہارے کسی جنس کی خریدار نہیں تھی بلکہ تمہاری خریدار تھی، محمد بن سیرین

نے نصیحت اور موعظہ کے لیے زبان کھولی خدا اور قیامت سے ڈرایا لیکن اس کے دل پر کوئی اثر نہ ہوا منت و سماجت کی وہ بھی بے سود رہی، اس عورت نے کہا میری خواہش پوری کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے اور جب دیکھا کہ محمد بن سیرین اپنے عقیدہ میں اٹل ہے تو اسے دھمکی دی اور کہا اگر میرے عشق کا احترام نہ کیا اور مری خواہش پوری نہ کی تو ابھی شور مچا دوں گی کہ یہ نوجوان میرے بارے میں غلط ارادہ رکھتا ہے، پھر معلوم ہے تمہارا انجام کیا ہوگا؟

محمد بن سیرین کے رونگٹے کھڑے ہو گئے ایک طرف ایمان، عقیدہ اور تقویٰ اس کو حکم دے رہا تھا کہ اپنے پاک دامن کی حفاظت کرو اور دوسری طرف عورت کی خواہش سے انکار جان و عزت بلکہ ہر چیز سے بازی لگانے کے مترادف تھا، اس نے دیکھا کہ اظہارِ تسلیم کے بغیر کوئی چارہ نہیں لیکن اچانک ایک تدبیر اس کے ذہن میں آئی۔ اس نے سوچا ایک راستہ ابھی باقی ہے، ایسا کام انجام دینا چاہیے جس سے اس کی محبت نفرت میں تبدیل ہو جائے اور خود ہی اپنے ارادے سے باز آ جائے، اگر اس وقت دامنِ تقویٰ کو گناہ کی آلودگی سے بچانا ہے تو ظاہری آلودگی کو برداشت کرنا ہوگا، رفع حاجت کے بہانے کمرے سے باہر نکلا اور اپنے جسم و لباس کو گندگی میں بھرا اور جب اس حالت میں کمرہ میں داخل ہوا عورت کی نگاہ اس پر پڑی تو فوراً اپنا رخ اس نوجوان کی طرف سے موڑ لیا اور اسے گھر سے باہر نکال دیا۔ (۱)

---

(۱) الکنی والالقاب، جلد ۱، صفحہ ۳۱۳

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas
jabir.abbas@yahoo.com

Presented by: Rana Jabir Abbas

ستاروں کے حالات

عبدالملک بن اعین جو کہ زرارہ بن اعین کے بھائی تھے۔ راوی حدیث ہونے کے باوجود ستاروں کے احکام ان کی تاثیر اور کیفیت پر اعتقاد کامل رکھتے تھے اس موضوع پر بہت سی کتابیں جمع کر رکھی تھیں اور ہر مسئلے کے لیے ان کی طرف رجوع کیا کرتے تھے، وہ جو ارادہ کرتے اور جو کام بھی کرنا چاہتے، پہلے علم نجوم کی کتابوں کی طرف رجوع کرتے اور ستاروں کا حساب کتاب لگاتے تاکہ دیکھیں کہ ستاروں کی حالت کیا حکم کرتی ہے۔" آہستہ آہستہ وہ اس کام کے عادی ہو گئے اور اس عادت نے ایک قسم کا وسواس ان میں پیدا کر دیا اس طرح کہ تمام کاموں میں نجوم کی جانب رجوع کرتے۔

انہوں نے محسوس کیا کہ اس کام کی وجہ سے ان کی زندگی مفلوج ہو گئی ہے اور دن بدن ان کے وسوسہ میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے اور اگر یہی کیفیت باقی رہی اور انہوں نے ایام اور ساعات سعد و نحس اور نیک اور بد طالع اور اسی طرح کے اور امور کو زندگی میں مؤثر جانا تو ان کی زندگی کا نظام درہم برہم ہو جائے گا اور دوسری طرف وہ ان امور کی تاثیر سے مخالفت کی طاقت اپنے میں نہیں پا رہے تھے، اور ہمیشہ ان لوگوں پر جو ان امور کی پرواہ کئے بغیر اپنے کاموں میں مشغول ہوتے ہیں اور خدا پر بھروسہ کرتے ہیں رشک کرتے تھے۔" ایک دن اس شخص نے اپنے حالات امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں بیان کیے اور عرض کرنے لگا " کہ میں اس علم میں مبتلا ہو گیا ہوں جس کی وجہ سے میرے ہاتھ پیر بندھ ہو چکے ہیں اور میرے لیے یہ ممکن نہیں کہ اس سے دست بردار ہو جاؤں۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے بکمال تعجب اس سے سوال فرمایا! تو ان چیزوں پر اعتقاد رکھتا ہے اور اس پر عمل کرتا ہے؟ " ہاں اے فرزند رسول ص "

امام علیہ السلام نے فرمایا، میں تم کو حکم دیتا ہوں کہ جاؤ اور ان تمام کتابوں کو آگ لگا دو۔ امام علیہ السلام کے فرمان نے اس کے دل کو مضبوط کیا وہ روانہ ہوا اور ان تمام کتابوں کو نذرِ آتش کر کے سکون حاصل کیا۔

۱۔ وسائل الشیعہ جلد ۲ صفحہ ۱۸۱

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ستارہ شناس

حضرت امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السّلام اور ان کے سپاہی گھوڑوں پر سوار نہروان کی طرف روانہ ہونا ہی چاہتے تھے کہ اچانک اصحاب میں سے ایک اہم شخصیت پہنچی اور اپنے ساتھ ایک شخص کو لائی اور کہا :

"یا امیرالمومنینؑ یہ شخص "ستارہ شناس" ہے اور آپؑ کی خدمت میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہے۔" ستارہ شناس : "یا امیرالمومنینؑ آپ اسوقت سفر نہ فرمائیں، کچھ دیر ٹھہر جائیں یہاں تک کہ دن کے دو تین گھنٹے گذر جائیں۔ اس کے بعد تشریف لے جائیں۔"

"کیوں"

"چونکہ ستاروں کی کیفیت یہ بتا رہی ہے کہ جو شخص بھی اس وقت روانہ ہوگا وہ دشمن کے مقابلے میں شکست سے دوچار ہوگا۔ اس کو اور اس کے ساتھیوں کو بہت زیادہ نقصان اٹھانا پڑے گا۔ لیکن اگر اسوقت جس کے لیے میں نے کہا ہے سفر فرمائیں گے تو فتح یابی اور اپنے مقاصد میں کامیاب ہوں گے۔"

"یہ میری سواری (گھوڑی) حاملہ ہے اور کیا یہ بتا سکتے ہو کہ اس کا بچہ نر ہے یا مادہ؟" "اگر حساب لگاؤں تو بتا سکتا ہوں۔" "جھوٹ بول رہے ہو، یہ تمہارے لیے ممکن ہی نہیں ہے۔ اس لیے کہ قرآن میں ہے، ہر پوشیدہ شئے کا خدا کے علاوہ کسی کو علم نہیں اور وہ خدا ہی ہے جسے یہ علم ہے کہ رحم میں پرورش پانے والا کیا ہے۔" حضرت رسول خدا صلعم نے بھی کبھی اس طرح کا دعوٰے نہیں کیا جو تو کر رہا ہے کیا تو یہ دعوٰے کرتا ہے کہ دنیا کے بارے میں تجھے ہر طرح کا علم ہے اور تو یہ جانتا ہے کہ کسوقت برائی اور کس وقت اچھائی مقدر میں ہوتی ہے اور اگر کوئی تیرے اس علم پر اعتماد

واعتقاد کرے تو پھر اسے خدا کی ضرورت نہیں۔"

"اس کے بعد حضرتؑ نے لوگوں سے خطاب فرمایا: خبردار! ہرگز ان چیزوں کے پیچھے نہ جانا اس سے انسان غیب گوئی اور کہانت میں مبتلا ہوتا ہے اور کاہن جادوگر کے مثل ہے اور جادوگر کافر کے مانند ہے اور کافر کے لیے جہنم ہے۔" اس کے بعد آپؑ نے آسمان کی طرف رخ کر کے چند جملے دعا کے فرمائے جو کہ خدا پر توکل اور اعتماد کے سلسلے میں تھے۔

پھر ستارہ شناس کی طرف رُخ کر کے فرمایا: "میں خاص طور سے تیرے دستور کے خلاف عمل کروں گا اور بغیر کسی تاخیر کے ابھی روانہ ہوں گا۔" اس کے فوراً بعد روانگی کا حکم دیا اور دشمن کی جانب روانہ ہوئے۔ دوسرے اور جہاد کے مقابلے میں اس جہاد میں زبردست کامیابی و کامرانی امامؑ کو نصیب ہوئی۔ (۱)

(۱) نہج البلاغہ خطبہ ۷۷، وسائل الشیعہ جلد ۲ صـ ۱۸۱

jabir.abbas@yahoo.com
Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

حاجت روائی

صفوان حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک مکہ کا رہنے والا ایک شخص امامؑ کے پاس حاضر ہوا اور جس مشکل میں وہ گرفتار تھا اسے امامؑ سے بیان کیا۔ معلوم ہوا کہ کرایہ کا مسئلہ درپیش ہے اور کام مشکل میں پھنس گیا ہے، امامؑ نے صفوان کو حکم دیا:

"فوراً جاؤ اور برادرِ مومن کی اس کے کام میں مدد کرو۔"

صفوان روانہ ہوئے اور توفیقِ خداوندی سے کام کو صحیح اور مشکل کو آسان کر کے جب امامؑ کی خدمت میں واپس ہوئے تو امامؑ نے سوال کیا: "کیا ہوا؟"

"خداوند عالم نے مسئلہ کو حل کر دیا۔" "واضح رہے کہ یہی کام جو بظاہر معمولی ہے کہ کسی کی حاجت پوری کی اور اپنا مختصر سا وقت اس میں صرف کیا اس کا ثواب خانۂ کعبہ کے سات مرتبہ طواف سے زیادہ محبوب اور افضل ہے۔" اس کے بعد امام علیہ السلام نے اپنی گفتگو اس طرح جاری رکھی:

"ایک شخص مشکل میں گرفتار تھا اور حضرت امام حسنؑ کے پاس آیا اور اس نے امامؑ سے مدد چاہی۔ امامؑ نے بغیر کسی تاخیر کے نعلین پہنے اور اس کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ راستے میں امام حسینؑ کو دیکھا جب کہ وہ نماز میں مشغول تھے امام حسنؑ نے اس شخص سے فرمایا: "تو نے کیسے غفلت کی اور حسینؑ بن علیؑ کے پاس نہیں گیا"

اس نے کہا: "پہلے میں یہی چاہ رہا تھا کہ امام حسینؑ کے پاس جاؤں اور ان سے مدد حاصل کروں لیکن جب لوگوں نے یہ کہا کہ وہ اعتکاف میں ہیں اور مصروف ہیں میں انکی خدمت میں نہیں گیا۔" امام حسنؑ نے فرمایا: لیکن اگر امام حسینؑ کو تیری حاجت پوری کرنے کا موقع ملتا تو وہ ایک ماہ کے اعتکاف سے زیادہ بہتر تھا۔" (۱)

(۱) کافی جلد ۲ باب السعی فی حاجۃ المومن، ص ۱۹۸۔

بڑا عابد کون؟

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے ایک صحابی جو کہ معمول کے مطابق ہمیشہ آپ کے درس میں شرکت کیا کرتے تھے اور دوستوں کی محفلوں میں بیٹھتے تھے اور ان کے یہاں آتے جاتے تھے۔ ایک دفعہ مدت سے ان کو نہیں دیکھا گیا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے اصحاب اور ان کے دوستوں سے معلوم کیا: "کیا تم جانتے ہو کہ فلاں شخص کہاں ہے جس کو کافی عرصہ سے دیکھا نہیں گیا؟"

"اے فرزند رسولؐ! آج کل وہ بہت تنگدست اور فقیر ہو گیا ہے۔"

"پھر کیا کرتا ہے؟"

"کچھ بھی نہیں، گھر کے ایک گوشے میں بیٹھ کر مستقل عبادت میں مشغول رہتا ہے۔"

"پھر اس کے اخراجات پورے کیسے ہوتے ہیں؟"

"اس کا ایک دوست اس کے اخراجات برداشت کرتا ہے"

"خدا کی قسم اس کا یہ دوست اس عابد سے بدرجہا عابد تر ہے" (۱)

(۱) وسائل الشیعہ، جلد ۲، ص ۵۲۹۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com

http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سکندر اور دیوژن

جس وقت سکندر مقدونی بادشاہ ایران پر حملہ کے لیے یونانی فوج کا سپہ سالار منتخب ہوا تو ہر طبقے کے لوگ اس کے پاس مبارک باد دینے کے لیے آئے۔ لیکن دیوگنیس (دیوژن) مشہور یونانی فلسفی جو کہ کورینٹ نامی جگہ پر زندگی بسر کر رہا تھا، اس نے ذرہ برابر بھی اس کی طرف توجہ نہ کی۔ سکندر بذات خود اس کی ملاقات کو گیا۔ دیوژن یونان کے ان فلاسفہ میں سے تھا جن کی عادت قناعت و بے نیازی اور آزادی طبع کے ساتھ ساتھ حرص و طمع سے دوری تھی۔

دیوژن دھوپ میں لیٹا ہوا تھا۔ جب اس نے ایک بڑے مجمع کو اپنی طرف آتے ہوئے محسوس کیا تو تھوڑا اٹھا اور سکندر کو شان و شوکت کے ساتھ آتے ہوئے دیکھ کر ٹکٹکی باندھ لی۔ لیکن سکندر اور ایک عام آدمی کے درمیان جو اس کی تلاش میں آیا ہو اس نے کسی قسم کا امتیاز نہیں رکھا اور اپنی بے اعتنائی و بے نیازی پر گامزن رہا۔ سکندر نے اسے سلام کیا پھر کہا: "اگر مجھ سے کچھ چاہتے ہو تو کہو"۔

دیوژن نے کہا: "صرف ایک خواہش ہے وہ یہ کہ میں دھوپ کھا رہا تھا تم کچھ ہٹ کر رہو"، آفتاب کے سامنے کھڑے مت ہو یہ بات سکندر کے ساتھیوں کو بہت بری اور احمقانہ لگی۔ ان لوگوں نے آپس میں کہا: عجیب بیوقوف آدمی ہے، جو اس سنہرے موقع سے فائدہ نہیں اٹھا رہا ہے۔ لیکن سکندر جس نے اپنے آپ کو دیوژن کی عالی طبیعت اور بے نیازی کے مقابلے میں حقیر سمجھا گہری فکر میں ڈوب گیا۔ واپس لوٹتے وقت اپنے ساتھیوں سے جو اس فلسفی کا مذاق اڑا رہے تھے کہا: "اگر میں سکندر نہ ہوتا تو یقیناً میرا دل یہی چاہتا کہ دیوژن ہوتا۔" (۱)

---

(۱) تاریخ علم، تالیف جارج سارٹن، ترجمہ آقائے احمد آرام ص ۵۲۵

شاہ اور فلسفی

ناصر الدین شاہ خراسان کے سفر میں جس شہر میں داخل ہوتا تھا معمول کے مطابق تمام طبقات اور اصناف کے لوگ اس کے استقبال اور اسے دیکھنے کو جاتے تھے اور اس کی روانگی کے وقت لوگ اسے رخصت کرنے آتے، یہاں تک کہ وہ سبزوار پہنچا سبزوار میں بھی تمام لوگوں نے اس کا استقبال کیا اور ملاقات کے لیے آئے۔ تنہا وہ شخص جو گوشہ نشینی اور کنارہ کشی کے بہانے استقبال و ملاقات کو نہ آیا وہ مشہور و معروف حکیم و فلسفی اور خدا رسیدہ عارف حاجی ملا ہادی سبزواری تھا۔ اتفاق سے خراسان کے پورے سفر میں شاہ کا خیال جس شخصیت کو نزدیک سے دیکھنا اور ملاقات کرنا تھا وہ صرف اور صرف یہی محترم اور باعظمت شخصیت تھی۔ یہی وہ شخص تھا جس نے دھیرے دھیرے پورے ایران میں عمومی شہرت حاصل کر لی تھی اور گرد و نواح سے طلباء ان کی خدمت میں درس کے لیے آتے تھے اور سبزوار میں بہت بڑا حوزہ علمیہ تشکیل پایا تھا۔

شاہ جو کہ لوگوں کے استقبال، ملاقاتوں، حاضری اور چاپلوسی سے تھک چکا تھا اس نے ارادہ کیا کہ خود فلسفی سے ملنے جائے۔ لوگوں نے شاہ سے کہا: "فلسفی، شاہ اور وزیر کے احترام کو نہیں جانتا"

شاہ نے کہا: "لیکن شاہ تو فلسفی کی قدر و منزلت کو جانتا ہے۔ اس واقعہ کی اطلاع فلسفی کو دی گئی اور ملاقات کے لیے ایک وقت معین ہو گیا۔ اس روز شاہ صرف اپنے ایک خادم کے ساتھ دوپہر کے وقت (فلسفی) کے گھر کی طرف روانہ ہوا۔ ایک معمولی گھر تھا جس میں بہت ہی سادہ اور مختصر سامان زندگی تھا۔ شاہ نے اپنی گفتگو کے دوران کہا، ہر

Contact : jabir.abbas@yahoo.com

http://fb.com/ranajabirabbas

jabir.abbas@yahoo.com

Presented by: Rana Jabir Abbas

نعمت ایک شکر رکھتی ہے، علم جیسی نعمت کا شکر پڑھانا اور ارشاد کرنا ہے۔ مال کا شکر لوگوں کی مدد کرنا اور اعانت کرنا ہے، سلطنت و حکومت کا شکر حاجتوں کا پورا کرنا ہے۔ بنا بریں میری خواہش یہ ہے کہ آپ مجھ سے کوئی فرمائش کریں تاکہ اس کو انجام دینے کی سعادت حاصل کروں"

"میری کوئی حاجت نہیں ہے اور کسی چیز کی ضرورت بھی نہیں ہے۔"

"میں نے سنا ہے کہ آپ کے پاس کھیتی کی ایک زمین ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں حکم دے دوں کہ اس کا ٹیکس (لگان) معاف کر دیا جائے۔"

"ٹیکس کا سرکاری ریکارڈ محفوظ ہے کہ کس شہر سے کتنی رقم وصول ہونی چاہیے تھوڑی سی رقم سے اس کے اصل میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ اگر اس شہر میں مجھ سے ٹیکس نہیں لیا جائے گا۔ تو وہ پیسے دوسروں پر تقسیم ہو جائیں گے تاکہ وہ رقم جو سبزوار سے وصول ہونا چاہیے وہ پوری ہو جائے۔ شاہ اس بات سے راضی نہ ہوگا کہ مجھ کو ٹیکس کی چھوٹ دے دینے یا معاف کر دینے کی صورت میں بلاوجہ یتیموں اور بیواؤں پر بار لاد دیا جائے۔ اس کے علاوہ حکومت کا فرض اور ذمہ داری لوگوں کے جان و مال کا تحفظ ہے اور اس کا خرچ بھی ہے جسے پورا ہونا چاہیے۔ ہم اپنی رضا و رغبت کے ساتھ اس ٹیکس کو دیتے ہیں۔"

شاہ نے کہا: "میری تمنا ہے کہ آج آپ کے ساتھ کھانا کھاؤں اور عام طور پر جو آپ کھاتے ہیں میں بھی وہی کھاؤں گا۔ آپ حکم دیں کہ کھانا لائیں۔"

فلسفی نے وہیں بیٹھے بیٹھے آواز دی: "میری غذا لاؤ" فوراً کھانا لایا گیا۔ ایک لکڑی کی ٹرے جس میں چند روٹیاں، چند چمچے، ایک دہی کا پیالہ اور تھوڑا سا نمک دکھائی دے رہا تھا۔ بادشاہ اور فلسفی کے سامنے رکھ دیا گیا۔ فلسفی نے شاہ سے کہا:

کھائیے یہ حلال کی روٹی ہے۔ یہ اپنی محنت کا نتیجہ ہے۔ شاہ نے ایک چمچہ کھایا۔ لیکن

دیکھا کہ اس طرح کی غذا کا عادی نہیں ہے اور وہ کھانا اس کی نظر میں کھانے کے قابل نہیں ہے۔ فلسفی سے اجازت لی کہ کچھ روٹی اپنے رومال میں بطور تبرک باندھ لے اور ساتھ لے جائے تھوڑی مدت کے بعد شاہ انتہائی حیرت اور تعجب کے عالم میں فلسفی کے گھر سے روانہ ہو گیا۔ (۱)

---

(۱) ریحانۃ الادب، جلد ۲، صـ ۱۵۷ - ۱۵۸۔ ذیل عنوان سبزواری

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

توحید مفضل

مفضل ابن عمر جعفی نماز عصر تمام کرنے کے بعد مسجدِ نبوی میں منبر رسولؐ اور قبر پیغمبرؐ کے درمیان بیٹھ گئے اور آہستہ آہستہ فکر کی دنیا میں غرق ہوگئے۔ ان کے افکار کا مرکز حضرت رسول خداؐ کی عظیم شخصیت اور ان کی آسمانی عظمت تھی۔ جتنا زیادہ سوچتے اور فکر کرتے حضرت کی ذات اقدس کے بارے میں اور حیرت میں اضافہ ہوتا جاتا۔ اپنے دل میں کہا: جتنا احترام اور تجلیل ان کا کیا جاتا ہے۔ ان کی قدر و منزلت اس سے کہیں زیادہ ہے۔ لوگوں کو ان کی فضیلت اور شرف و عظمت کا جتنا علم ہے وہ اس سے بہت کم ہے جس کا انہیں علم نہیں ہے
مفضل انہیں افکار میں غرق تھے کہ ابن ابی العوجاء نظر آیا جو مشہور مادہ پرست تھا وہ آیا اور ایک کنارے بیٹھ گیا۔ ابھی دیر نہ گذری تھی کہ ابن ابی العوجاء کا ہم فکر اور ہم مسلک ایک اور ساتھی آگیا اور اس کے قریب بیٹھا اور آپس میں باتیں کرنے لگے۔

اس زمانے میں جب کہ عباسی خلافت کا ابتدائی دور تھا اسلامی ثقافت میں تبدیلی کا زمانہ تھا۔ اس زمانے میں خود مسلمانوں نے چند علمی موضوعات کی بنیاد رکھی۔ اسی طرح یونانی، فارسی، اور ہندی زبانوں سے علمی اور فلسفی کتب کا ترجمہ ہوا یا ان کے ترجمے میں مصروف ہوئے علم کلام اور فلسفی نظریات معرضِ وجود میں آئے عقائد اور نظریات کی جنگ کا زمانہ تھا۔ عباسی عقائد کی آزادی کا اس حد تک احترام کرتے تھے جہاں تک ان کی سیاست اور مفادات خطرے میں نہ پڑتے۔ غیر مسلم افراد حتیٰ کہ دہری اور مادہ پرست جنھیں اس زمانے میں زنادیق، کہا جاتا تھا، آزادانہ اپنے عقائد کا اظہار کرتے تھے۔

یہاں تک کہ کبھی یہ گروہ مسجد الحرام (خانہ کعبہ کے قریب) یا مسجد نبوی (مدینہ) میں قبر

پیغمبرؐ کے پاس جمع ہوتا اور اپنے عقائد پر گفتگو ہوتی۔ ابن ابی العوجاء اسی گروہ سے تھا۔

اس دن ابن ابی العوجاء اور اس کا ساتھی دونوں تھوڑے فاصلے سے مسجدِ پیغمبرؐ میں وارد ہوئے اور ایک دوسرے کے سامنے بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔ لیکن وہ اتنے دور نہ تھے کہ مفضل ان کی باتیں نہ سن سکیں۔ اتفاق سے مفضل نے ابن ابی العوجاء کی پہلی وہ بات سنی جس کے بارے میں خود مفضل سوچ رہے تھے اور وہ موضوع حضرت رسول خدا کی ذات گرامی تھی اس نے اپنے دوست سے کہا:

"اس شخص (حضرت رسول خداؐ) کا مشن بہت آگے بڑھ گیا اور ایسی منزل پر پہنچا کہ اس تک کوئی نہیں پہنچ سکتا!"

اس کے ساتھی نے کہا:

"بہت باکمال تھا۔ اس نے یہ دعوہ کیا کہ دنیا کے خالق سے وابستہ ہے اور ایسے عجیب و غریب کام بھی انجام دیئے کہ جو انسانی قوت سے بالاتر اور عقل انسانی کے لیے حیرت انگیز تھے۔ صاحبان عقل، ارباب علم و ادب، فصحاء و خطباء نے اپنے آپ کو اس کے مقابل عاجز پاکر اس کی دعوت قبول کرلی۔ اس کے بعد مختلف قسم اور طبقے کے لوگ جوق در جوق اس کے پاس آئے اور اس پر ایمان لائے اور اس کا مشن اس حد تک مقبول ہو چکا ہے کہ اس کا نام اس ذات کے اسم گرامی کے ساتھ لیا جانے لگا ہے جس کی طرف وہ اپنے کو رسول سمجھتے ہیں آج اس کا نام ہر شہر اور دیہات میں "اذان" کے عنوان سے جہاں بھی اس کا پیغام پہنچا ہے یہاں تک کہ سمندروں، صحراؤں، پہاڑوں پر لیا جاتا ہے۔ سب جگہ پانچوں وقت اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ کی آواز سنائی دیتی ہے۔ اذان و اقامت میں اس شخص کا نام لیا جاتا ہے۔ اس طرح وہ کبھی بھی بھلایا نہ جائے گا۔"

ابن ابی العوجاء نے کہا: "محمدؐ کے بارے میں اس سے زیادہ بحث نہیں کرنا چاہیے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com

http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

میں ابھی تک اس پراسرار شخصیت کا راز نہیں سمجھ سکا ہوں۔ بہتر یہ ہے کہ مسبب الاسباب اور خالق کائنات جس پر محمدؐ نے اپنے دین اور تحریک کی بنیاد رکھی ہے کے بارے میں بحث کریں۔

اس وقت ابن ابی العوجا نے اپنے اس مادی عقیدے کے سلسلے میں جو اس بات پر مبنی ہے کہ تقدیر و تدبیر کا کوئی دخل نہیں بلکہ ہر چیز خود بخود ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ اسی موضوع پر گفتگو کی۔

جب اس کی بات اس منزل تک پہنچی تو مفضّل سے برداشت نہ ہو سکا۔ وہ بہت ہی غصّے اور ہیجان کی حالت میں تھے اور انتہائی غضبناک لہجہ میں کہا: "اے دشمن خدا! اپنے خالق اور پرودگار کا جس نے تجھے اچھی شکل و صورت میں پیدا کیا ہے منکر ہے؟ زیادہ دور نہ جاؤ خود اپنی ذات و حیات اور حواس کے بارے میں تھوڑا سا غور، و فکر کرو تو اپنے مخلوق و مصنوع ہونے کے آثار پاؤ گے۔"

ابن ابی العوجا نے جو مفضّل کو نہیں پہچانتا تھا پوچھا: "تم کون ہو اور تمہارا کس گروہ سے تعلق ہے؟ اگر تم علم کلام کے ماہر ہو تو علم کلام کے اصول و قواعد کی بنیاد پر تم سے بحث کریں۔ اگر حقیقت میں تمہاری دلیل قوی ہوگی تو ہم بھی تمہاری پیروی کریں گے اور اگر تم علم کلام کے ماہر نہیں ہو تو تم سے ہم کوئی گفتگو نہیں گے اور اگر اصحاب جعفر صادقؑ میں سے ہو تو وہ ہم سے اس لہجہ میں بات نہیں کرتے وہ کبھی ان باتوں سے زیادہ سخت اعتراضات ہم سے سنتے ہیں لیکن کبھی یہ نہیں دیکھا گیا کہ وہ آپے سے باہر ہو جائیں اور مجھ سے اس طرح سختی سے پیش آئیں وہ کبھی غصّہ نہیں ہوتے نہ ہی گالی دیتے ہیں بلکہ وہ انتہائی صبر و تحمّل اور سنجیدگی کے ساتھ ہماری باتوں کو سنتے ہیں وہ انتظار کرتے ہیں تاکہ ہم اپنے دل کی تمام باتیں بیان کر دیں۔ اور کچھ چھوٹنے نہ پائے اور جس وقت ہم اپنے اعتراضات اور دلیلیں بیان کرتے ہیں وہ اس طرح سے مطمئن اور خاموش ہو کر سنتے ہیں کہ ہم سمجھتے ہیں کہ ہماری بات انہوں نے مان لی ہے۔

اس وقت مہربانی کے ساتھ مختصر اور پُر معنی جملوں سے ہمارے راستے بند کرتے ہیں کہ ہمیں فرار کی گنجائش نہیں رہتی اگر تم ان کے صحابی ہو تو انہیں کی طرح بات کرو۔"

مفضّل انتہائی رنجیدہ حالت میں جب کہ (وہ آگ بگولہ ہو گئے تھے) مسجد سے باہر نکل گئے۔ دل میں کہہ رہے تھے کہ عالم اسلام کے لیے عجیب امتحان کا دور ہے کہ اب نوبت یہاں تک پہنچی ہے کہ زندیق و دہریہ خیال کے لوگ مسجد میں بیٹھ کر بے پروائی کے ساتھ ہر چیز کا انکار کرتے ہیں۔ وہ سیدھے امام جعفر صادق علیہ السّلام کے گھر پہنچے۔ امامؑ نے پوچھا:

"مفضّل اتنے رنجیدہ کیوں ہو؟ کیا واقعہ پیش آیا ہے"؟

"اے فرزند رسولؐ! ابھی میں مسجد نبویؐ میں تھا کہ ایک دو دہریہ آکر میرے پاس بیٹھ گئے۔ ان دونوں سے خدا اور رسولؐ کے انکار کے سلسلے میں میں نے ایسی باتیں سنیں کہ میں آگ بگولہ ہو گیا۔ انھوں نے اس طرح کی باتیں کیں اور میں نے ان کو اس طرح جواب دیا"

"پریشان نہ ہو، کل سے میرے پاس آنا میں تمہارے لیے توحید کے موضوع پر درس شروع کروں گا اور اس حد تک خلقت اور پیدائش اسی طرح اور موضوعات مثلاً جاندار و بے جان چرند و پرند، حلال و حرام اور نباتات و جمادات وغیرہ کے بارے میں الٰہی حکمتوں کو بیان کروں گا۔ کہ تمہارے اور ہر محقّق اور حق تلاش کرنے والے کے لیے کافی ہوگا۔ جس سے ہر زندیق اور دہریہ حیرت میں پڑ جائے گا۔ کل میں تمہارا انتظار کروں گا۔"

مفضّل بے حد خوش ہو کر امامؑ سے رخصت ہوئے اور اپنے دل میں کہہ رہے تھے کہ آج کی یہ رنجیدگی کس قدر نتیجہ خیز ثابت ہوئی۔ اس رات انھیں نیند نہیں آئی اور ساری رات صبح کے انتظار میں بسر کی تاکہ صبح ہوتے ہی امامؑ کی خدمت میں بلا تاخیر پہنچیں۔ انھیں ایسا لگ رہا تھا کہ آج کی رات دوسری تمام راتوں کے مقابلہ میں کچھ زیادہ طولانی ہو گئی ہے۔ صبح ہوتے ہی امام کے دولت سرا پر حاضر ہوئے۔ اجازت لے کر داخل ہوئے اور امام کی اجازت

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سے بیٹھ گئے۔ کچھ دیر کے بعد امامؑ اس کمرے کی طرف تشریف لے گئے جہاں مخصوص لوگ بیٹھتے تھے۔ مفضل بھی امامؑ کے اشارہ سے چل پڑے۔ اس وقت جب کہ امامؑ مفضل کے جذبات سے آگاہ تھے فرمایا:

"میرا خیال ہے کہ تم ساری رات انتظار کرتے رہے اور سوئے نہیں۔ اس فکر میں کہ کب صبح ہو اور یہاں آئیں۔"

"جی ہاں ایسا ہی ہے کہ جیسا آپ فرما رہے ہیں۔"

"اے مفضل خداوند عالم تمام مخلوقات سے مقدم ہے اور وہی موجودات میں اول و آخر ہے۔"

"اے فرزندِ رسولؐ! اجازت دیجئے جو کچھ آپ فرما رہے ہیں میں اس کو لکھتا رہوں۔ کاغذ اور قلم موجود ہے"

"کوئی حرج نہیں، لکھ لو۔"

چار دن تک مسلسل طولانی نشستوں میں جو کم از کم صبح سے ظہر تک تھیں امامؑ نے مفضل کو درسِ توحید کی تعلیم فرمائی اور مفضل برابر لکھتے رہے۔ یہ ساری تحریر مستقل رسالہ کی شکل میں سامنے آئی۔ اس وقت "توحید مفضل" کے نام سے جو کتاب پائی جاتی ہے اور خلقت کے سلسلے میں جامع ترین بیان ہے، ان چار طولانی نشستوں کا نتیجہ ہے۔ (۱)

---

(۱) بحارالانوار، جلد ۳، ص۵۷ تا ص۱۵۱، مطبوعہ جدید۔

اونٹوں کا مقابلہ

مسلمان گھوڑ دوڑ، تیر اندازی اور اونٹوں وغیرہ کے مقابلوں میں کافی دلچسپی لیتے تھے، اس لیے کہ اسلام نے ایسے کاموں کو جن کا جاننا اور مشق کرنا فوجیوں کے لیے ضروری ہے رائج کر دیا ہے۔ اس کے علاوہ خود حضرت رسولِ خداؐ نے (جو اسلامی معاشرہ کے پیشوا اور رہبر تھے) خود عملی طور پر ایسے مقابلوں میں شرکت کی۔ یہ مسلمانوں اور خاص طور سے نوجوانوں کو جنگی فنون سیکھنے کی تشویق دلانے کا بہترین ذریعہ تھا۔ جب تک یہ رسم رائج رہی اور رہبرانِ اسلام مسلمانوں کو عملی طور پر ایسے امور میں شوق دلاتے رہے اس وقت تک اسلامی معاشرہ میں عظمت و شجاعت اور جاں نثاری کا حوصلہ باقی رہا۔ رسولؐ کبھی گھوڑے اور کبھی اونٹ پر سوار ہوتے اور بذاتِ خود مقابلہ کرنے والوں کا مقابلہ کرتے تھے۔

رسولِ اکرمؐ کے پاس ایک اونٹ تھا جو دوڑ میں مشہور تھا۔ جس اونٹ سے بھی مقابلہ ہوتا تھا وہ بازی لے جاتا۔ آہستہ آہستہ سادہ لوح گروہ میں یہ خیال پیدا ہوا کہ چونکہ یہ اونٹ رسولؐ سے تعلق رکھتا ہے اسی وجہ سے آگے نکل جاتا ہے لہٰذا دنیا میں ایسا اونٹ پیدا ہونا ممکن نہیں جو اس کا مقابلہ کرے۔

یہاں تک کہ ایک صحرائی عرب اپنے اونٹ کے ساتھ مدینہ آیا اور دعوہ کیا کہ رسولِ اکرمؐ کے اونٹ سے مقابلہ کے لیے حاضر ہوں۔ اصحابِ رسولؐ انتہائی اطمینان کے ساتھ اس دلکش مقابلہ کو جب کہ رسولِ خداؐ خود دوڑانے کے لیے آمادہ تھے، دیکھنے کے لیے شہر سے باہر نکلے۔ حضرت رسولِ خداؐ اور اعرابی روانہ ہوئے وہ معین جگہ جہاں سے مقابلہ کا شروع ہونا قرار پایا تھا وہیں سے دونوں اونٹوں کو تماشائیوں کی طرف دوڑایا گیا۔ تماشائیوں میں عجیب و

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

غریب جوش وخروش پیدا ہوگیا تھا۔ لیکن لوگوں کی امید کے خلاف اعرابی کا اونٹ رسولؐ کے اونٹ سے آگے نکل گیا۔

مسلمانوں کا وہ گروہ جو پیغمبرؐ کے اونٹ کے بارے میں ایک خاص رائے قائم کیے ہوئے تھے اس واقعہ کے رونما ہونے سے بہت رنجیدہ ہوا اور یہ ان کی توقع کے بالکل برعکس تھا ان کے چہروں کے رنگ اتر گئے۔ حضرت رسولؐ خدا نے ان لوگوں سے فرمایا:

"یہ افسوس کی جگہ نہیں، چونکہ میرا اونٹ تمام اونٹوں کے مقابلے میں آگے نکل جاتا تھا لہٰذا وہ اپنے تئیں مغرور ہوگیا تھا۔ اس نے خیال کیا مجھ سے کوئی بازی لے جانے والا نہیں لیکن سنّتِ الٰہی یہ ہے کہ ہر قوی کے لیے قوی تر اور ہر بلندی کے لیے پستی بھی ہے اور ہر غرور کرنے والے کا غرور خاک میں مل جاتا ہے۔"

حضرت رسول خدا صلعم نے اس طرح کی حکمت آموز نصیحت کے ضمن میں ان لوگوں کو ان کی غلطی کی طرف متوجہ کیا۔ (۱)

(۱) وسائل الشیعہ، جلد ۲، ص ۴۷۲

پیاسا نصرانی

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام مکہ و مدینہ کے درمیان کا راستہ طے کر رہے تھے "مصادف" امامؑ کا مشہور غلام بھی آپ کے ساتھ تھا کہ اثنائے راہ میں انہوں نے ایک شخص کو دیکھا۔ جو درخت کے تنے پر عجیب انداز سے پڑا ہوا تھا۔ امامؑ نے مصادف سے فرمایا:

"اس شخص کی طرف چلیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ پیاسا ہو اور پیاس کی شدت سے اس طرح بے حال ہوگیا ہو۔"

اس کے قریب پہنچے، امامؑ نے اس سے معلوم کیا:

"کیا تو پیاسا ہے؟"

"جی ہاں"

امامؑ کے حکم کے مطابق مصادف نیچے آیا اور اس شخص کو پانی دیا لیکن اس شخص کی شکل و صورت اور لباس سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ مسلمان نہیں بلکہ عیسائی ہے۔

جس وقت امامؑ اور مصادف وہاں سے دور ہو گئے، مصادف نے امامؑ سے مسئلہ پوچھا:

"کیا نصرانی کو صدقہ دینا جائز ہے؟"

"ہاں ضرورت کے وقت۔ جیسے اس وقت" (۱)

(۱) وسائل الشیعہ، جلد ۲، ص ۵

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas
jabir.abbas@yahoo.com

Presented by: Rana Jabir Abbas

علیؑ کے مہمان

ایک شخص اپنے بیٹے کے ساتھ حضرت علی علیہ السلام کا مہمان ہوا۔ حضرت علیؑ نے ان کا بہت زیادہ احترام کیا اور بزم میں نمایاں جگہ دی اور خود ان کے سامنے بیٹھ گئے۔ کھانے کا وقت آیا، کھانا لایا گیا؛ لوگوں نے کھایا۔ کھانے کے بعد قنبر حضرت علیؑ کے مشہور غلام تولیہ، طشت اور لوٹا ہاتھ دھلانے کے لیے لائے۔ حضرت علیؑ نے قنبر کے ہاتھ سے ان چیزوں کو لے لیا اور آگے بڑھے تاکہ خود مہمانوں کا ہاتھ دھلائیں۔ مہمان نے اپنے ہاتھ کھینچ لیے اور عرض کیا:

"کیا یہ ممکن ہے کہ آپ میرے ہاتھ دھلائیں"؟

حضرت علیؑ نے فرمایا: "تمہارا بھائی تم ہی جیسا ہے وہ تمہاری خدمت کا شرف حاصل کرنا چاہتا ہے تاکہ اس کے عوض خداوند عالم اس کو جزا دے۔ پھر تم کیوں نہیں چاہتے کہ کارِ ثواب انجام دوں؟"

پھر بھی اس شخص نے انکار کیا آخر کار حضرت علیؑ نے اسے قسم دی کہ "میں برادرِ مؤمن کی خدمت کا شرف حاصل کرنا چاہتا ہوں، لہٰذا مجھے نہ روکو" مہمان شرمندگی اور پشیمانی کی حالت میں راضی ہوا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا:

"میری خواہش ہے کہ تم اپنے ہاتھوں کو اسی طرح دھونا جیسے اگر قنبر ہاتھ دھلاتے اور تم دھوتے، شرمندگی اور تکلف نہ کرو۔"

جیسے ہی مہمان کا ہاتھ دھلا کر فارغ ہوئے اپنے بیٹے محمد ابن حنفیہ سے فرمایا: اس کے بیٹے کے ہاتھ تم دھلاؤ۔ چونکہ میں تمہارا باپ ہوں اس لیے اس کے باپ کے ہاتھ دھلائے

اور تم میرے بیٹے ہو اس لیے اس کے بیٹے کا ہاتھ دھلاؤ۔ اگر بیٹا باپ کے ساتھ نہ ہوتا بلکہ صرف بیٹا میرا مہمان ہوتا تو میں خود ہی اس کے ہاتھ دھلاتا۔

اس لیے کہ خداوند عالم چاہتا ہے کہ جہاں باپ اور بیٹے دونوں جمع ہوں ان کے احترام میں فرق ہونا چاہیے محمد حنفیہ نے باپ کے حکم کی تعمیل میں بیٹے کے ہاتھ دھلائے۔ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"حقیقی شیعہ کو ایسا ہی ہونا چاہیے۔"(۱)

(۱) بحار الانوار، جلد ۹، ص ۵۹۸ مطبوعہ تبریز

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مجذوم افراد

مدینہ میں کچھ افراد جذام کے مریض تھے۔ لوگ نفرت و وحشت کے سبب ان لوگوں سے بھاگتے تھے۔ یہ بے چارے اپنی جسمانی بیماری اور لوگوں کی نفرت کے باعث کچھ اور ہی زیادہ روحانی تکلیف برداشت کر رہے تھے چونکہ وہ یہ دیکھ رہے تھے کہ دوسرے لوگ ان سے نفرت کرتے ہیں اس لیے یہ لوگ آپس میں ہی مل بیٹھ کر باتیں کرتے تھے ایک دن جس وقت یہ لوگ سب ساتھ بیٹھ کر کھانا کھا رہے تھے۔ حضرت زین العابدین علیہ السلام کا ادھر سے گذر ہوا۔ ان لوگوں نے امامؑ کو اپنے دسترخوان پر دعوت دی؛

امامؑ نے معذرت کرتے ہوئے فرمایا:

"میں روزہ سے ہوں اگر روزہ سے نہ ہوتا تو آجاتا میری خواہش ہے کہ فلاں روز آپ لوگ میرے مہمان ہوں"

یہ کہہ کر حضرت سجادؑ چل دیے۔

حضرت امام سجاد علیہ السلام نے گھر میں ایک بہترین اور عمدہ کھانا پکائے جانے کا حکم دیا۔ مہمان اسی وعدے کے مطابق حاضر ہوئے۔ نہایت احترام کے ساتھ ان لوگوں کے لیے دسترخوان بچھایا گیا۔ ان لوگوں نے کھانا کھایا اور امامؑ نے بھی اسی دسترخوان پر بیٹھ کر انھیں کے ساتھ کھانا کھایا۔ (۱)

---

(۱) وسائل الشیعہ جلد ۲ ص ۴۵۰

ابن سیابہ

عبدالرحمٰن ابن سیابہؒ کوفی ایک ایسا نوجوان تھا جس کے باپ کا انتقال ہو چکا تھا۔ باپ کی موت ایک طرف، تنگدستی اور بے کاری دوسری طرف؛ یہ دونوں چیزیں اس کی روحانی تکلیف کا سبب تھیں۔ ایک دن گھر میں بیٹھا ہوا تھا کہ کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ آنے والا شخص اس کے باپ کا دوست تھا۔ اس نے پہلے تعزیت پیش کی اور ہمدردی کا اظہار کیا پھر اس کے بعد پوچھا:

"کیا تمہارے والد کا کچھ سرمایہ بچا بھی ہے؟"

"نہیں"

"یہ ایک ہزار درہم لو اور کوشش اس بات کی کرنا کہ اسی کو سرمایہ (پونجی) سمجھ کے اس کے منافع کو خرچ کرنا۔"

یہ بات کہہ کر وہ دروازے سے ہی پلٹ پڑا اور روانہ ہو گیا۔

عبدالرحمٰن خوشی خوشی اپنی ماں کے پاس پہنچے اور پیسوں کی تھیلی دکھائی پھر سارا واقعہ بیان کر دیا۔ اپنے باپ کے دوست کے مشورے اور تاکید کے مطابق کاروبار کی فکر میں پڑ گئے۔ صبح نمودار ہونے سے پہلے ہی پیسوں کو سامان میں بدل دیا۔ ایک دکان لے کر کاروبار اور تجارت میں مشغول ہو گئے۔ ابھی زیادہ عرصہ نہ گذرا تھا کہ تجارت اور کاروبار میں کافی ترقی ہوئی۔ جب حساب و کتاب کیا تو پتہ چلا کہ گھریلو ضروریات پورے ہونے کے علاوہ بہت زیادہ مقدار میں سرمایہ میں اضافہ ہوا ہے۔ سوچا کہ حج کے لیے جائیں۔ اپنی ماں سے مشورہ کیا تو ماں نے کہا:

"پہلے تو تم اپنے باپ کے دوست کے پاس جاؤ اور ان کے وہ ایک ہزار درہم جو ہماری

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

زندگی کے لیے پر برکت سرمایہ ثابت ہوا ہے واپس کر دو، اس کے بعد حج کے لیے جاؤ۔"

عبدالرحمٰن اس شخص کے پاس گیا اور ایک ہزار درہم سے بھری تھیلی اس کے سامنے رکھ کر کہا:

"اپنے پیسے لے لیجئے" اس شخص نے پہلے تو یہ خیال کیا شاید پیسے کی مقدار کم رہی ہو اور کچھ دنوں بعد عبدالرحمٰن انہیں پیسوں کو واپس کر رہا ہے۔ اس شخص نے کہا:

"اگر پیسے کی یہ مقدار کم ہے تو کچھ اور اضافہ کر دوں؟"

عبدالرحمٰن نے کہا: "کم نہیں ہے، بہت ہی بابرکت پیسہ تھا۔ چونکہ اب میں خود ایک سرمایہ کا مالک ہوں اس لیے اب اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اس لیے حاضر ہوا ہوں کہ آپ کی محبت کا شکریہ ادا کروں اور یہ پیسے واپس کر دوں۔ خاص طور سے اس وقت جب کہ میں عازم حج ہوں، یہ چاہتا تھا کہ آپ کا پیسہ آپ ہی کے پاس رہے۔" عبدالرحمٰن نے یہ بات کہی اور اس گھر سے باہر نکلے اور حج کے سفر کی تیاری شروع کی۔

ارکان حج بجا لانے کے بعد مدینہ منورہ آئے اور کافی لوگوں کے ساتھ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرتؑ کے گھر ایک اچھا خاصہ مجمع اکٹھا تھا نوجوان عبدالرحمٰن سب کے پیچھے جا کر بیٹھ گیا۔ لوگوں کی آمد و رفت اور وہ سوال و جواب جو امامؑ سے ہو رہے تھے سب اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ جس وقت بزم میں تھوڑی خلوت ہوئی امامؑ نے اشارے سے اسے اپنے پاس بلا لیا اور پوچھا:

"کیا تمہیں کوئی کام ہے؟"

"میں عبدالرحمٰن ابن سیابہ کوفی بجلی ہوں"

"تمہارے والد کا کیا حال ہے؟"

"میرے والد کا انتقال ہو گیا۔"

"افسوس صد افسوس، خدا ان پر رحمت نازل کرے۔ کیا تمہیں باپ کی طرف سے میراث میں کچھ ملا ہے؟"

"نہیں، کچھ بھی نہیں تھا"

"پھر کیسے حج کی توفیق ہوئی؟"

"واقعہ کچھ اس طرح ہے: ہم لوگ اپنے والد کے انتقال کے بعد بہت پریشان تھے باپ کی موت ایک طرف اور فقیری و پریشانی نے دوسری طرف سے ہمیں تنگ کر رکھا تھا یہاں تک کہ ایک دن میرے والد کے ایک دوست نے ایک ہزار درہم لا کر دیے اور ہم سے تعزیت پیش کرتے ہوئے کہا کہ میں اس پیسے کو سرمایہ قرار دوں اور تجارت کروں میں نے یہی کام کیا اور اس کے منافع سے سفر حج کا بندوبست کیا۔۔۔۔"

جب عبدالرحمٰن کی گفتگو یہاں تک پہنچی، حضرت امام علیہ السلام نے قبل اس کے کہ وہ اپنی داستان تمام کرے فرمایا:

"اچھا یہ بتاؤ کہ اپنے باپ کے دوست والے وہ ایک ہزار درہم کیا کیے؟"

"ان کے اشارے کے مطابق اپنی روانگی سے پہلے خود اسے واپس کر دیا تھا۔"

"شاباش، اس وقت کیا تمہیں پسند ہے کہ میں ایک نصیحت کروں؟"

"ضرور ضرور! میں آپ پر فدا ہو جاؤں"

"سچائی اور امانت داری تم پر واجب ہے۔ سچا اور امانت دار انسان لوگوں کے مال میں شریک ہوتا ہے"(1)

---

(1) سفینۃ البحار، جلد ۲، صـ۱۱ مادہ "عبد"

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

قاضی کا مہمان

ایک شخص عام مہمان کی حیثیت سے حضرت علی علیہ السلام کے گھر وارد ہوا۔ کئی دن تک آپ کا مہمان رہا، لیکن وہ ایک عادی مہمان نہ تھا۔ بلکہ اس کے دل میں ایک بات تھی جس کا شروع سے اظہار نہیں کیا تھا۔ حقیقت یہ تھی کہ یہ شخص کسی دوسرے شخص سے اختلاف رکھتا تھا اور اس بات کا منتظر تھا کہ دوسرا فریق حاضر ہو تو جھگڑے کو حضرت کی خدمت میں پیش کرے۔ یہاں تک کہ ایک دن خود ہی اصل مطلب سے پردہ اٹھایا اور موضوع اختلاف اور فیصلے کو عنوان کیا۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

"پس تو دعویدار فریق ہے؟"

"جی ہاں یا امیرالمؤمنینؑ۔"

"بہت ہی معذرت چاہتا ہوں کہ آج سے ایک مہمان کی حیثیت سے میں تمہاری مہمانداری نہیں کر سکتا؛ اس لیے کہ حضرت رسول خدا صلعم نے ارشاد فرمایا ہے:

"جب بھی قاضی کے پاس کوئی مقدمہ پیش ہو تو قاضی کو یہ حق نہیں کہ صرف ایک فریق کی مہمانداری کرے فقط اس صورت میں کہ دونوں فریق مہمانی میں حاضر ہوں۔" (۱)

(۱) وسائل الشیعہ، جلد ۲، ص ۳۹۵

بازاری باتیں

یہ اس زمانے کی بات ہے جب کہ حضرت امام علی ابن موسی الرضا علیہ السلام مامون کے حکم سے خراسان لائے گئے تھے اور چار و ناچار ایک خاص شرائط کے ساتھ مامون کی ولی عہدی قبول کر لی تھی۔ "زید النار" امامؑ کے بھائی بھی خراسان میں تھے۔ زید نے مدینہ میں جو انقلاب برپا کیا تھا اس کے باعث مامون کے غیظ و غضب کا نشانہ بنے ہوئے تھے، لیکن مامون کی اس وقت کی سیاست کا تقاضہ یہ تھا کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کی عظمت و بزرگی کا لحاظ رکھا جائے۔ امامؑ کی خاطر ان کے بھائی کے قتل یا قید کرنے کو اس نے نظرانداز کر دیا تھا۔

ایک دن ایک عام جلسے میں کثرت سے لوگ شریک تھے۔ حضرت امام رضا علیہ السلام ان لوگوں سے خطاب فرما رہے تھے، دوسری طرف "زید" نے جلسے والوں میں سے کچھ کو اپنی طرف متوجہ کر لیا تھا اور ان لوگوں سے فضیلت سادات اور اولاد رسولؐ "کہ وہ خصوصی امتیاز کے حامل ہیں" کے بارے میں گفتگو کر رہا تھا اور بار بار یہی کہتا جا رہا تھا: "ہمارا ایسا خاندان ہے ویسا خاندان ہے"۔

امامؑ "زید کی باتوں کی طرف متوجہ ہوئے اور اچانک تند نگاہوں اور "اے زید" کے سخت لہجہ سے زید اور سارے مجمع کو اپنی طرف متوجہ کر لیا پھر فرمایا: "اے زید کیا کوفہ کے سبزی فروشوں کی باتوں پر مطمئن ہو گئے ہو۔ برابر اسی کو لوگوں سے کہہ رہے ہو یہ کیا باتیں ہیں جو تو لوگوں سے کہتا ہے وہ جو تم نے سنا ہے کہ اولادِ زہراؑ آتش جہنم سے محفوظ رہیں گے اس سے مراد حضرت فاطمہ زہراؑ کی بلافصل اولاد" حضرت امام حسنؑ و امام حسینؑ اور ان کی دو بہنیں ہیں۔" اگر اس کا مطلب یہ ہوتا جو تم بیان کر رہے ہو کہ اولاد فاطمہؑ امتیازی خصوصیت کے حامل ہیں اور ہر لحاظ سے اہل نجات

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اورسعادت ہیں، توپھر تم اپنے والد حضرت امام موسیٰ ابن جعفر علیہم السّلام سے زیادہ قابل احترام ہو۔ اس لیے کہ انھوں نے دنیا میں خدا کی اطاعت میں زندگی بسر کی اور عابد شب زندہ دار و دلوں میں روزہ رکھنے والے (قائم اللیل، صائم النہار) تھے اور تم خدا کی نافرمانی کرتے ہو۔ تمہارے قول کے مطابق دونوں برابر اور اہل نجات و سعادت ہیں۔ پھر تو فائدے میں رہے۔ اس لیے کہ حضرت موسیٰ ابن جعفرؑ نے عمل کیا اور سعادت مند قرار پائے اور تم نے کوئی کام نہیں کیا اور کوئی پریشانی بھی نہیں اٹھائی اور رکھا رکھایا خزانہ بھی تمہیں مل گیا۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام فرمایا کرتے تھے:

"ہم اہل بیتِ رسولؐ سے نیکو کار افراد دوگنا اجر رکھتے ہیں اور بدکار افراد دوگنا عذاب رکھتے ہیں ــــ اسی طرح سے جیسا کہ قرآن نے ازواج رسولؐ کے بارے میں وضاحت کی ہے۔ اس لیے کہ میرے خاندان کے جس شخص نے نیک کام کیا؛ حقیقت میں اس نے دو کام انجام دیے ایک تو یہ کہ دوسروں کی طرح اس نے بھی عمل کیا؛ دوسرے یہ کہ اس نے حضرت رسول خدا صلعم کی عظمت و بزرگی کا بھی احترام کیا اور اس کی حفاظت کی۔ اور ہم میں جو شخص گناہ کرتا ہے گویا وہ دو گناہ کا مرتکب ہوتا ہے، ایک یہ کہ اس نے دوسرے لوگوں کی طرح برا کام کیا، دوسرے یہ کہ اس نے حضرت رسول خدا صلعم کی عزّت و آبرو مٹا دی۔"

اس وقت امامؑ نے اپنا رُخ حسن ابن موسیٰ وشاء بغدادی کی طرف کیا جو اہل عراق میں سے تھے، اور اسی جلسے میں موجود تھے۔ حضرتؑ نے فرمایا:

"عراق کے لوگ اس آیۂ کریمہ: "انّہ لیس من اھلك انہ عمل غیر صالح" کو کس طرح پڑھتے ہیں؟"

"اے فرزندِ رسولؐ، بعض لوگ تو معمول کے مطابق اِنّہٗ عملٌ غَیرُ صالح (۱) پڑھتے

(۱) یعنی یہ تمہارا فرزند غیر صالح ہے

ہیں۔ لیکن بعض دوسرے لوگ جو باور نہیں کرتے کہ خداوند عالم نوحؑ کے بیٹے کو اپنے قہر و غضب کا نشانہ بنائے گا؛ آیت کو "انّہٗ عَمِلَ غَیرَ صالحٍ" (۱) پڑھتے ہیں اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ وہ حقیقت میں حضرت نوحؑ کی نسل سے نہ تھا۔ خدا نے حضرت نوحؑ سے فرمایا ہے کہ اے نوحؑ یہ تمہاری نسل سے نہیں ہے، اگر وہ تمہاری نسل سے ہوتا تو تمہاری خاطر اس کو نجات دے دیتا۔"

امامؑ نے فرمایا: "ہرگز ایسا نہیں ہے، وہ جناب نوحؑ کا حقیقی بیٹا تھا، انھیں کی نسل سے تھا۔ چونکہ وہ بدکار و نافرمان ہوگیا تھا اس لیے حضرت نوح علیہ السّلام سے اس کا روحانی رشتہ منقطع کیا گیا اور نتیجہ میں حضرت نوحؑ سے کہا گیا کہ یہ تمہارا بیٹا صالح نہیں ہے۔ اس لحاظ سے وہ صالح افراد کی صف میں نہیں آسکتا۔ ہمارے خاندان کا مسئلہ بھی اسی طرح ہے۔ روحانی رشتہ تقویٰ و عمل صالح اور امرِ خدا کی فرمانبرداری ہے۔

جو بھی خدا کی اطاعت کرے گا وہ ہم اہل بیت سے ہے چاہے وہ ہم سے نسلی اور جسمانی رابطہ رکھتا ہو۔ جو شخص بھی گنہگار ہوگا وہ ہم میں سے نہیں ہے چاہے وہ حضرت فاطمہ زہراؑ کی حقیقی اور صحیح النسب اولاد سے بھی ہو۔ خود تم بھی اگرچہ ہم سے کوئی نسبت نہیں رکھتے، اگر خدا کے فرمانبردار بندے بن جاؤ اور عمل صالح کرو تو ہم میں سے ہو۔" (۲)

(۱) یعنی وہ ایک بُرے آدمی کا بیٹا ہے، تمہارا بیٹا نہیں ہے۔

(۲) بحار الانوار، جلد ۱۰ ص ۶۵

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بوڑھا اور بچّے

ایک بوڑھا آدمی وضو کر رہا تھا لیکن صحیح طریقے سے وضو کی ترکیب نہیں جانتا تھا۔ حضرت امام حسنؑ اور امام حسینؑ نے جو اس وقت بچے تھے اس بوڑھے آدمی کو وضو کرتے ہوئے دیکھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جاہل کے لیے احکام و مسائل کی تعلیم اور اس کی ہدایت واجب ہے بوڑھے آدمی کو صحیح وضو سکھانا چاہیے۔ لیکن اگر اس سے بلاواسطہ یہ کہا جاتا کہ تمہارا وضو صحیح نہیں ہے، علاوہ اس کے کہ اس کی رنجیدگی کا سبب ہوتا ہمیشہ کے لیے اس کے دل میں وضو کے سلسلے میں ایک تلخ بات یاد رہ جاتی اور اسی طرح کہاں معلوم کہ وہ براہِ راست ٹوکنے کو اپنی توہین محسوس نہ کرتا اور یکبارگی اکڑ جاتا اور کسی طرح وہ بات قبول کرنے کو تیار نہ ہو۔

ان دونوں بچوں نے سوچا کہ براہِ راست اس سے نہ کہیں بلکہ پہلے تو آپس میں گفتگو اس طرح کرنے لگے کہ بوڑھا سن رہا تھا۔ ایک نے کہا: "میرا وضو تمہارے وضو سے کامل تر ہے"

دوسرے نے کہا: "میرا وضو تمہارے وضو سے زیادہ کامل ہے"

اس کے بعد دونوں اس پر راضی ہو گئے کہ بوڑھے آدمی کے سامنے وضو کریں اور یہ بوڑھا شخص فیصلہ کرے کہ کس کا وضو صحیح ہے۔ دونوں کی موافقت کے مطابق دونوں نے بوڑھے آدمی کے سامنے صحیح اور کامل وضو کیا۔ بڈھا اب متوجہ ہوا کہ صحیح وضو کس طرح ہوتا ہے۔ اس نے اپنی فراست سے سمجھ لیا کہ ان دو بچوں کا اصلی مقصد کیا تھا ان کی بے لوث محبت اور ہوش و ذہانت سے متاثر ہو کر اس نے کہا:

"تم دونوں کا وضو صحیح اور کامل ہے۔ میں بوڑھا اور نادان آدمی ابھی صحیح وضو کرنا نہیں جانتا اسی محبت کی بنا پر جو آپ اپنے جدّ کی امت سے رکھتے ہیں، مجھے متنبہ کیا۔ جس کا بے حد شکر گذار ہوں۔"[1]

---

[1]: بحار الانوار، جلد ۱۰، ص۸۹

سعد کا پیغام

جنگ احد کا غم انگیز اور پر انقلاب واقعہ اختتام کی منزلوں میں پہنچا۔ مسلمانوں نے اگرچہ آغازِ جنگ میں ایک زبردست حملہ کیا تھا اور مردانہ وار جہاد میں مشرکین قریش کے بہت سے بہادروں کو زمین پر ڈھیر اور انھیں فرار ہونے پر مجبور کر دیا تھا؛ لیکن بعض مجاہدین کی غفلت اور بے راہ روی کے سبب ابھی عرصہ نہیں گذرا تھا کہ کایا پلٹ گئی اور مسلمانوں کا محاصرہ ہو گیا۔ بہت سے لوگ مارے گئے۔

اگر خود حضرت رسول خدا صلعم اور معدودِ چند افراد کی مزاحمت نہ ہوتی تو مسلمانوں کا کام سرے سے تمام ہی ہو جاتا، لیکن آخر میں مسلمانوں کے لیے ممکن ہوا کہ اپنی طاقتوں کو اکٹھا کر کے حملہ کریں اور آخری شکست سے بچ جائیں۔ مسلمانوں کے جذبات ٹھنڈے پڑ جانے کا سبب جو چیز تھی وہ رسول خداؐ کے قتل پر مبنی افواہیں تھیں، اس پروپگنڈے نے مسلمانوں کے جذبات کو کمزور کر دیا تھا۔ اس کے برخلاف مشرکین قریش میں ہمت و طاقت پیدا ہو گئی تھی لیکن قریش والوں نے جیسے ہی سمجھا کہ یہ جھوٹی خبر ہے اور رسول اکرمؐ ابھی زندہ ہیں۔ اسی مقدار کامیابی کو غنیمت سمجھا اور مکہ کی جانب چل پڑے۔ مسلمانوں میں بہت سے مارے گئے اور بہت سے زخمی ہو کر زمین پر پڑے ہوئے تھے۔ بہت سے خوفزدہ ہو کر ادھر ادھر منتشر ہو گئے تھے۔ کچھ تھوڑے سے لوگ رسولؐ کے پاس رہ گئے تھے۔ جو زمین پر زخمی پڑے تھے اور جو ادھر ادھر بھاگ گئے تھے انھیں انجامِ کار کی کوئی خبر نہیں تھی اور یہ معلوم نہیں تھا کہ آیا رسول خدا صلعم زندہ ہیں یا نہیں؟

اسی دوران ایک فراری مسلمان ایک زخمی سعد ابن ربیع جسے بارہ زخم لگے تھے کے پاس سے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

گذرا اور ان سے کہا :

" جیسا کہ ہم نے سنا ہے کہ رسولؐ قتل کر دیے گئے !" سعد نے کہا :

" لیکن محمدؐ کا خدا تو زندہ ہے جسے ہرگز موت نہ آئے گی تم بیکار کیوں ہو اپنے دین کا دفاع کیوں نہیں کرتے ؟ ہمارا فریضہ ذاتِ محمدؐ کا دفاع نہیں تھا، کہ جس وقت وہ قتل کر دیے جائیں گے تو مسئلہ ختم ہو جائے گا۔ ہم اپنے دین کا دفاع کر رہے تھے اور یہ مسئلہ ہمیشہ باقی رہے گا۔"

دوسری طرف حضرت رسولِ خداؐ اپنے اصحاب کو یاد کر رہے تھے کہ دیکھیں کون زندہ ہے کون مر گیا؟ کس کا زخم قابلِ علاج ہے کس کا نہیں؟ حضرتؐ نے فرمایا:

" کون شخص ہے جو جا کر سعد ابن ربیع کی صحیح خبر لائے ؟"

ایک انصاری نے کہا : " میں حاضر ہوں "

انصاری گیا اور سعد کو مقتولین کے درمیان پایا لیکن ابھی رمقِ حیات اس میں باقی تھی اس سے کہا :

" حضرت رسولِ خدا صلعم نے مجھے بھیجا ہے تاکہ تمہاری خبر ان کے پاس پہنچاؤں کہ تم مردہ ہو یا زندہ ؟" سعد نے کہا :

میرا سلام حضرت پیغمبرِ اسلامؐ کی خدمت میں پہنچاؤ اور کہو کہ سعد مرنے والوں میں ہے اس لیے کہ اس کی زندگی میں چند لمحے سے زیادہ کچھ باقی نہیں ہے اور کہنا کہ سعد نے کہا ہے :

" خداوندِ عالم آپ کو بہترین جزا جو ایک پیغمبر کے شایانِ شان ہے عطا کرے۔" اس وقت کہا کہ یہ پیغام میری طرف سے پیغمبرؐ کے دوستوں اور انصار تک پہنچا دو کہ سعد کہہ رہا تھا : " اگر رسولِ اسلامؐ کو کسی قسم کا کوئی گزند پہنچا اور تمہاری جانیں سالم رہیں تو خدا کے نزدیک تمہارا کوئی عذر قابلِ قبول نہ ہوگا۔" ابھی یہ انصاری سعد ابن ربیع سے زیادہ دور نہیں ہوا تھا کہ سعد نے داعیِ اجل کو لبیک کہا۔(۱)

(۱) شرح ابن ابی الحدید، جلد ۲، ص ۵۷۴ مطبوعہ بیروت و سیرۂ ابن ہشام جلد ۲ ص ۹۴ ۔

ایک مستجاب دعا

" خدایا مجھے میرے خاندان میں نہ پلٹانا !"

یہ وہ جملہ تھا جسے ہند زوجۂ عمرو ابن الجموح نے اس وقت اپنے شوہر کی زبان سے سنا تھا جب کہ وہ مسلح ہو کر جنگِ احد میں شرکت کرنے کے لیے روانہ ہو رہا تھا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ عمرو ابن الجموح نے مسلمانوں کے ساتھ جہاد میں شرکت کی تھی۔ اس وقت تک اس نے شرکت نہیں کی تھی اس لیے کہ وہ اپنے ایک پیر سے معذور تھا اور بہت زیادہ لنگڑاتا تھا۔ قرآن کے صریح حکم کے مطابق اندھے، لنگڑے اور بیمار آدمی پر جہاد واجب نہیں ہے۔ (۱)

اگرچہ اس نے بذاتِ خود ابھی تک جہاد میں شرکت نہیں کی تھی لیکن اس کے چار بہادر لڑکے تھے جو سب کے سب رسولؐ کے ہمراہ و ہم رکاب تھے۔ کوئی یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا نہ امید ہی رکھتا تھا کہ عمرو ابن الجموع عذرِ شرعی رکھنے کے باوجود اور چار بہادر بیٹوں کے میدان میں چلے جانے کے بعد بھی وہ خود اسلحہ اٹھائے گا اور مجاہدین سے ملحق ہو جائے گا۔

جس وقت عمرو ابن الجموح کے عزیزوں کو اس کے ارادے کی اطلاع ملی وہ لوگ اس خیال سے آئے کہ اسے روکا جائے۔ سب نے کہا :

" پہلی بات تو یہ ہے کہ تم شرعاً جہاد سے معذور ہو، دوسرے یہ کہ تمہارے چار بہادر فرزند رسولؐ کے ساتھ جا چکے ہیں، اب یہ ضروری نہیں کہ تم خود بھی میدانِ جنگ میں جاؤ !" اس نے کہا:

" جس بنیاد پر میرے بیٹے ابدی سعادت کی تمنا اور بہشت جاوید کی آرزو لے کر گئے ہیں میری بھی وہی تمنا اور آرزو ہے۔ تعجب کی بات ہے کہ وہ لوگ درجۂ شہادت پر فائز ہوں اور

(۱) " لیس علی الاعمیٰ حرج، ولا علی الاعرج حرج، ولا علی المریض " سورۂ فتح آیت ۱۸

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com

http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

میں گھر میں تم لوگوں کے پاس رہ جاؤں ؛ ایسا ہرگز ممکن نہیں"

رشتہ داروں اور عزیزوں نے عمرو ابن الجموح کا پیچھا نہ چھوڑا اور برابر ایک کے بعد دوسرے آتے رہے تاکہ اس کے ارادے سے اسے باز رکھیں۔ عمرو نے ان سے چھٹکارا پانے کے لیے رسولِ خدا کی خدمت میں التجا کی :

" یا رسولؐ اللہ ! میرے خاندان والے مجھے گھر کی چار دیواری میں بند کرنا چاہتے ہیں اور یہ نہیں چاہتے کہ میں جہاد میں شرکت کروں۔ خدا کی قسم میری تمنا ہے کہ اسی لنگڑے پاؤں کے ساتھ جنت میں جاؤں"

" اے عمرو ! تم تو عذرِ شرعی رکھتے ہو، خدا نے تمہیں معذور رکھا ہے۔ تم پر جہاد واجب نہیں ہے"

" یا رسولؐ اللہ ! مجھے معلوم ہے کہ اس حالت میں مجھ پر جہاد واجب نہیں پھر بھی . . . ."

" حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا : اس کو نہ روکیں، جانے دیجیے، یہ شہادت کی تمنا رکھتا ہے۔ شاید خدا اسے نصیب کرے۔"

میدانِ احد میں سب سے زیادہ قابلِ دید منظر اور مقابلے کی بات عمرو ابن الجموح کا جہاد تھا جو اپنے لنگڑے پیر کے ساتھ قلبِ لشکر پر بڑھ بڑھ کر حملہ کر رہا تھا اور پکار پکار کر کہہ رہا تھا: "مجھے بہشت کی تمنا ہے" اس کا ایک بیٹا بھی باپ کے پیچھے پیچھے لڑ رہا تھا۔ دونوں نے اس قدر مشتاقانہ جنگ کی کہ درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔

جنگ ختم ہونے کے بعد مدینہ کی بہت سی عورتیں شہر سے باہر آئیں تاکہ قریب سے حالات کا جائزہ لیں خاص طور پر اس لیے کہ مدینہ میں وحشت ناک خبریں پہنچیں تھیں۔ حضرت عائشہ زوجۂ رسولؐ بھی انھیں عورتوں میں تھیں۔ حضرت عائشہ شہر سے تھوڑی ہی دور باہر نکلی تھیں کہ ہند زوجۂ عمرو ابن الجموح پر نظریں پڑیں۔ اسے ایسی حالت میں دیکھا کہ ایک اونٹ پر تین جنازے

رکھے ؛ مہار ہاتھ میں پکڑے ؛ اونٹ کو مدینہ کی طرف لئے چلی آرہی ہے۔ عائشہ نے اس سے پوچھا :

" کیا خبر ہے ؟"

" الحمدللہ، رسولِ خدا صلعم سلامت ہیں۔ جب وہ صحیح و سالم ہیں تو پھر کوئی دوسرا غم نہیں دوسری خبر یہ ہے کہ " ردّ اللہ الذین کفروا بغیظھم " خداوندِ عالم نے کفار کو جب کہ وہ غصہ میں بھرے تھے ناکام پلٹا دیا۔"

" یہ کس کے جنازے ہیں ؟"

" یہ جنازے میرے بھائی، میرے بیٹے اور میرے شوہر کے ہیں"

" کہاں لیے جا رہی ہو ؟"

" مدینہ لیے جا رہی ہوں تاکہ دفن کروں"

ہند نے یہ باتیں کہیں اور اونٹ کی مہار پکڑ کر مدینہ کی طرف کھینچتی چلی گئی ؛ لیکن اونٹ بڑی مشکل اور زحمت کے ساتھ ہند کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔ آخر کار وہ بیٹھ گیا۔ حضرت عائشہ نے کہا:

" اونٹ کا بوجھ بھاری ہے، اس لیے نہیں لے جا پا رہا ہے۔"

" ایسا نہیں ہے۔ یہ ہمارا اونٹ بہت طاقتور ہے۔ عام طور سے دو اونٹ کا بار لاد لیتا ہے۔ دوسری کوئی اور وجہ ہو سکتی ہے۔ یہ کہہ کر اونٹ کو آگے بڑھانا چاہتی تھی کہ اسے مدینہ کی طرف لے جائے۔ دوبارہ اس نے گھٹنے زمین پر ٹیک دیے اور بیٹھ گیا۔ جیسے ہی اس کا رخ میدانِ احد کی طرف ہوا نہایت تیزی کے ساتھ راستے پر چل پڑا۔ ہند نے دیکھا عجیب بات ہے کہ اونٹ مدینہ کی طرف جانے کو تیار نہیں ، لیکن احد کی طرف آسانی اور تیز رفتاری کے ساتھ چلا جا رہا ہے۔ دل میں سوچا شاید کوئی راز ہے۔ ہند اسی حالت میں اونٹ کی مہار کھینچتی ہوئی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ایک دم میدان احد کی طرف پلٹی اور حضرت رسولؐ خدا کی خدمت میں پہنچی:

"یا رسولؐ اللہ! عجیب ماجرا ہے، میں نے ان جنازوں کو اونٹ پر رکھا اور مدینہ کی طرف چلی تاکہ دفن کروں، جس وقت اس اونٹ کو مدینہ کی طرف لے جانا چاہتی ہوں یہ میری اطاعت نہیں کرتا لیکن احد کی طرف آسانی سے چلا آتا ہے ایسا کیوں ہے؟"

"جس وقت تیرا شوہر میدان احد کی طرف آ رہا تھا کچھ کہا تھا؟"

"یا رسولؐ اللہ! جس وقت چلنے لگا تھا اس سے ایک جملہ سنا تھا: "خدایا مجھے میرے خاندان میں نہ پلٹانا"۔"

"بس یہی بات ہے؛ اس مجاہد شہید کی خالصانہ "دعا مستجاب" ہوئی ہے۔ خدا نہیں چاہتا یہ جنازہ واپس جائے۔ تم انصار کے درمیان ایسے شخص پائے جاتے ہیں کہ وہ خدا سے جس چیز کو چاہتے ہیں اور قسم دیتے ہیں خدا ان کی دعاؤں کو قبول کرتا ہے۔ تمہارا شوہر عمرو ابن الجموح انہیں لوگوں میں سے ہے۔"

حضرت رسول خدا صلعم کے سامنے ان تینوں افراد کو احد میں دفن کر دیا گیا؛ اس وقت آنحضرتؐ نے ہند کی طرف رخ کر کے فرمایا:

"یہ تینوں افراد اس دنیا میں بھی ساتھ ہوں گے۔"

"اے رسولؐ خدا میرے لیے بھی دعا کریں کہ میں بھی ان کے پاس پہنچ جاؤں۔" (۱)

---

(۱) شرح ابن ابی الحدید، جلد ۳، مطبوعہ بیروت، ص ۵۶۶

پناہندگی کا خاتمہ

جن مسلمانوں نے قریش والوں کے ظلم و ستم اور شکنجوں سے تنگ آکر مکہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی، ہر روز وہ مکہ اور مکہ والوں کی طرف سے ایک نئی خبر سننے کے منتظر رہتے تھے اگرچہ یہ لوگ اور ان کے ہم مسلک افراد جو توحید و عدالت کے علمبردار تھے — مخالفین کے مقابلے میں جو کہ بت پرستی اور نظام جاہلیت کے حامی تھے، بہت ہی اقلیت میں تھے۔ لیکن یہ اطمینان بھی تھا کہ دن بدن ہمارے طرف دار بڑھتے ہی جا رہے ہیں اور مخالفین کم ہوتے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس کی بھی ناامیدی نہ تھی کہ تمام کے تمام قریش والے عنقریب پردہ غفلت چاک کر کے صراط مستقیم اور اپنی بھلائی کے راستے کو پالیں گے۔ ان لوگوں کی طرح بت پرستی ترک کر کے دامن اسلام میں پناہ لے لیں گے۔

اتفاق سے حبشہ میں جہاں یہ لوگ تھے خبر پہنچی کہ تمام قریش والوں نے اپنا عقیدہ بدل دیا ہے اور اسلام قبول کر لیا ہے۔ اگرچہ اس خبر کی تصدیق معتبر ذریعہ سے نہ ہو سکی تھی؛ پھر بھی مسلمانوں میں اسلام کی وسعت اور کامیابی کا جو ایمان و عقیدہ پایا جا رہا تھا اس کی وجہ سے کچھ لوگ مکہ کی جانب روانہ ہو گئے۔

جانے والے افراد میں ایک عثمان ابن مظعون تھے جو حضرت رسول خدا صلعم کے مشہور صحابی تھے، جنھیں پیغمبر اسلام بے پناہ چاہتے تھے اور تمام مسلمانوں میں وہ محترم تھے عثمان ابن مظعون جیسے ہی مکہ کے قریب پہنچے، واقعہ سمجھ گئے کہ کیا ہے، ساری باتیں جھوٹی تھیں۔ مسلمانوں پر ظلم و ستم اور شکنجوں کا اضافہ ہو چکا تھا۔ اب کیا کریں نہ آگے بڑھ سکتے ہیں نہ پیچھے پلٹ سکتے ہیں اس لیے کہ حبشہ کا راستہ اتنا نزدیک نہ تھا کہ آسانی سے واپس ہو سکیں۔ دوسری طرف مکہ میں

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com

http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

داخل ہونا ظلم وستم کا نشانہ بنتا تھا۔ آخر کار ان کی سمجھ میں ایک بات آئی اور وہ یہ کہ عربوں کی روایتی عادت وخصلت سے فائدہ اٹھا کر قریش کے کسی بااثر شخص کے پڑوسی (ہمسایہ) بن جائیں۔

عربوں کی عادت کے مطابق اگر کوئی کسی دوسرے سے "پناہ" چاہتا اور اس سے ہمسائگی کا سوال اور حمایت کی درخواست کرتا تو اگر وہ اپنا "جوار" (پڑوسی) بناتے تو آخری سانس تک اس کی حمایت کرتے تھے۔ عربوں کے لیے یہ بات ننگ وعار تھی کہ اگر کوئی ان سے پناہ مانگتا ـــــ چاہے دشمن ہی کیوں نہ ہو ـــ اسے پناہ نہ دیتے یا پناہ دینے کے بعد اس کی حمایت نہ کرتے۔

عثمان آدھی رات کو مکہ میں وارد ہوئے اور سیدھے ولید ابن مغیرہ مخزومی کی گھر کی طرف چل پڑے۔ ولید ابن مغیرہ مخزومی قریش کے متمول، معزز اور بااثر افراد میں سے تھا۔ اس کے گھر پہنچ کر اس سے پناہ مانگی؛ اس نے قبول کر لیا۔

دوسرے دن جب کہ قریش کے بزرگان مسجد الحرام میں جمع تھے ولید ابن مغیرہ عثمان ابن مظعون کو اپنے ساتھ لے کر مسجد الحرام میں آیا اور رسمی طور سے اعلان کر دیا کہ عثمان ہمارا پڑوسی ہے، میرا ہمسایہ ہے۔ اگر کسی نے اس وقت سے اس کو چھیڑا تو گویا مجھ سے ٹکرایا ہے اہل قریش "ولید ابن مغیرہ" کے ہمسایہ کا احترام کرتے رہے۔ کسی نے عثمان سے کوئی باز پرس نہ کی نہ کسی نے چھیڑا۔ اس نے اس وقت سے اپنا تحفظ پیدا کیا۔ اب آزادی سے آتا جاتا تھا۔ قریش کی محافل ومجالس میں انھیں کی طرح شریک ہوتا تھا لیکن اسی زمانے میں مسلمانوں پر شکنجہ وسختی کم بھی نہ تھی۔ یہ ایک ایسا سلسلہ تھا کہ عثمان ابن مظعون سے اپنی آسائش اور دوستوں کی تکلیف دیکھی نہیں جا رہی تھی۔

ان کے اوپر یہ بات بہت گراں گذر رہی تھی۔ ایک دن خود ہی سوچا کہ یہ اچھی بات نہیں اور خلاف مروت ہے کہ میں تو ایک مشرک کی پناہ میں آرام کروں اور ایسے ہی زندگی بسر کروں اور ہمارے ہم فکر وہم عقیدہ بھائی سختیوں اور شکنجوں کا نشانہ بنیں۔ انھیں احساسات

کے ساتھ ولید ابن مغیرہ کے پاس آئے اور کہا:

"میں تمہارا بے حد شکر گذار ہوں کہ تم نے مجھے پناہ دی اور میری حمایت کی لیکن آج کے دن سے میں تمہاری پناہ سے نکل کر اپنے دوستوں سے ملحق ہونا چاہتا ہوں۔ چھوڑیئے جو کچھ ان لوگوں پر پڑے گی وہی مجھ پر پڑے گی۔"

"بھتیجے! شائد میری پناہ گاہ تمہارے لیے اچھی ثابت نہیں ہوئی ہے جو تمہاری حفاظت کر سکے۔"

"نہیں ایسا نہیں ہے میں اس اعتبار سے ناراض نہیں ہوں، بلکہ یہ چاہتا ہوں کہ اب اس کے بعد خدا کی پناہ کے علاوہ کسی اور کی پناہ میں زندگی بسر نہ کروں"

"بہرحال، اب اس وقت جبکہ تم نے جانے کا ارادہ ہی کر لیا ہے تو پھر اسی طرح جیسے پہلے دن تمہیں میں مسجد الحرام میں اہل قریش کے عام مجمع میں لے گیا تھا اور تمہاری پناہندگی کا اعلان کیا تھا۔ مسجد الحرام میں آؤ چلیں وہیں سب کے سامنے اپنی پناہندگی سے تمہارے نکل جانے کا اعلان کر دیں۔"

"بہت خوب، کوئی حرج نہیں ہے۔"

ولید ابن مغیرہ اور عثمان بن مظعون ساتھ ساتھ مسجد الحرام آئے جس وقت تمام سرداران قریش جمع ہوئے ولید نے یوں کہا: "عثمان اس لیے آئے ہیں تاکہ میری پناہندگی سے اپنے نکل جانے کا اعلان کریں"

"یہ سچ کہہ رہا ہے۔ میں اسی مقصد سے حاضر ہوا ہوں۔ مزید عرض یہ ہے کہ جب تک میں ولید کی پناہ میں رہا، میری اس نے بھرپور حمایت کی۔ مجھے اس اعتبار سے اس سے کسی قسم کی کوئی شکایت نہیں ہے۔ اس کی پناہ سے میرے نکل جانے کا سبب صرف یہ ہے کہ اب میں صرف خدا کی پناہ کے علاوہ کسی اور کی پناہ پسند نہیں کرتا۔"

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اس طرح عثمان کی ہمسائگی اور "پناہندگی کا خاتمہ" ہوگیا اور حفاظت کی ضمانت جو اس وقت تک تھی لغو ہوگئی۔ لیکن عثمان جیسے ان کی زندگی میں کوئی نیا موڑ نہ آیا ہو؛ حسبِ معمول قریش کی محافل و مجالس میں شرکت کرتے رہے۔ اتفاق سے ان دنوں عرب کا مشہور شاعر "لبید ابن ربیعہ" مکہ میں آیا ہوا تھا۔ اس کا یہ ارادہ تھا کہ اپنا مشہور و شاہکار قصیدہ جسے اس نے انہیں دنوں نظم کیا تھا قریش کی محفل میں پڑھے۔ یہ قصیدہ زمانۂ جاہلیت کا شاہکار و پسندیدہ قصیدہ تھا جو اس مصرع سے شروع ہوتا ہے:

"الا کل شی ما خلا اللہ باطل"

یعنی ہر چیز خداوند عالم کے علاوہ باطل ہے، حق مطلق صرف ذاتِ اقدس احدیت ہے۔ حضرت رسول خدا صلعم نے اس مصرع کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے: "سب سے سچا شعر جو عربوں نے پڑھا اور کہا ہے وہ یہی ہے۔"

لبید قریش کے مجمع میں آیا اور یہ طے پایا کہ وہ اپنا قصیدہ سنائے۔ حاضرین مجلس لبید کا تازہ شاہکار قصیدہ سننے کے لیے ہمہ تن گوش ہوئے۔ لبید نے نہایت غرور و فخر کے ساتھ قصیدہ پڑھنا شروع کیا۔ جب وہ اس مصرع پر پہنچا:

"الا کل شی ما خلا اللہ باطل"

عثمان ابن مظعون جو ایک کنارے بیٹھے ہوئے تھے، اس بات کی مہلت نہ دی کہ دوسرا مصرع پڑھ سکے؛ تصدیق کرتے ہوئے کہا:

"واہ؛ واہ؛ شاباش؛ سچ کہہ رہے ہو، حقیقت بھی یہی ہے کہ تمام چیزیں خدا کے سوا سب باطل ہیں۔"

لبید نے دوسرا مصرع پڑھا:

"وکل نعیم لا محالۃ زائل"

یعنی ہر نعمت فانی اور برباد ہو جانے والی ہے۔

عثمان کی آواز بلند ہوئی اور کہا: مگر یہ دوسرا مصرع جھوٹ کہا ہے اس لیے کہ تمام نعمتیں فنا ہونے والی نہیں ہیں۔ یہ بات تو صرف اس دنیا کے لیے ہی کہی جا سکتی ہے۔ اُس دنیا یعنی آخرت کی ساری نعمتیں پائیدار اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہیں۔ تمام مجمع والے اس گستاخی پر "عثمان ابن مظعون کی طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگے، کسی کو اس کی امید بھی نہیں تھی کہ ایسی محفل میں جہاں قریش کے بزرگ و سردار اور معزز افراد جمع ہوں اور اس میں لبید ابن ربیعہ جیسا عظیم شاعر ایک طولانی راستے کو طے کر کے اپنا شاہکار قصیدہ پڑھ رہا ہو؛

عثمان بن مظعون جیسا آدمی جو چند گھنٹوں پہلے دوسروں کی پناہ میں تھا، فی الحال نہ اس کے جان کی کوئی حفاظت ہے نہ ہی مال کی کوئی ضمانت؛ ساتھ ہی ساتھ اس کے تمام ہم فکر و ہم مسلک شکنجوں اور سختیوں میں زندگی بسر کر رہے ہیں پھر بھی ایسی گستاخی کرے اور اپنے عقیدہ کا اظہار کرے، سب کے سب تعجب میں تھے۔

لوگوں نے لبید سے کہا: "اپنا شعر پھر سے دہرا کر پڑھو"

لبید نے پھر پہلا مصرع پڑھا: الا کل شی ما خلا اللہ باطل

عثمان نے کہا: "سچ ہے، بالکل صحیح ہے۔"

اور جیسے ہی لبید نے دوسرا مصرع پڑھا: وکل نعیم لا محالۃ زائل

عثمان نے کہا: "جھوٹ ہے، ایسا ہرگز نہیں ہے، اس دنیا یعنی آخرت کی نعمتیں فنا ہونے والی نہیں ہیں۔"

اس بار لبید خود سب سے زیادہ ناراض ہوا، بآواز بلند کہا: "اے قریش والو! خدا کی قسم پہلے تمہاری مجلسوں میں ایسا کبھی نہیں ہوتا تھا تم لوگوں میں ایسے گستاخ اور بے ادب لوگ نہیں تھے۔ آخر کیا ہوگیا ہے کہ تمہارے درمیان ایسے افراد پیدا ہو گئے ہیں؟"

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

حاضرینِ بزم میں سے ایک نے اٹھ کر لبید کی دلجوئی کرتے ہوئے کہا: "اپنا قصیدہ جاری رکھو، اس کی بات سے ناراض ہونے کی ضرورت نہیں، یہ بیوقوف آدمی ہے۔ یہ اکیلا بھی نہیں ہے بلکہ دوسرے کچھ بے وقوف لوگ اور بھی اس شہر میں پیدا ہوگئے ہیں جو اس کے ہم عقیدہ ہیں۔ یہ لوگ تو ہمارے مذہب سے خارج ہوگئے ہیں اور اپنے لیے دوسرے مذہب کا انتخاب کرلیا ہے۔"

عثمان ابن مظعون نے اس کہنے والے کا سختی سے جواب دیا۔ اب وہ مزید برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا، اپنی جگہ سے اٹھا اور ایک زوردار طمانچہ عثمان کے منہ پر مارا جس سے اس کی ایک آنکھ خون آلود ہوگئی۔ حاضرینِ بزم میں سے ایک نے کہا: "عثمان! تم نے قدر نہ کی، تم ایک اچھے آدمی کی پناہ میں تھے، اگر تم ولید ابن مغیرہ کی پناہ میں ہوتے تمہاری آنکھ ایسی نہ ہوئی ہوتی۔"

عثمان نے کہا: "خدا کی پناہ سب سے زیادہ محکم اور محترم ہے۔ غیرِ خدا کے مقابلہ میں خدا کی پناہ اطمینان بخش اور قابلِ احترام ہے۔ رہ گئی میری آنکھ کی بات تو تمہیں یہ بتا دوں کہ وہ شرف جو میری اس آنکھ نے حاصل کیا ہے اس شرف کی دوسری آنکھ بھی آرزومند ہے۔"

خود ولید ابن مغیرہ سامنے آیا اور کہا:

"عثمان! میں تمہیں پھر سے اپنی پناہ دینے کے لیے تیار ہوں۔"

"لیکن میں نے مصمم ارادہ کرلیا ہے کہ خدا کے علاوہ اب کسی کی پناہ قبول نہیں کروں گا"[1]

---

(۱): اسد الغابہ، جلد ۳، ص ۳۸۵ - ۳۸۶ و سیرۂ ابن ہشام، جلد یکم، ص ۳۶۴، ۳۷۰

پہلا نعرہ

کبھی کبھی مکہ سے آنے والی خبر جب قبیلۂ بنی غفار میں پہنچتی؛ ابوذر کے فکرمند و متجسس مزاج کو اپنی طرف متوجہ کرلیتی تھی۔ انھیں بہت شوق تھا کہ مکہ میں جو واقعات ہو رہے ہیں اس کی حقیقت سے باخبر ہوں۔ لیکن ایسی گوناگون اور نامنظم رپورٹیں جو بعض افراد سے مل جایا کرتی تھیں، اس سے کچھ ٹھیک سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ صرف وہ بات جو ان کے لیے مُسلّم تھی وہ یہ کہ مکہ میں ایک نئی بات ہوئی ہے کہ جس نے مکہ میں ہلچل پیدا کردی ہے! اور اسے مٹانے کے لیے مکہ والے سرگرم عمل ہیں۔ لیکن وہ بات کیا ہے؟ مکہ والے کیوں مخالفت کر رہے ہیں؟ کچھ بھی پتہ نہیں چل سکا تھا۔

ابوذر کے بھائی مکہ کے لیے عازم سفر تھے: ان سے کہا: لوگ کہتے ہیں کہ مکہ میں ایک شخص نے ظہور کیا ہے اور ایک نیا پیغام لایا ہے؛ وہ اس بات کا مدعی ہے کہ وہ پیغامات اسے خدا کی جانب سے وحی ہوتے ہیں اس وقت جبکہ تم مکہ جا رہے ہو نزدیک سے تحقیق کرنا اور میرے لیے صحیح خبر لانا۔"

کئی دن تک بھائی کے انتظار میں تھے کہ واپس آئے۔ واپسی پر اس سے پوچھا:

"ہاں! بتاؤ کیا خبر ہے اور معاملہ کیا ہے۔"

"جہاں تک میں نے تحقیق کی ہے، وہ ایک ایسا انسان ہے جو لوگوں کو حسنِ اخلاق کی دعوت دیتا ہے اور ایک ایسا کلام بھی لایا ہے جو شعر و شاعری کے مانند نہیں۔"

"میرا مقصد کچھ اس سے بھی زیادہ تحقیق کرنا تھا، اتنا کافی نہیں ہے۔ اب مجھے ذاتی طور سے جانا چاہیے اور حقیقت حال کو سمجھنا چاہیے۔"

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ابوذر نے اپنا بوریا بستر سنبھالا اور اپنی پیٹھ پر لادا پھر مکہ کی طرف سیدھے چل پڑے۔ مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ جیسے بھی ہو سکے گا اس شخص سے ملاقات کریں گے جو نیا پیغام لایا ہے اور اس کی باتیں خود اپنے کان سے سنیں گے لیکن مسئلہ یہ تھا کہ وہ نہ اس انسان کو پہچانتے تھے اور نہ ہی اس کے پتہ لگانے میں کسی سے سوال کی جرأت کر سکتے تھے۔ مکہ کا ماحول دہشت زدہ اور خوفناک تھا۔ ابوذر کسی سے کچھ اظہار کیے بغیر لوگوں کے آس پاس کھڑے ہو کر ان کی باتیں اس لیے سن رہے تھے کہ شاید کوئی بات اپنے مقصد کی مل جائے۔

اس وقت واقعات و اخبار کا مرکز مسجد الحرام تھا۔ ابوذر بھی اپنے ساز و سامان کے ساتھ مسجد الحرام پہنچے۔ دن کا اجالا رات کی تاریکی میں بدلا لیکن ابھی کچھ ہاتھ نہیں آیا جب رات کا ایک حصہ گذر گیا، چونکہ تھکے تھے اسی جگہ لیٹ گئے۔ ابھی دیر نہ گذری تھی کہ ایک جوان ابوذر کے پاس سے گذرا۔ اس جوان نے ابوذر کو سر سے پیر تک دیکھا اور ایک تجسسانہ نظر ڈالتے ہوئے آگے بڑھ گیا۔ جوان کی نگاہ ابوذر کی نظر میں معنی خیز دکھائی دی۔ دل میں یہ بات پیدا ہوئی کہ شاید یہ جوان اس لائق ہو کہ اس کے سامنے میں اپنا راز بیان کر سکوں؛ آگے بڑھے اور اس جوان کے پیچھے چل پڑے۔ لیکن جرأت نہیں ہو رہی تھی کہ کچھ اظہار خیال کر سکیں پھر اپنی جگہ پلٹ آئے۔ دوسرے روز پھر سارا دن مسجد الحرام میں جستجو ہی میں گذار دیا مگر کچھ مقصد حاصل نہ ہو سکا۔ رات آئی اور پھر وہیں لیٹ گئے، پچھلی رات کی طرح ٹھیک اسی وقت وہی جوان نمودار ہوا، سامنے آیا اور ابوذر سے احترام کے ساتھ کہا:

"کیا وہ وقت نہیں آپہنچا کہ تم اپنے ہی گھر آؤ اور رات میں وہیں آرام کرو؟"

یہ کہہ کر جوان ابوذر کو اپنے گھر لے گیا۔ ابوذر رات کو اسی جوان کے مہمان رہے، لیکن پھر بھی اپنا راز اس جوان کے سامنے بیان کرنے سے پرہیز کی۔ جوان نے بھی ان سے کچھ نہ پوچھا۔ صبح سویرے ہی ابوذر رخصت ہو کر اپنے مقصد کے لیے مسجد الحرام کی طرف چل پڑے۔ اس دن بھی

رات ہو گئی اور ابوذر لوگوں کی مختلف باتوں کے سبب کچھ سمجھنے سے قاصر رہے۔ جیسے ہی رات کا ایک حصہ گذرا پھر وہی جوان آیا اور ابوذر کو اپنے ساتھ گھر لے گیا۔ لیکن اس بار جوان نے طلسم سکوت توڑتے ہوئے پوچھا:

"کیا یہ بتانا تمہارے لیے ممکن ہے کہ تم اس شہر میں کس کام کے لیے آئے ہو؟"

"اگر میری مدد کرنے کی شرط کرو تو میں تم سے مقصدِ سفر کے بارے میں بتا دوں گا۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہاری مدد میں کسی قسم کی کوئی کوتاہی نہیں کروں گا۔"

"حقیقت یہ ہے کہ ایک زمانے سے میں اپنے قبیلے میں سن رہا ہوں کہ مکہ میں ایک شخص نے ظہور کیا ہے جو اس بات کا مدعی ہے کہ وہ پیغامات اسے خدا کی جانب سے وحی ہوتے ہیں۔ میں اس لیے آیا ہوں تاکہ خود اپنی آنکھوں سے اسے دیکھوں اور اس کے بارے میں تحقیق کروں۔ پہلے یہ بتاؤ کہ تمہارا اپنا عقیدہ اس شخص کے بارے میں کیا ہے؟ دوسرے یہ کہ کیا تم مجھے اس شخص تک رہنمائی کر سکتے ہو؟"

"مطمئن رہو، وہ حق پر ہے اور جو کچھ کہہ رہا ہے وہ خدا کی طرف سے ہے کل سویرے میں تمہیں اس کے پاس لے چلوں گا۔ لیکن جیسا کہ تم خود ہی جانتے ہو کہ اگر شہر کے لوگ یہ سمجھ لیں گے کہ میں تمہیں اس شخص کے پاس لے جا رہا ہوں تو دونوں کی جان خطرے میں پڑ جائے گی کل صبح میں آگے آگے چلوں گا اور تم کچھ فاصلے سے میرے پیچھے پیچھے آنا اور دیکھتے رہنا میں کہاں جا رہا ہوں۔ میں آس پاس سے ہوشیار رہوں گا، اگر میں نے احساس کیا کہ کوئی خطرہ ہے تو کھڑا ہو جاؤں گا اور اس طرح جھک جاؤں گا کہ جیسے کوئی برتن خالی کر رہا ہو۔ تم اس علامت سے خطرے کی طرف متوجہ ہو جانا اور دور ہٹ جانا، لیکن اگر کوئی خطرہ پیش نہ آیا تو جہاں میں جاؤں وہیں تم بھی چلے آنا۔"

دوسرے دن صبح وہ جوان جو حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے علاوہ کوئی اور نہیں

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

تھا گھر سے باہر آیا اور روانہ ہو گیا۔ ابوذر بھی اس کے پیچھے چل پڑے۔ خوش قسمتی سے کوئی خطرہ پیش نہیں آیا۔ علیؑ نے ابوذر کو پیغمبرؐ کے گھر تک پہنچا دیا۔

ابوذر پیغمبرؐ کے طور طریقے کا مشاہدہ کرنے میں مشغول ہو گئے اور برابر قرآنی آیات کو غور سے سنتے رہے۔ ابھی دوسری نشست کا مرحلہ شروع نہیں ہوا تھا کہ ابوذر نے نہایت شوق اور اپنی مرضی سے اسلام قبول کر لیا اور حضرت رسول خدا صلعم سے عہد کیا کہ جب تک جان میں جان ہے خدا کی راہ میں کسی ملامت کی پرواہ نہیں کریں گے۔ حق بات کے کہنے میں اگر تلخ ذائقہ بھی چکھنا پڑے پھر بھی اس کے کہنے سے باز نہیں آئیں گے۔

حضرت رسولؐ خدا نے ان سے فرمایا: "اب تم اپنی قوم کی طرف واپس جاؤ اور ان لوگوں کو اسلام کی دعوت دو، جب تک میرا دوسرا حکم تم تک نہ پہنچے۔"

ابوذر نے کہا: "بہتر ہے، لیکن خدا کی قسم اس شہر کو ترک کرنے سے پہلے میں ان لوگوں کے درمیان ضرور جاؤں گا اور نفعِ اسلام کے لیے بلند آواز سے ایک نعرہ لگاؤں گا؛ جو کچھ ہو گا دیکھا جائے گا۔"

ابوذر باہر آئے اور اپنے کو قلب مکہ یعنی مسجد الحرام تک پہنچایا اور قریش کے مجمع میں باآواز بلند کہا:

اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وانّ محمّداً عبدہ ورسولہ

مکہ والے اس نعرے کو سنتے ہی سوال وجواب کی مہلت دیے بغیر اس اجنبی شخص پر ٹوٹ پڑے۔ اگر عباس ابن عبدالمطلب نے اپنے آپ کو ابوذر پر گرا نہ دیا ہوتا تو ابوذر کی ہڈی پسلی باقی نہ بچتی۔ عباس نے مکہ والوں سے خطاب کر کے کہا: "یہ شخص قبیلۂ بنی غفار کا ہے" قریش والوں کا تجارتی قافلہ مکہ سے شام اور شام سے مکہ اسی قبیلے کی سرزمین سے ہوتا ہوا گذرتا ہے۔ کیا تم کچھ بھی نہیں سوچتے کہ اگر ان کا ایک آدمی مارا جائے گا تو تم لوگوں کا سلامتی کے ساتھ ادھر سے

گذرنا مشکل ہو جائے گا؟"

ابوذر نے قریش کے چنگل سے نجات پائی، لیکن انہیں دلی طور سے اطمینان نہیں ہوا تھا۔ اپنے دل میں کہا، ایک بار پھر اس عمل کا تکرار کروں گا۔ رہنے دو، یہ لوگ جس چیز کو سننا پسند نہیں کرتے پھر ان کے گوش گذار ہو تاکہ سن سن کر دھیرے دھیرے عادت ڈالیں۔ دوسرے دن پھر پہلے روز کی طرح وہی نعرہ لگایا۔ دوبارہ قریش ان کے اوپر ٹوٹ پڑے اور عباس ابن عبدالمطلب کے ذریعہ نجات ملی۔

ابوذر اس واقعہ کے بعد اپنے قوم کے درمیان رسولؐ کے حکم کے مطابق واپس ہوئے اور ان لوگوں کی تعلیم و تبلیغ اور رہنمائی میں مشغول ہو گئے۔ جیسے ہی حضرت رسول اکرمؐ نے مکہ سے مدینہ کی جانب ہجرت کی حضرت ابوذر بھی تشریف لائے اور اپنی آخری زندگی تک مدینۂ رسولؐ میں زندگی بسر کرتے رہے۔ ابوذر آخر وقت تک اسلام کی خاطر اپنی شعلہ بیانی کی حفاظت کرتے رہے۔ بس یہی وجہ تھی کہ حضرت عثمان کی خلافت کے زمانے میں ابتدا میں شام اور پھر "ربذہ" جلا وطن کیے گئے اور اسی جگہ عالم تنہائی میں انتقال فرمایا۔

حضرت رسول خدا صلعم نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا تھا:

"خدا ابوذر پر رحمت نازل کرے جو تنہا زندگی بسر کریں گے اور تنہا اس دنیا سے گذر جائیں گے اور تنہا ہی قیامت کے روز محشور ہوں گے۔" (۱)

---

(۱) اسد الغابہ، جلد یکم، ص۳۰۱ و جلد ۵ ص۱۸۶ والغدیر جلد ۸ ص۳۱۳ مطبوعہ بیروت

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

رستم کے دربار میں

رستم فرخ زاد، عظیم لشکر اور مکمل سازو سامان کے ساتھ مسلمانوں کی سرکوبی کے لیے جنہوں نے پہلے ایرانیوں کو بہت سخت شکست دی تھی، قادسیہ میں وارد ہوا۔ مسلمان سعد وقاص کی قیادت میں قادسیہ تک پیش قدمی کر چکے تھے۔ سعد وقاص نے ایک دستہ جس کی قیادت زہرہ ابن عبداللہ کو دی تھی "مقدمۃ الجیش " کے طور پر آگے آگے چلنے کے لیے مرتب کیا۔ رستم نے قادسیہ میں ایک شب بسر کی، صبح دشمن کی طاقت کا اندازہ لگانے کے لیے سوار ہو کر نکلا اور مسلمانوں کی چھاونی کے قریب آکر ایک پہاڑی سے کافی دیر تک مسلمانوں کی طاقت کا اندازہ لگانے کے لیے ٹکٹکی باندھے دیکھتا رہا۔

ظاہر ہے کہ نہ تعداد نہ سازو سامان نہ اسلحوں کی کثرت کوئی بھی ایسی چیز نہ تھی جو وحشت زدہ کر سکے مگر ایسا لگتا تھا، جیسے رستم کے دل پر الہام ہوا ہو کہ ان لوگوں سے جنگ کا نتیجہ اچھا نہیں ہوگا، رستم نے اسی شب زہرہ بن عبداللہ کو اپنے پاس بلایا اور صلح کی پیشکش کی لیکن اس صورت میں کہ کچھ روپے لیں اور واپس چلے جائیں۔

رستم نے غرور و تکبر میں جو اس کی عادت تھی۔ ان سے کہا۔ تم لوگ ہمارے پڑوسی تھے ہم نے تمہارے ساتھ نیکیاں کیں۔ تم لوگ ہمارے انعامات سے مستفید ہوتے تھے اگر کبھی کسی سے تمہیں کوئی خطرہ لاحق ہوتا تو ہم نے تمہاری حمایت کی اور بچایا، اس بات کی تاریخ گواہ ہے۔ رستم کی بات جب یہاں پہنچی تو زہرہ نے جواب دیا:

تو نے ماضی کی جو باتیں بیان کیں وہ سب صحیح، لیکن تجھے یہ حقیقت سمجھنی چاہیے کہ جو کل تھا وہ آج نہیں ہے۔ ہم ویسے نہیں رہ گئے کہ مادیات اور دنیا کی طمع میں رہیں۔ ہمارا مقصد

اب دنیا نہیں آخرت ہے۔ ہم پہلے ویسے ہی تھے جیسا کہ تو نے کہا، لیکن اس وقت جب خدا نے اپنے پیغمبرؐ کو ہمارے درمیان مبعوث کیا اس نے ہمیں خدائے یکتا کی طرف دعوت دی اور ہم نے اس کے دین کو قبول کیا۔ خدا نے اپنے پیغمبرؐ کی طرف وحی فرمائی کہ اگر تیرے پیرو اس پر ثابت قدم رہے جو ہم نے تم پر وحی کی ہے، تو ہم انہیں تمام اقوام و مذاہب پر تسلط بخشیں گے۔ جو اس دین سے متمسک ہوگا عزّت پائے گا اور جو اس کی مخالفت کرے گا۔ ذلیل و رسوا ہوگا۔"

رستم نے کہا:

"ممکن ہے اپنے دین کے بارے میں کچھ وضاحت کریں؟"

"اس دین کی بنیاد دو چیزیں ہیں:

خدا کی وحدانیت اور محمّد کی رسالت کی گواہی اور یہ کہ جو کچھ محمّدؐ نے کہا وہ خدا کی طرف سے ہے۔"

۔ "اس میں تو کوئی حرج نہیں اچھی بات ہے اور کیا؟"

۔ "اپنے جیسے انسانوں کی بندگی سے بندگانِ خدا کو آزاد کرنا۔" (۱)

۔ "یہ بھی اچھی بات ہے اور کیا؟"

"تمام انسان ایک ماں باپ سے پیدا ہوئے ہیں، سب فرزند آدم و حوّا ہیں اس بنا پر سب ایک دوسرے کے بہن بھائی ہیں۔" (۲)

۔ "یہ بھی بہت اچھی بات ہے، اگر ہم ان چیزوں کو قبول کر لیں تو کیا تم واپس چلے جاؤ گے؟"

"ہاں خدا کی قسم ہم دوبارہ تمہاری سرزمین پر قدم نہ رکھیں گے، علاوہ تجارت اور دوسرے ایسے ہی کاموں کے لیے۔ ہم نے جو کچھ کہا اس کے علاوہ ہمارا کوئی مقصد نہیں ہے۔"

---

(۱) : واخراج العباد من عبادة العباد الی عبادة اللہ

(۲) : الناس بنو آدم وحواء اخوة لاب وام

Contact : jabir.abbas@yahoo.com

http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

"صحیح کہتے ہو۔ لیکن ایک رکاوٹ ہے اردشیر کے زمانے سے ہم ایرانیوں کے یہاں ایک رسم چلی آ رہی ہے جو تمہارے دین سے میل نہیں کھاتی۔ اس زمانے سے یہ رسم رائج ہے کہ پست طبقے جیسے کاشتکار اور مزدور انہیں اس بات کا حق نہیں ہے کہ اپنے کام کو چھوڑ کر کوئی دوسرا کام کر سکیں۔ اگر پست طبقے یا ان کی اولاد کو اس بات کا حق دے دیا جائے کہ وہ اپنے کام کو تبدیل کر کے طبقے میں تغیر کر لیں اور اشراف کی صف میں آ جائیں، تو وہ اپنا پیر پھیلاتے جائیں گے اور طبقات عالیہ اور شرفا کے ساتھ رقابت اور مقابلے کے لیے اٹھیں گے۔ پس بہتر یہی ہے کہ ایک کاشتکار کا بیٹا یہ جان لے کہ اس کو کاشتکار ہی ہونا چاہیے لوہار کے بیٹے کو لوہار ہی ہونا چاہیے اس کے علاوہ دوسرے کام کا حق نہیں رکھتا اور اسی طرح سب کو........"

"لیکن ہم انسانوں کے لیے تمام لوگوں سے بہتر ہیں۔"

ہم تم جیسے نہیں ہو سکتے کہ اپنے درمیان اس طرح طبقہ بندی کے قائل ہوں۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ امر خدا کی اطاعت انہیں پست طبقوں میں کریں۔ جیسا کہ ہم نے کہا ہمارے عقیدہ کی بناء پر تمام لوگ ایک ماں باپ سے پیدا ہوئے اور سب کے سب برابر اور آپس میں بھائی ہیں۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ اپنے فریضہ کے بموجب دوسروں سے نیک رفتار کریں اور اگر ہم اپنے فریضہ کے مطابق عمل کریں گے تو ان لوگوں کا اپنے فریضہ پر عمل نہ کرنا ہمیں نقصان نہیں پہنچائے گا۔ اپنے وظیفہ پر عمل کرنا انسان کو تحفظ دیتا ہے۔

زہرہ بن عبداللہ نے یہ باتیں کہیں اور چلے گئے رستم نے تمام فوجی سرداروں کو جمع کیا اور اس مسلمان کی گفتگو سنائی۔ ان لوگوں نے ان باتوں کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔ رستم نے سعد وقاص کو پیغام دیا کہ ایک نمائندہ رسمی گفتگو کے لیے ہمارے پاس بھیجا جائے بعد وقاص نے چاہا اس کام کے لیے ایک وفد کو مامور کرے، لیکن ربعی بن عامر جو وہاں حاضر تھے

انہوں نے اس میں مصلحت نہیں سمجھی اور کہا:

"ایرانیوں کی مخصوص تہذیب ہے۔ اگر نمائندگی کے لیے ان کی طرف کوئی جماعت روانہ کی گئی تو وہ اسے اپنی اہمیت کی دلیل قرار دیں گے اور یہ سمجھیں گے کہ ہم انہیں کچھ زیادہ ہی اہمیت دیتے ہیں جو ایک جماعت بھیجی ہے۔ صرف ایک آدمی بھیج دیں کافی ہے۔"

اس کام کے لیے خود ربعی کا انتخاب ہوا۔

ادھر رستم کو خبر دی گئی کہ سعد وقاص کا نمائندہ آیا ہے مسلمانوں کے نمائندہ سے ملنے کا انداز کیا ہونا چاہیے اس سلسلہ میں رستم نے اپنے مشیروں سے مشورہ کیا۔ تمام لوگوں نے متفقہ رائے دی کہ بے اعتنائی برتنی چاہیے اور ظاہر کرنا چاہیے کہ ہم تمہاری کوئی پروا نہیں کرتے۔ تم ہمارے سامنے حقیر ہو۔ رستم نے چاہا کہ ایرانی شوکت و جلال مسلمانوں کو دکھائے، اس لیے اس کے حکم پر تخت زریں بچھایا گیا اور وہ اس پر بیٹھا، بہترین فرش بچھائے گئے اور ایسے تکیے رکھے گئے۔ جس پر سونے کا کام تھا، مسلمانوں کا نمائندہ اس کیفیت میں آیا کہ گھوڑے پر سوار تلوار ایک پرانے غلاف میں لپٹی ہوئی نیزہ ایک کھال کے غلاف میں بند تھا، نظر اٹھا کر دیکھا تو سمجھ گیا کہ یہ آرائش و زینت یہ شان و شوکت اسے دکھانے کے لیے ہے مقابلاً مسلمانوں کے نمائندہ نے یہ سمجھانے کے لیے، کہ ہماری نظر میں اس شان و شوکت کی کوئی اہمیت نہیں ہمارا مقصود کچھ اور ہے۔

اس لیے جب رستم کے قیام گاہ کے قریب پہنچا ذرا بھی نہیں رکا، اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور تیزی سے آگے بڑھا۔ ماموریں نے "اس سے پیدل چلنے کی" درخواست کی مگر وہ نہیں مانا اور رستم کے خیمہ کے قریب پہنچ گیا۔ اس وقت گھوڑے سے اتر کر ایک زریں تکیہ کو اپنے نیزہ سے سوراخ کر کے گھوڑے کی رسی اس میں ڈال کر گرہ لگا دی۔ مخصوصاً اپنے اونٹ کا پرانا پالان اپنے کاندھے پر ڈال لیا۔ اس سے لوگوں نے کہا "اپنے اسلحہ کو پہلے حوالے کر دے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com

http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اس کے بعد رستم کے پاس جائیے،، مگر اس نے کہا : میں اسلحہ نہیں دوں گا، تم نے نمائندہ طلب کیا تھا اور میں نمائندہ کی حیثیت سے آیا ہوں، اگر نہیں چاہتے تو واپس جاتا ہوں،، رستم نے جب یہ دیکھا تو کہا آنے دو وہ جیسے چاہتا ہے آئے۔،،

ربعی بن عامر، وقار و طمانیت کے ساتھ پنے تلے قدم رکھتے ہوئے نیزہ کو عصا کی جگہ استعمال کرکے عمداً فرش کو پارہ پارہ کرتے ہوئے رستم کے قریب پہنچے اور جب بیٹھنا چاہا تو فرش کھسکا کر خاک پر بیٹھے لوگوں نے کہا :،، کیوں فرش پر نہیں بیٹھے ؟،، تو جواب دیا،، ہمیں زیورات پر بیٹھنا پسند نہیں ،،

رستم کے مخصوص مترجم نے سوال کیا :

،، آپ لوگ کیوں یہاں آئے ہیں ؟،،

،، خدا نے ہمیں بھیجا ہے اور مامور کیا ہے کہ اس کے بندوں کو سختی اور بدبختی سے رہائی دیں اور وہ لوگ جو ظلم و ستم کا شکار ہیں انہیں نجات دے کر عدل اسلامی کے سایہ میں لے آئیں،،(۱) اور ہم دین خدا کو جو ان بنیادوں پر ہے تمام اقوام و مذاہب کے سامنے پیش کریں گے۔ اگر قبول کر لیا تو اس دین کے سایہ میں خوش و خرم رہ کر سعادتمندانہ زندگی گذاریں گے اور ہمیں ان سے کوئی سروکار نہ ہوگا اور اگر قبول نہ کیا تو ہم ان سے جنگ کریں گے، اس وقت یا ہم قتل ہو کر بہشت میں جائیں گے یا دشمن پر غالب آئیں گے۔،،

بہت خوب، تمہاری بات سمجھ میں آگئی، ہمیں کچھ مہلت دے سکتے ہو کہ ہم غور و فکر کرسکیں کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے۔،،

،، اس میں کیا حرج ہے، کتنے دنوں کی مہلت چاہیے، ایک دن یا دو دن ؟

ایک دو دن کافی نہیں ہے، ہمیں اپنے بزرگوں اور رؤسا کو خط لکھنے ہیں اور وہ مدتوں

---

(۱) : اللہ جاء بنا و بعثنا لنخرج من یشاء من عبادہ، من ضیق الدنیا الی سعتہا من جور الادیان الی عدل الاسلام

آپس میں مشورہ کریں گے تاکہ کسی نتیجہ تک پہنچا جا سکے۔،،

ربعی نے جو ان لوگوں کا مقصد سمجھ گئے تھے کہ وقت ٹالنا چاہتے ہیں کہا :

،، ہمارے پیغمبرؐ کی سنّت اور رہبروں کے عمل کے مطابق ایسے مواقع پر تین روز سے زیادہ تاخیر کرنا جائز نہیں۔ میں تین دن کی مہلت دیتا ہوں کہ ان تین چیزوں میں سے ایک کا انتخاب کرو : یا اسلام لے آؤ، اس صورت میں ہم جس راستے سے آئے ہیں وہیں سے واپس لوٹیں گے، تمہاری سرزمین تمام نعمتوں کے ساتھ تمہاری ہے۔ ہمیں تمہاری زمین یا مال و دولت کی لالچ نہیں. یا جزیہ دینا قبول کرو یا جنگ کے لیے آمادہ ہو جاؤ۔،،

،، معلوم ہوتا ہے کہ تم ہی سپہ سالار ہو جو ہم سے اقرار لے رہے ہو،،

- ،، نہیں میں ایک عام آدمی ہوں، لیکن مسلمان جو ایک پیکر کے اعضاء ہیں، سب ایک جیسے ہیں، اگر انہیں کا چھوٹے سے چھوٹا آدمی بھی کسی کو امان دے تو ایسا ہے جیسے سب نے امان دی ہو۔ (۱) سب ایک دوسرے کے امان اور عہد و پیمان کا احترام کرتے ہیں ،،

---

(۱) ،، و لکن المسلمین کالجسد الواحد بعضھم من بعض یجیر ادناھم علی اعلاھم،، ربعی کی یہ عبارت ہے مسلمان آپس میں ایک جسم کے اعضاء کی حیثیت رکھتے ہیں جو ادنیٰ کہہ دے وہ گویا اعلیٰ نے کہا ہے،، انہوں نے یہ جملہ رسولؐ کی دو حدیثوں سے اقتباس کیا ہے۔

الف - (۱) مثل المؤمنین فی توادھم و تراحمھم کمثل الجسد اذا اشتکیٰ بعض تداعی لہ سائر اعضاء جسدہ بالحمیٰ والسھر،، ،، مومنین محبت و مہربانی میں ایک جسم کے مانند ہیں جب ایک عضو کو کوئی تکلیف ہوتی ہے تو دوسرے اعضاء بے خوابی اور بے چینی میں اس کے ہمدرد ہوتے ہیں،، سعدی اس حدیث کے مضمون کی طرف اشارہ کرتا ہے اور کہتا ہے :

بنی آدم اعضائی یک پیکرند — کہ در آفرینش زیک گوہرند

و عضوی بدرد آورد روزگار — دگر عضوھا را نمانہ قرار

بنی آدم ایک جسم کے اعضاء ہیں کہ ان کی پیدائش ایک گوہر سے ہے۔

jabir.abbas@yahoo.com
Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اس واقعہ کے بعد جس سے رستم بہت ہی متاثر تھا اپنے فوجی سرداروں سے مسلمانوں کے سلسلہ میں مشورہ کیا اور ان لوگوں سے پوچھا :

مسلمانوں کو کیسا پایا ؟ آیا پوری عمر میں اس مرد سے عالی مَحکم اور روشن گفتگو تم لوگوں نے سنی ہے. اب تمہاری رائے کیا ہے ؟ "

"ہ نہیں ممکن نہیں ہے کہ ہم اس کے دین کو قبول کرلیں، آیا نہیں دیکھا کتنا بوسیدہ اور پرانا لباس پہنے تھا ؟"

" تمہیں لباس سے کیا سروکار، فکر و گفتگو دیکھو، روش و عمل ملاحظہ کرو."

لیکن رستم کی باتوں کو لوگوں نے قبول نہیں کیا. وہ لوگ اتنے زیادہ غرور میں گرفتار تھے

(گذشتہ سے پیوستہ) ــــــ جب کوئی عضو مبتلاء درد ہو تو دوسرے اعضاء کو قرار نہیں رہتا

خود حضرت عمر بھی جب فوج ایران کی طرف بھیج رہے تھے تو اس حدیث کی طرف اپنے خطبہ میں اشارہ کیا اور کہا : (۲) ، انّ اللہ عزّوجل قد جمع علی الاسلام اھلہ، فالّف بین القلوب و جعلہم فیہ اخواناً و المسلمون فیما بینہم کالجسد لا یخلو منہ شئ من شئ اصاب غیرہ و کذلک یحق علی المسلمین ان یکونوا و امرھم شوریٰ بینہم بین ذوی الرای منہم.

اللہ نے اہل اسلام کو ایک محور، اسلام کے گرد جمع کیا اور ایک دوسرے کے لیے دلوں میں محبت پیدا کی اور آپس میں ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا اور مسلمان یک بدن کے اعضاء ہیں جب کوئی مصیبت کسی ایک عضو کے لیے ہوگی تو اس کا اثر سارے اعضاء پر ہوگا مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنا کام صاحبان رائے کے مشورہ سے انجام دیں.

(ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۳۱۰)

(ب) المسلمون تتکافؤ دماؤھم، یسعی بذمتہم ادناھم، و ھم ید علی من سواھم

مسلمانوں کا خون مساوی ہے یہ ایک دوسرے کے عہد و پیمان کو محترم سمجھتے ہیں اور دشمن کے مقابل یہ ایک ہاتھ کی حیثیت رکھتے ہیں.

کہ حقائق کو درک نہ کر سکے. رستم نے دیکھا کہ کوئی ہم خیال و ہم فکر نہیں ہے. مسلمان نمائندوں سے گفتگو اور اپنے سپاہیوں سے مشورہ کے طولانی سلسلہ کے بعد، رستم کوئی راہ حل تلاش نہ کر سکا اور جنگ کے لیے آمادہ ہوگیا، اسے ایسی شکست ہوئی جسے تاریخ بھلا نہ سکے گی. اپنی جان دوسروں کی خودسری کی وجہ سے گنوادی."

---

(۱) : کامل ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۳۲۱ ۔ وقائع سال ۱۴ ہجری.

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com

http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بستر سے فرار

۵۵ سال کی عمر میں پیغمبرؐ اسلام نے ایک لڑکی سے شادی کی جس کا نام عائشہ تھا۔ انہوں نے سب سے پہلے خدیجہ سے شادی کی تھی جو (ایک خیال کی بنا پر) ان سے عمر میں ۱۵ سال بڑی تھیں اور اس سے قبل دو آدمیوں کے نکاح میں رہ چکی تھیں۔ شادی کے وقت پیغمبرؐ کی عمر ۲۵ سال تھی اور خدیجہ اپنی زندگی کے چالیس سال پورے کر چکی تھیں۔ شادی کے بعد خدیجہ پچیس سال تک پیغمبرؐ کے ساتھ بقیدِ حیات رہیں۔ ان کے بطن سے کئی اولادیں پیدا ہوئیں۔ آخرکار ۶۵ سال کی عمر میں ان کی وفات ہوگئی۔

خدیجہ کی وفات کے بعد پیغمبرؐ اسلام نے ایک بیوہ عورت سے شادی کرلی جس کا نام سودہ تھا اس کے بعد انہوں نے عائشہ نام کی ایک کنواری لڑکی سے شادی کرلی اور وہ اپنے باپ کے گھر سے رخصت ہوکر پیغمبرؐ کے گھر آگئیں۔ عائشہ کے بعد بھی پیغمبرؐ اسلام نے متعدد عورتوں سے شادی کی مگر ان میں سے کوئی کنواری لڑکی نہ تھی بلکہ سب بیوہ اور غالباً سن رسیدہ عورتیں تھیں اور ان میں کچھ صاحبِ اولاد بھی تھیں۔ پیغمبرؐ کی دیگر ازواج کے درمیان عائشہ فخریہ انداز میں یہ کہا کرتی تھیں۔ "تنہا میں وہ عورت ہوں جس نے شوہر کی حیثیت سے پیغمبرؐ کے علاوہ کسی دوسرے مرد کا منہ نہیں دیکھا۔" انہیں اپنی خوبصورتی پر بھی بڑا ناز تھا۔ ان دو چیزوں نے انہیں کسی حد تک مغرور بنادیا تھا اور کبھی کبھی پیغمبرؐ ان سے خفا بھی ہوجاتے تھے۔ عائشہ اپنے طور پر یہ چاہتی تھیں کہ پیغمبرؐ ان کی موجودگی میں کسی دوسری عورت کی طرف متوجہ نہ ہوں۔ کیونکہ فطری بات ہے کہ ایک نوجوان اور خوبصورت زوجہ کے ہوتے ہوئے سن رسیدہ اور حسن سے عاری عورتوں کے ساتھ زندگی بسر کرنا ایک مرد کے لیے محرومیت اور ناکامی کا بوجھ برداشت کرنا ہے خصوصاً پیغمبرؐ جیسے مرد کے لیے جو ہر عورت کے حق

اور اس کی باری کے سلسلے میں کمالِ عدالت و دقّتِ نظر سے کام لے۔

لیکن پیغمبرؐ اسلام نے کسی اور وجہ سے نہیں بلکہ اس دور کے اسلام کے سیاسی اور سماجی مصالح اور تقاضوں کو نگاہ میں رکھتے ہوئے متعدد شادیاں کی تھیں لہٰذا وہ ان پہلوؤں کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتے تھے اور انھوں نے اپنی زندگی کے آخری دس برسوں کے دوران ایسی متعدد عورتوں سے شادی کی جو بیوہ و بے سہارا تھیں یا شوہر کے قتل یا کسی دوسری وجہ سے بے سہارا ہوگئی تھیں۔

دوسری بات، جس کی وجہ سے عائشہ کبھی کبھی پیغمبرؐ سے خفا ہوجاتی تھیں، یہ تھی کہ پیغمبرؐ کبھی بھی ساری رات بستر پر نہیں رکتے تھے۔ رات کا ایک تہائی حصّہ، کبھی نصف شب اور کبھی نصف شب کے بعد کا وقت بھی بستر سے دور عبادتِ الٰہی، تلاوتِ قرآن اور استغفار میں بسر کردیتے تھے [۱]

ایک رات عائشہ کی باری تھی۔ پیغمبرؐ نے عبا، قبا اور نعلین اتار کر اپنے پیروں کے نیچے رکھے اور بستر پر تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر بعد یہ سمجھتے ہوئے کہ عائشہ سوگئیں وہ بستر سے اٹھے، جوتیاں پہنیں، دروازہ کھولا، پھر خاموشی سے دروازہ بند کیا اور باہر چلے گئے۔ عائشہ کو ابھی نیند نہ آئی تھی وہ پوری طرح بیدار تھیں اور ان کے لیے یہ انتہائی عجیب و غریب واقعہ تھا کیونکہ اس سے پہلے وہ یہ دیکھا کرتی تھیں کہ پیغمبرؐ بستر سے اٹھ کر کمرے کے ایک گوشے میں عبادتِ خدا میں مصروف ہوجاتے تھے انھوں نے یہ کبھی نہیں دیکھا تھا کہ پیغمبرؐ انہیں چھوڑ کر اس طرح کمرے سے باہر چلے گئے ہوں۔

وہ سوچنے لگیں کہ آخر پیغمبرؐ اس وقت کہاں جارہے ہیں۔ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ پیغمبرؐ اپنی دوسری ازواج میں سے کسی کے پاس جارہے ہوں۔ وہ خود ہی سوچنے لگیں کہ آج رات باری میری ہے اس کے باوجود کیا پیغمبرؐ کسی دوسری زوجہ کے گھر رات بسر کریں گے؟!! اے کاش ان کی دوسری ازواج بھی نوجوان اور خوبصورت ہوتیں اور عمدہ حرم سرا کی تشکیل ہوتی، لیکن پیغمبرؐ نے ایسا بھی تو نہیں کیا ہے۔ اِنَّ رَبَّكَ یَعۡلَمُ اَنَّكَ تَقُوۡمُ اَدۡنٰی مِنۡ ثُلُثَیِ الَّیۡلِ وَنِصۡفَهٗ وَثُلُثَهٗ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بلکہ اپنے ارد گرد کچھ بیوہ اور سن رسیدہ عورتوں کو جمع کر لیا ہے۔ آخر معاملہ کیا ہے کچھ تو معلوم ہو کہ اتنی رات گئے پیغمبرؐ بستر سے اٹھ کر کہاں جا رہے ہیں؟ عائشہ نے چادر اپنے بدن پر ڈالی اور سایہ کی طرح پیغمبرؐ کے پیچھے چل پڑیں۔ انہوں نے دیکھا کہ پیغمبرؐ گھر سے نکل کر سیدھے بقیع کی طرف جا رہے ہیں۔ پیغمبرؐ کے حکم سے لوگوں نے بقیع کو قبرستان بنا لیا تھا۔ وہاں پہنچ کر وہ ایک کنارے پر کھڑے ہو گئے۔ عائشہ بھی بقیع پہنچ کر ایک گوشے میں چھپ گئیں انہوں نے دیکھا کہ پیغمبرؐ نے تین مرتبہ اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف بلند کیا۔ اس کے بعد وہ ایک طرف مڑے اور تیز رفتاری سے آگے بڑھنے لگے۔ عائشہ بھی اسی سمت چل پڑیں۔ پیغمبرؐ نے اپنی رفتار اور تیز کر لی۔ عائشہ بھی تیز رفتاری کے ساتھ چلنے لگیں۔ پیغمبرؐ دوڑنے لگے۔ عائشہ بھی ان کے پیچھے پیچھے دوڑنے لگیں اس کے بعد پیغمبرؐ گھر کی طرف چل پڑے۔

عائشہ بجلی کی طرح پیغمبرؐ سے پہلے گھر پہنچ کر بستر پر لیٹ گئیں۔ جب پیغمبرؐ گھر کے اندر داخل ہوئے تو انہوں نے عائشہ کی تیز سانس کی آواز سنی۔ کہنے لگے "عائشہ! کیا بات ہے۔ تم اس طرح سانس کیوں لے رہی ہو جیسے تیز رفتاری سے مسافت طے کرنے والا گھوڑا ہانپنے لگتا ہے؟"

"یا رسول اللہ! ایسا کچھ نہیں ہے۔"

"بتا دو۔ اگر نہ بتاؤ گی تو خداوند عالم ہمیں حقیقت سے بے خبر نہ رکھے گا۔"

"یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہو جائیں۔ جس وقت آپ گھر سے باہر نکلے میں جاگ رہی تھی۔ میں نے یہ جاننا چاہا کہ اتنی رات گئے آپ کہاں جا رہے ہیں؟ آپ کے پیچھے پیچھے میں بھی گھر سے باہر آ گئی اور اتنی دیر تک آپ کے احوال کا مشاہدہ کرتی رہی۔"

"اچھا! واپس آتے وقت مجھے اندھیرے میں جو پرچھائیں سی نظر آئی تھی وہ تم تھیں؟"

"ہاں! یا رسول اللہ۔"

پیغمبرؐ نے عائشہ کی پشت پر آہستہ سے ہاتھ مارتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

"کیا تمہارے دل میں یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ خدا اور پیغمبرؐ خدا تمہارے ساتھ ظلم و ناانصافی سے کام لے گا اور تمہارا حق دوسرے کو دے دے گا؟"

"یا رسول اللہ! خداوند عالم ان تمام باتوں سے بخوبی واقف ہے جو لوگ اپنے دل میں پوشیدہ رکھتے ہیں وہ پروردگار آپ کو بھی لوگوں کے دل کے راز سے آگاہ کر دیتا ہے؟"

"ہاں! اس وقت بقیع اس لیے گیا تھا کہ فرشتہ الٰہی جبرئیل تشریف لائے۔ مجھے اس طرح آواز دی کہ تم نہ سن سکو۔ میں نے انہیں جواب دیا لیکن تم سے اس لیے نہیں کہا کہ میرا خیال تھا کہ تم گہری نیند سو گئی۔ میں نے یہ مناسب نہیں سمجھا کہ تمہیں جگا کر یہ بتاؤں کہ مجھے وحی الٰہی سننے کے لیے تنہا ہونا چاہیے اس کے علاوہ میں نے یہ سوچا کہ کہیں تم ڈر نہ جاؤ اسی لیے میں اپنے کمرے سے آہستہ باہر چلا گیا۔ خدا کے فرشتے نے مجھ سے کہا کہ بقیع جاؤں اور وہاں پر دفن لوگوں کی مغفرت کے لیے دعا کروں۔"

"یا رسول اللہ! اگر میں مردوں کی مغفرت کے لیے دعا کرنا چاہوں تو کیا کہوں۔"

"کہو: السلام علی اہل الدیار من المومنین والمسلمین، ویرحم اللہ المستقدمین منا والمستاخرین۔ فانا انشاء اللہ للاحقون۔ ؎۲"

؎۲ : مسند احمد حنبل جلد ۶ ص ۲۲۱

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بے لچک سیاست

خلیفہ سوم کے قتل کے بعد رونما ہونے والے انقلابی ماحول کے نتیجے میں عہدۂ خلافت کے لیے حضرت علی علیہ السلام کے علاوہ کسی دوسرے شخص کا نام پیش نہ ہو سکا۔ لوگ گروہ در گروہ آئے اور علیؑ ابن ابی طالب کے ہاتھوں پر بیعت کر لی۔

دوسرے دن حضرت علیؑ منبر پر تشریف لے گئے خدا کی حمد و ثنا اور پیغمبرؐ عظیم الشان پر درود و سلام کے بعد انھوں نے وعظ بیان کرتے ہوئے لوگوں سے فرمایا:

"اے لوگو! پیغمبرؐ اسلام کی وفات کے بعد لوگوں نے ابوبکر کو خلیفہ منتخب کر لیا۔ اس کے بعد ابوبکر نے عمر کو اپنا جانشین مقرر کر دیا۔ عمر نے خلافت کا عہدہ سپرد کرنے کے لیے ایک شوریٰ مقرر کر دی۔ شوریٰ کے فیصلے کے مطابق عثمان خلیفہ ہو گئے۔ تم لوگ عثمان کے کام سے ناراض ہوئے۔ آخر کار ان کے گھر کا محاصرہ کر لیا گیا اور بعد میں انھیں قتل کر دیا گیا۔ اس کے بعد تم لوگ میری طرف متوجہ ہوئے اور اپنی خوشی سے میری بیعت قبول کر لی۔ میں تم میں سے اور تمھیں لوگوں جیسا ایک انسان ہوں۔ جو چیز تمہارے لیے ہے وہی میرے لیے بھی ہے۔ تمہاری اور میری ذمہ داری ایک ہی جیسی ہے۔ خداوند عالم نے تمہارے اور اہل قبلہ کے درمیان یہ دروازہ کھول دیا ہے فتنہ تاریک رات کی طرح سامنے کھڑا ہوا ہے۔ خلافت کا بوجھ وہی شخص اپنے کندھوں پر اٹھا سکتا ہے جو طاقتور بھی ہو اور صابر بھی اور صاحب بصیرت بھی ہو اور عقل مند بھی۔ میری روش یہ ہے کہ میں تم لوگوں کو پیغمبرؐ کی روش و سیرت کی طرف واپس لے آؤں۔ میں جس چیز کا وعدہ کرتا ہوں اسے پوری طرح وفا کروں گا لیکن شرط یہ ہے کہ تم لوگ بھی استقامت اور ثابت

قدمی سے کام لیتے رہو۔ البتہ اس سلسلے میں ہم لوگوں کو پروردگار سے مدد و توفیق طلب کرتے رہنا چاہیے۔ آپ لوگوں کے سامنے میں اس بات کی وضاحت کر دینا چاہتا ہوں کہ پیغمبرؐ کے لیے ان کی وفات کے بعد بھی میں بالکل ویسا ہی ہوں جیسا کہ ان کی زندگی میں تھا۔"

تم لوگ اصول و قوانین کے مطابق زندگی بسر کرتے ہوئے اطاعت و بندگی کی حفاظت کرتے رہو۔ میں جو کچھ کہتا ہوں اس پر عمل کرو۔ اگر تمہیں عجیب اور ناقابل قبول چیز نظر آئے تو اس کی نفی و تردید میں جلدی نہ کرو۔ میں ایسا کوئی کام نہیں کرتا ہوں جو میری ذمہ داری میں شامل نہ ہو اور ایسا کوئی قدم نہیں اٹھاتا جس کے لیے بارگاہ خداوندی میں کوئی معقول عذر نہ پیش کر سکوں۔ خداوند عالم ہم سبھی لوگوں کو دیکھ رہا ہے اور ہمارے جملہ امور اس کے احاطے کے اندر ہیں۔ عہدۂ خلافت سے میری کوئی دلچسپی نہیں ہے کیونکہ میں نے پیغمبرؐ کی زبان سے یہ کلمات سنے ہیں"

"میرے بعد جو شخص امّت کے معاملات کی باگ ڈور اپنے ہاتھوں میں لے گا اسے قیامت کے دن صراط کے پل پر روک دیا جائے گا اس کے بعد فرشتے اس کا نامۂ اعمال پیش کریں گے اگر اس نے عدل و انصاف سے کام لیا ہوگا تو پروردگار اس شخص کی عدالت کی وجہ سے اسے نجات عطا کر دے گا اور اگر وہ ظالم و ستمگر ہوا تو پل صراط کو جنبش ہوگی اور وہ شخص جہنّم میں گر جائے گا۔"

لیکن جب تم لوگوں نے اتفاق رائے سے مجھے خلیفہ منتخب کر لیا تو میرے انکار اور بہانہ کی کوئی گنجائش باقی نہ رہ گئی۔ اس کے بعد انھوں نے منبر کے داہنے اور بائیں طرف بیٹھے ہوئے لوگوں پر نگاہ دوڑائی۔ پھر اپنا سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

"اے لوگو! اب میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ جن لوگوں نے عوام کی جیب اور بیت المال سے اپنی جیب گرم کر لی ہے، بڑی بڑی جائداد بنا لی ہے، نہریں جاری کر رکھی ہیں۔ عمدہ قسم کے گھوڑوں

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com

http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

پر سواری کرتے ہیں، نازک بدن اور خوبصورت کنیزیں خرید رکھی ہیں اور دنیاوی لذتوں میں اپنے آپ کو غرق کر رکھا ہے میں کل ہی سے ان کی اس راہ میں رکاوٹ پیدا کرنا شروع کر دوں گا۔

ان لوگوں نے جو چیزیں ناجائز طریقے سے حاصل کی ہیں انہیں میں ان سے واپس لے لوں گا اور ان لوگوں کے پاس اتنا ہی چھوڑوں گا جو ان کا جائز حق ہے۔ بہت ممکن ہے کہ کل یہ لوگ کہنے لگیں کہ علی بن ابی طالبؑ نے ہمیں دھوکے میں رکھا۔ اسی لیے میں آج صاف لفظوں میں یہ اعلان کیے دیتا ہوں کہ میں تمام مراعات ختم کر دوں گا۔

یہاں تک کہ پیغمبرؐ کی مصاحبت اور ماضی میں اسلام کی خدمت کرنے والوں کو بھی خصوصی مراعات اور کسی قسم کا کوئی امتیاز حاصل نہ ہوگا۔ دور ماضی میں جن لوگوں کو پیغمبرؐ کی مصاحبت کا شرف حاصل تھا اور جن لوگوں نے اس زمانے میں دین خدا کی خدمت کی ہے، اس کا اجر انہیں پروردگار سے ملے گا۔ گذشتہ زندگی کے درخشاں کارناموں کی وجہ سے آج ہم ان کے اور عام لوگوں کے درمیان کسی قسم کے امتیاز کے قائل نہ ہوں گے۔ جو شخص آج ہماری آوازِ حق کو قبول کر لیتا ہے، ہمارے قبلے کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اس کو وہی حقوق حاصل ہوں گے جو حیات پیغمبرؐ میں اسلام قبول کرنے والے کو حاصل ہیں۔ تم لوگ بندگانِ خدا ہو اور مال خدا کی ملکیت ہے لہٰذا تم لوگوں کے درمیان مال کی تقسیم کے سلسلے میں مساوات لازمی ہے۔

کسی شخص کو دوسرے پر کوئی فضیلت و برتری حاصل نہیں ہے۔ پس کل تم لوگ آجاؤ تاکہ بیت المال میں جو مال ہے اسے تقسیم کر دیا جائے۔" دوسرے دن لوگ صحن مسجد میں جمع ہوئے حضرت علیؑ نے بیت المال میں جو کچھ تھا اسے برابر تقسیم کر دیا۔ ہر شخص کے حصے میں تین تین دینار آئے۔ ایک شخص کہنے لگا" یا علیؑ! تم مجھے تین دینار دے رہے ہو اور فلاں آدمی کو بھی، جو کل تک میرا غلام تھا، تم نے تین دینار دیے"۔

علیؑ نے جواب دیا "میں نے جو کچھ کیا ہے وہ بالکل ٹھیک ہے"۔

طلحہ و زبیر و عبداللہ بن عمر و سعید بن عاص اور مروان بن حکم جیسے لوگوں نے، جنھیں برسوں سے امتیاز اور خصوصی مراعات کی عادت پڑ چکی تھی، اپنا حصہ لینے سے انکار کر دیا اور مسجد سے باہر نکل گئے۔ دوسرے دن لوگ مسجد میں جمع ہوئے۔ یہ لوگ بھی مسجد میں آئے لیکن تمام لوگوں سے الگ ایک گوشے میں بیٹھ گئے اور آپس میں بحث و مباحثہ کرنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد ان لوگوں نے ولید بن عقبہ کو اپنا نمائندہ بنا کر حضرت علیؑ کے پاس بھیجا۔

ولید حضرت علی علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا۔

" یا اباالحسنؑ! تم اس حقیقت سے بخوبی واقف ہو کہ اسلام و جاہلیت کے درمیان جو جنگیں ہوئی تھیں ان کی وجہ سے ہم جو یہاں بیٹھے ہیں تم سے خوش نہیں ہیں کیونکہ ان جنگوں کے درمیان ہمارا ایک یا ایک سے زیادہ عزیز تمہاری تلوار سے قتل ہوا ہے۔ جنگ بدر میں میرا باپ تمہاری تلوار سے قتل ہوا تھا۔ بہرحال ان تمام باتوں کو نظرانداز کرتے ہوئے اگر تم ہماری دو شرائط قبول کر لو تو ہم لوگ تمہاری بیعت کے لیے آمادہ ہیں۔

" ہماری پہلی شرط یہ ہے کہ تم نے کل جو باتیں کہی ہیں انھیں واپس لے لو اور گذشتہ دور میں جو کچھ ہوا ہے اس سے کوئی سروکار نہ رکھو۔ پچھلے خلفاء کے دورِ حکومت میں کسی شخص نے جس طرح بھی مال جمع کیا ہو اس سے کوئی مطلب و غرض مت رکھو۔ تمہیں صرف یہ دیکھنا چاہیے کہ تمہارے دورِ خلافت میں کوئی شخص ناجائز طریقے سے مال جمع نہ کرنے پائے"۔

ہماری دوسری شرط یہ ہے کہ قاتلان عثمان کو تم ہماری تحویل میں دے دو تاکہ ہم لوگ ان سے قصاص و انتقام لیں اور اگر ہم لوگوں کو تمہاری طرف سے امن و سلامتی کی گارنٹی نہ ملی تو ہم اس بات کے لیے مجبور ہیں کہ شام چلے جائیں اور معاویہ سے ملحق ہو جائیں"۔

حضرت علیؑ نے ارشاد فرمایا۔" اسلام اور جاہلیت کے درمیان ہونے والی جنگ میں جو لوگ قتل ہوئے ہیں ان کے خون کی ذمہ داری میری گردن پر نہیں ہے کیونکہ وہ ذاتی جنگ نہ تھی بلکہ وہ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com

http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

جنگ تو حق و باطل کے درمیان تھی۔ اگر اس سلسلے میں کوئی مطالبہ کرنا چاہتے ہو تو باطل کی طرف سے حق کے خلاف اپنا دعویٰ پیش کرو میرے خلاف نہیں۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے ان حقوق کا جو گذشتہ دور میں پامال ہوئے ہیں۔ اس سلسلے میں میں یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ شرعی اعتبار سے میری یہ ذمّہ داری ہے کہ جن لوگوں کے حقوق پامال ہوئے ہیں انھیں ان کا حق دلاؤں۔ اس بات کو نظر انداز کر دینا میرے اختیار سے باہر ہے۔ رہا قاتلانِ عثمان کا معاملہ! اگر میں نے اپنی شرعی ذمّہ داری کی تشخیص کر لی ہوتی تو میں ان لوگوں سے کل ہی قصاص لے چکا ہوتا۔ انہیں آج تک کی مہلت ہرگز نہ دیتا۔"

یہ جوابات سننے کے بعد ولید وہاں سے اٹھ کر کھڑا ہوا ساتھیوں کے پاس گیا اور ساری روداد ان کے سامنے پیش کر دی۔ ان لوگوں کو یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ علیؑ کی سیاست میں لچک اور ہیرا پھیری کی گنجائش نہیں ہے۔ لہٰذا ان لوگوں نے اسی وقت سے گڑبڑ پھیلانا شروع کر دی۔

علیؑ کے کچھ دوست ان کے پاس آئے اور کہنے لگے۔ "یا علیؑ! یہ لوگ قتلِ حضرت عثمان کے بہانے بہت جلد ہی آشوب اور گڑبڑ پیدا کر دیں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ قتل حضرت عثمان محض ایک بہانہ ہے، ان لوگوں کے لیے سب سے زیادہ تکلیف دہ بات یہ ہے کہ آپ نے نئے اور پرانے یا ایرانی اور غیر ایرانی مسلمانوں کے درمیان مساوات اور برابری پیدا کر دی ہے۔ اگر آپ ان لوگوں کے امتیاز کو برقرار رکھیں اور اپنے فیصلے پر نظر ثانی کر لیں تو یہ فتنہ ختم ہو سکتا ہے۔"

چونکہ یہ ممکن تھا کہ علیؑ کے اکثر دوستوں میں یہ اعتراض پیدا ہو جائے کہ "آخر مساوات کی پیروی کے سلسلے میں اتنا اصرار کیوں کیا جا رہا ہے؟" لہٰذا دوسرے دن حضرت علی علیہ السّلام نے اپنی گردن میں تلوار لٹکائی۔ ان کے جسم پر دو کپڑے تھے۔ ایک کپڑا انھوں نے اپنی کمر میں باندھ رکھا تھا اور دوسرے کپڑے کو کندھے پر ڈال رکھا تھا۔ غرض کہ وہ اسی حالت میں مسجد پہنچے۔ اپنی کمان

پر تکیہ کیے ہوئے وہ منبر کے اوپر کھڑے ہو گئے اور لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"ہم اپنے معبود کا شکر کرتے ہیں کہ اس نے ہم لوگوں کو ظاہری اور پوشیدہ نعمتوں سے مالا مال کر رکھا ہے۔ یہ تمام نعمتیں اس کے فضل و کرم کا نتیجہ ہیں۔ ان نعمتوں کو عطا کرتے وقت اس پروردگار نے یہ نہیں دیکھا کہ ہم ان نعمتوں کے مستحق ہیں یا نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خداوند عالم ہمارا امتحان لینا چاہتا ہے کہ ہم شکر ادا کرتے ہیں یا کفران نعمت۔ خداوند عالم کے نزدیک لوگوں میں افضل و صاحب فضیلت وہ ہے جو اپنے پروردگار کی اطاعت کرے، پیغمبرؐ کی سنّت پر زیادہ سے زیادہ عمل پیرا ہے اور کتاب خدا کی تلاوت و حفاظت کرے۔ ہمارے درمیان فضیلت کی کسوٹی خدا اور اس کے رسولؐ کی اطاعت ہے۔ ہم اپنے درمیان کسی شخص کی فضیلت کے قائل نہیں ہیں سوائے اس شخص کے جو خدا اور رسولؐ کی اطاعت میں بھی دوسروں سے افضل ہو۔ خدا کی مقدّس کتاب ہمارے اور تمہارے درمیان موجود ہے اور پیغمبرؐ کی سیرت سے بھی تم لوگ بخوبی واقف ہو۔"

اس کے بعد انھوں نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی۔

" یا ایّھا النّاس انّا خلقنٰکم من ذکرٍ و انثیٰ و جعلنٰکم شعوباً و قبائل لتعارفوا انّ اکرمکم عند اللہ اتقٰکم۔"

اس خطبے کے بعد دوست و دشمن دونوں کو یہ یقین ہو گیا کہ علیؑ کا فیصلہ اٹل ہے۔ چنانچہ ہر شخص کو اپنی ذمّہ داری کا احساس ہو گیا۔ جس نے وفادار رہنا چاہا وہ وفادار رہا۔ جو شخص اس قسم کے پروگرام و پلاننگ میں شریک نہیں ہونا چاہتا تھا وہ یا تو عبداللہ بن عمر کی طرح علیحدہ اور کنارہ کش ہو گیا یا طلحہ و زبیر و مروان کی طرح جنگ و خونریزی پر آمادہ ہو گیا۔[1]

---

[1]: شرح ابن ابی الحدید۔ مطبوعہ بیروت جلد دوم۔ ص ٢٧١-٢٧٣ شرح خطبہ ٩٠۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سو رہے ہو یا بیدار؟

جبہ عرنی اور نوف بکالی، رات کے وقت کوفہ کے دارالامارہ کے صحن میں لیٹے تھے، آدھی رات کے بعد انہوں نے دیکھا کہ حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام قصر سے صحن کیطرف آرہے ہیں، لیکن حالت غیر ہے: ایک فوق العادہ وحشت ان پر طاری ہے اتنی طاقت نہیں کہ جسم کے توازن کو برقرار رکھ سکیں۔ ہاتھوں کو دیوار پر رکھ کر خم ہوئے اور آہستہ آہستہ دیوار کے سہارے بڑھ رہے ہیں اور سورہ آل عمران کی آخری آیات کی تلاوت فرما رہے ہیں:

"اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ"

"اس میں تو شک ہی نہیں کہ آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات و دن کے پھیر بدل میں عقلمندوں کے لیے (قدرت خدا کی) (بہت سی) نشانیاں ہیں"

"اَلَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ"

"جو لوگ اٹھتے بیٹھتے کروٹ لیتے (غرض ہر حال میں) خدا کا ذکر اور آسمانوں اور زمین کی بناوٹ میں غور و فکر کرتے ہیں اور (بے ساختہ) کہہ اٹھتے ہیں کہ خداوندا تو نے اس کو بیکار پیدا نہیں کیا تو (فعل عبث سے) پاک و منزہ ہے۔ پس ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا"

"رَبَّنَاۤ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَیْتَهٗ وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ"

"اے ہمارے پالنے والے جس کو تو نے دوزخ میں ڈالا تو یقیناً اسے رسوا کر ڈالا اور ظلم کرنے والوں کا کوئی مددگار نہیں"

رَبَّنَاۤ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا

ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ

"اے ہمارے پالنے والے (جب) ہم نے ایک آواز لگانے والے (پیغمبرؐ) کو سنا کہ وہ ایمان کے واسطے یوں پکارتا تھا کہ اپنے پروردگار پر ایمان لاؤ تو ہم ایمان لائے۔ پس اے ہمارے پالنے والے ہمارے گناہ بخش دے اور ہماری برائیوں کو ہم سے دور کر دے اور ہمیں نیکو کاروں کے ساتھ (دنیا سے) اٹھائے"

رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ

"اور اے پالنے والے اپنے رسولوں کی معرفت جو کچھ ہم سے وعدہ کیا ہے ہمیں دے اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کر۔ تو تو وعدہ خلافی کرتا ہی نہیں"

جبہ اور نوف دونوں اپنے بستروں پر لیٹے ہوئے اس عجیب منظر کو دیکھ رہے تھے: جبہ مبہوت ہو کر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا تھا لیکن نوف اپنی آنکھوں سے آنسوؤں کو نہیں روک سکا اور مستقل روتا رہا یہاں تک کہ علیؑ جبہ کی خواب گاہ کے قریب پہنچے اور کہا:

"سو رہے ہو یا بیدار ہو؟"

"جاگ رہا ہوں اے امیرالمومنینؑ، جب آپ کا خوف خدا میں یہ حال ہے تو وائے ہو ہم بے چاروں کے حال پر!"

حضرت علیؑ نے آنکھیں جھکائیں روئے اور فرمایا:

"اے جبہ! سب ایک دن خدا کے سامنے لائے جائیں گے اور ہمارا کوئی عمل اس سے پوشیدہ نہیں ہے۔ وہ ہماری اور تمہاری رگ گردن سے زیادہ قریب ہے، کوئی چیز ہمارے اور خدا کے درمیان حائل نہیں ہو سکتی"

پھر نوف کی طرف مخاطب ہوئے:

"سو رہے ہو؟"

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

"نہیں اے امیرالمومنینؑ بیدار ہوں اور دیر سے آنسو بہا رہا ہوں"۔

"اے نوف اگر آج خوفِ خدا سے زیادہ روئے تو کل روزِ قیامت تمہاری آنکھیں روشن ہونگی"

"اے نوف! آنسو کا ہر قطرہ جو خوفِ خدا میں نکلے وہ آگ کے سمندر کو بجھا دے گا"۔

"اے نوف! کسی شخص کی منزلت و مرتبہ اس سے بلند نہیں جو خوفِ خدا میں آنسو بہائے اور خدا کے لیے دوست رکھے"۔

"اے نوف! وہ شخص جو خدا کو دوست رکھتا ہے وہ جس چیز کو بھی دوست رکھے خدا کی خاطر دوست رکھے گا اور کسی چیز کو بھی خدا کی دوستی پر ترجیح نہیں دے گا۔ وہ شخص کسی شئے سے دشمنی رکھتا ہے تو خدا کی خاطر دشمنی رکھتا ہے اس کی اس دشمنی سے اس کو نیکی کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ جب اس منزل پر پہنچ جاؤ گے تو گویا حقیقت ایمان کی منزلِ کمال کو حاصل کر لوگے"

اس کے بعد جبہ و نوف کو موعظ فرمایا اور آخری جملہ جو فرمایا یہ تھا :

"خدا سے ڈرو، میں نے الٰہی پیغام تم تک پہنچا دیا"۔

اس کے بعد اس مقام سے گذر گئے اور اپنے کام میں مشغول ہو گئے۔ مناجات اور راز و نیاز میں مصروف ہو گئے، فرماتے تھے "خدایا کاش میں جانتا ہوتا اسوقت جب میں تجھ سے غافل ہوتا ہوں تو میری طرف سے رخ موڑ لیتا ہے یا توجہ رکھتا ہے؟ اے کاش میں جانتا ان نیند کی حالت کی طولانی گھڑیوں اور ان شکر گذاری کی کوتاہیوں میں میرا احال تیرے نزدیک کیا ہے"؟

جبہ و نوف کہتے ہیں : خدا کی قسم اسی طریقہ سے راہ چلتے رہے اور آپ کا حال یہی تھا یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔" [1]

---

[1] : بحارالانوار جلد ۹ چھاپ تبریز ص ۵۸۹ والکنی والالقاب، ذیل "البکالی"

خون کا مہر

جنگِ صفین عنقریب ختم ہونے والی تھی اور ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ شام کی فوج آخری شکست سے دوچار ہونے والی ہے لیکن عمرو بن العاص کے فریب نے شکست کی راہ میں رکاوٹ پیدا کر دی اور لڑائی رک گئی۔

جب اس کو یہ احساس ہو گیا کہ اس جنگ میں شکست حتمی ہے تو اس نے حکم دیا کہ قرآن نیزوں پر بلند کر دیے جائیں تاکہ لوگوں پر یہ ثابت کر دیا جائے کہ ہم اپنے اور تمہارے درمیان قرآن مجید کو حاکم تسلیم کرنے کے لیے آمادہ ہیں۔ حضرت علیؑ کے سبھی صاحب بصیرت اصحاب یہ جانتے تھے کہ یہ فریب کے علاوہ کچھ نہیں ہے اس فریب کا مقصد یہ ہے کہ جنگ رک جائے اور لشکر شام کو شکست سے دوچار نہ ہونا پڑے۔ کیونکہ جنگ سے قبل متعدد بار حضرت علیؑ کی طرف سے یہ تجویز پیش کی گئی تھی مگر ان لوگوں نے اسے قبول نہیں کیا تھا۔ لیکن بعض جاہل اور ظاہر بین لوگوں نے، فوجی قوانین کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اپنے کمانڈر کے حکم کا انتظار کیے بغیر ہی جنگ روک دی۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ یہ لوگ حضرت علی علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے یہ اصرار کرنے لگے کہ محاذِ جنگ پر لڑائی روک دینے کے لیے آپ فوراً حکم صادر کریں۔ ان لوگوں کا یہ خیال تھا کہ موجودہ صورتحال میں اگر کوئی جنگ جاری رکھتا ہے تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ اس نے قرآن سے جنگ کی ہے۔!

حضرت علی نے کہا۔ "تم لوگ اس چال سے دھوکہ مت کھاؤ۔ یہ فریب کے علاوہ کچھ نہیں ہے حکم قرآن یہ ہے کہ ہم لوگ جنگ جاری رکھیں۔ وہ لوگ قرآن کی پیروی کے لیے نہ پہلے آمادہ تھے اور نہ آج اس بات پر آمادہ ہیں کہ قرآنی احکام پر عمل کیا جائے۔ اب ہم لوگ عنقریب ایک

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

نتیجے پر پہنچنے والے ہیں لہٰذا اپنے کو نابودی سے بچانے کے لیے ان لوگوں نے اس فریب سے کام لیا ہے۔"

ان لوگوں نے جواب دیتے ہوئے کہا۔ "یہ سب صحیح ہے لیکن اب تو وہ لوگ اس بات کا باقاعدہ اعلان کر رہے ہیں کہ ہم قرآن مجید کو اپنے اور تمہارے درمیان حاکم قرار دینے کے لیے آمادہ ہیں لہٰذا اب ہمارا ان لوگوں سے جنگ کرنا قطعی جائز نہیں ہے۔ اس اعلان کے بعد ان سے جنگ کا مطلب قرآن سے جنگ کرنا ہے۔ پس اگر تم نے جنگ بندی کا حکم فوراً نہ جاری کیا تو اسی جگہ ہم تمہیں ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالیں گے۔"

اس کے بعد اپنے موقف پر ڈٹے رہنا بالکل بے سود تھا۔ سخت کشمکش کی حالت پیدا ہو چکی تھی۔ اگر حضرت علی علیہ السّلام اس صورت حال کے باوجود اپنے موقف پر ڈٹے رہتے تو اس کا انجام اپنی شکست اور دشمن کی فتح کی صورت میں رونما ہوتا لہٰذا انہوں نے حکم دیا کہ فی الحال جنگی کاروائی روک دی جائے اور تمام سپاہی محاذِ جنگ سے واپس آجائیں۔ عمرو بن العاص اور معاویہ کو اس بات سے بڑی خوشی ہوئی کہ وہ اپنے منصوبے میں کامیاب ہو گئے۔ چونکہ ان کا تیر ٹھیک نشانے پر لگا تھا اور اصحاب علیؑ کے درمیان نفاق و اختلاف پیدا ہو گیا اس وجہ سے وہ لوگ خوشی سے پھولے نہیں سماتے تھے۔ لیکن معاویہ عمرو بن العاص اور کسی دوسرے ماہر و دوررس سیاسی لیڈر کو اس بات کا اندازہ نہ ہو سکا تھا کہ یہ معمولی سا واقعہ ایک نئے مسلک کی تشکیل کا سبب بن جائے گا اور اس کی بنیاد پر اسلامی مسائل کے سلسلے میں ایک نئے فرقے کی تشکیل عمل میں آجائے گی اور دینی امور میں ایک ایسے خطرناک طرز فکر کی بنیاد پڑ جائے گی جو بعد میں خود معاویہ اور اس کے جیسے دیگر خلفاء کے لیے انتہائی پریشان کن ثابت ہو گی۔

ہر حال ایسے مسلک اور طرزِ فکر کا وجود عمل میں آگیا اور ایک نئے فرقے کی تشکیل ہو گئی۔ لشکرِ علیؑ کے باغیوں نے، جو بعد میں "خوارج" کے نام سے مشہور ہوئے اس روز خود سری اور استبداد

کے ذریعہ جنگ بندی میں کامیابی حاصل کر لی اور بظاہر حاکمیت قرآن کے سامنے ہتھیار ڈال دیے۔ یہ طے ہوا کہ دونوں طرف والے اپنا نمائندہ معین کریں اور یہ دونوں نمائندے قرآنی احکام کے مطابق کوئی ایسا فیصلہ کریں جو دونوں کے لیے قابل قبول ہو۔ معاویہ نے عمرو بن العاص کو اپنا نمائندہ منتخب کر دیا۔ حضرت علیؑ نے عمرو بن العاص کے مقابلے میں عباس بن عبداللہ کو اپنا نمائندہ بنانا چاہا۔ اس موقع پر بھی خوارج نے مداخلت کی اور یہ بہانہ کیا کہ انصاف کرنے والا شخص بالکل غیر جانبدار ہونا چاہیے اور عبداللہ بن عباس علیؑ کے رشتہ دار ہیں اس لیے انہیں علیؑ کا نمائندہ نہیں مقرر کیا جا سکتا۔

اس کے بعد ان لوگوں نے خود ہی ایک نالائق آدمی کو اس کام کے لیے نامزد کر دیا۔ عمرو بن العاص نے ایک دوسرے فریب کا جال پہلے ہی پھیلا رکھا تھا۔ چنانچہ مکمل باہمی موافقت کے بغیر ہی فیصلہ کرنے والی میٹنگ ختم ہو گئی اور کوئی خاص نتیجہ برآمد نہ ہو سکا۔ فیصلہ کرنے والی اس میٹنگ نے ایسی مضحکہ خیز صورت اختیار کر لی کہ اس کی تشکیل کا بنیادی مقصد ہی ختم ہو گیا اور معاشرہ پر اس کا کوئی خاص اثر مرتب نہ ہو سکا۔ صرف یہی نہیں بلکہ خود معاویہ اور عمرو بن العاص پر بھی اس کا کوئی خاص اثر نہ پڑا ان لوگوں کو صرف اتنا فائدہ ہوا کہ فوری طور پر جنگ بند ہو گئی اور علیؑ کے ساتھیوں میں اختلاف پیدا ہو گیا اس کے علاوہ ان لوگوں کو اپنی فوجی طاقت کو بڑھانے اور دوسرے کاموں کا موقع مل گیا۔

دوسری طرف جب خوارج کو اس حقیقت کا اندازہ ہو گیا کہ قرآن کو نیزے پر بلند کرنا اور قرآن کو حکَم قرار دیے جانے کی تجویز پیش کرنا محض ایک فریب تھا اور ان لوگوں نے بخوبی سمجھ لیا کہ انھوں نے غلطی کی ہے۔ لہٰذا اپنی غلطی کے ازالہ کے لیے ان لوگوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ در حقیقت کسی انسان کو حکومت یا فیصلہ کرنے کا حق نہیں ہے۔ حکومت تو بس خداوند عالم کا حق ہے اور خدا کی کتاب سے بہتر کوئی اور نہیں ہے۔ وہ لوگ اپنی گذشتہ غلطی کی تلافی

Contact : jabir.abbas@yahoo.com

http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کرنا چاہتے تھے لیکن اس سلسلے میں انہوں نے ایسی راہ کا انتخاب کیا کہ اس سے زیادہ بڑی اور خطرناک غلطی سے دوچار ہو گئے۔ ان کی پہلی غلطی محض ایک سیاسی اور فوجی غلطی تھی۔ بڑی سے بڑی فوجی غلطی مخصوص اور محدود مکان و زمان سے مربوط ہوا کرتی ہے اور اس کی تلافی بھی ممکن ہوتی ہے۔ لیکن ان کی دوسری غلطی کی نوعیت فکری تھی جس کی وجہ سے اسلام کے سماجی مسائل میں ایک ایسے غلط فلسفے کی شروعات ہوئی جس کی وجہ سے اسلام کی بنیاد کے لیے زبردست خطرہ پیدا ہو گیا۔ ان کی یہ غلطی یقیناً ناقابلِ تلافی تھی۔

اپنی اس مخصوص طرزِ فکر کی بنیاد پر خوارج نے ایک نعرہ بلند کیا کہ "لَاحُكْمَ اِلَّا لِلّٰهِ" یعنی خداوند عالم کے علاوہ کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کرے حضرت علی علیہ السلام ارشاد فرماتے تھے کہ "یہ بات درست ہے لیکن ایک نادرست اور ناجائز مقصد کے لیے استعمال کی جا رہی ہے حکم یعنی فیصلہ اور قانون۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ قانون سازی خداوند عالم کا حق ہے یا اس آدمی کا حق ہے جسے خداوند عالم نے قانون سازی کی اجازت دی ہو لیکن اس جملے سے خوارج کا مقصد یہ ہے کہ حکومت صرف خداوند عالم کے لیے مخصوص ہے حالانکہ انسانی سماج کو ہر اعتبار سے اور ہمہ وقت ایک ایسے مدبّر و سرپرست کی ضرورت ہے جو الٰہی قانون کا اجراء کرا سکے۔"[1]

بعد میں خوارج اپنے اعتقاد و عقائد میں قدرے تبدیلی پیدا کرنے کے لیے مجبور ہو گئے خوارج کا یہ نظریہ تھا کہ غیر خدا کی حاکمیت گناہ ہوتی ہے اور اپنے اس نظریہ کی وجہ سے ان لوگوں نے گناہ کیا تھا اس کے لیے توبہ کر لی اور چونکہ حضرت علی علیہ السّلام نے آخرکار حاکمیت قرآن کی تجویز تسلیم کر لی تھی۔ لہٰذا ان لوگوں نے ان سے یہ مطالبہ کیا کہ تم بھی توبہ کرو۔ انھوں نے ارشاد فرمایا کہ جنگ بند کرنا اور حکم کی تجویز کو قبول کرنا بہرحال ایک غلطی تھی لیکن اس غلطی کی پوری ذمہ

---

[1] نہج البلاغہ۔ خطبہ ۴۰ كلمة حق يراد بها الباطل نعم انّه لا حكم الّا للّٰه

داری تم لوگوں پر ہے میرے اوپر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے لیکن ثالث کی طرف رجوع کرنا ہر صورت میں غلط اور ناجائز ہے اسے میں ہرگز قبول نہیں کرتا۔

بہرصورت خوارج اپنے مخصوص عقائد کی پیروی کرنے لگے اور حضرت علی علیہ السّلام کو اس وجہ سے برا بھلا کہنے لگے کہ وہ حاکمیت کو جائز قرار دیتے ہیں۔ دھیرے دھیرے ان لوگوں نے اپنے عقائد میں شاخیں اور پتّیاں بھی پیدا کر لیں اور ایک ایسے مذہبی فرقے کی شکل اختیار کر لی جس کا بیشتر مسائل میں اکثر مسلمانوں سے زبردست اختلاف تھا۔ ان کے مسلک کی سب سے بڑی خصوصیّت شدّت پسندی اور سطحی ذہنیت تھی۔ امر بالمعروف کے سلسلے میں ان لوگوں کا خیال تھا کہ اس سلسلے میں کوئی شرط یا پابندی نہیں ہے بلکہ نڈر اور لاپرواہ ہو کر جدوجہد کی جانی چاہیے۔

جب تک خوارج صرف اپنے عقائد کے اظہار پر قناعت کیے رہے حضرت علی علیہ السّلام نے ان سے کوئی تعرض نہیں کیا۔ یہاں تک کہ ان لوگوں کے ذریعہ اپنی برائی پر بھی کوئی توجہ نہیں دی اور بیت المال سے ان کے حقوق برابر ادا کرتے رہے اور ان لوگوں کو اپنے عقائد کے اظہار اور بحث و مباحثہ کی اجازت دیتے رہے۔ لیکن جب انہوں نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے نام پر باغیانہ حرکتیں جاری کر دیں تو حضرت علیؑ نے ان کی سرکوبی کا حکم صادر کر دیا۔ نہروان میں حضرت علی علیہ السّلام اور خوارج کے درمیان جنگ ہوئی اور اس جنگ میں خوارج کو زبردست شکست ہوئی۔ مسلمان اور صاحب اعتقاد ہونے کی وجہ سے خوارج سے جنگ کرنا انتہائی مشکل کام تھا۔ وہ ایسے لوگ تھے جو دوست اور دشمن کا اعتراف کرنے میں دروغ بیانی سے کام نہ لیتے تھے۔

ان کے لہجے میں عجیب قسم کی صراحت تھی، وہ عبادت گذار تھے اور ان میں سے اکثر افراد کی پیشانی پر سجدہ کا نشان نمایاں تھا۔ وہ لوگ تلاوت کلام پاک اور دیگر عبادتی کاموں میں ساری

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ساری رات بیدار رہا کرتے تھے لیکن بہت جاہل اور کم ذہن لوگ تھے۔ اسلام کو ایک خشک، جامد اور بے روح مذہب سمجھتے تھے اور اسی انداز میں وہ اس دین کی تبلیغ بھی کرتے تھے۔ ان لوگوں سے جنگ کرنے اور ان کا خون بہانے کے لیے لوگوں کو آمادہ کرنا ہر ایک کے بس کی بات نہ تھی۔ اگر حضرت علیؑ جیسی عظیم الشان شخصیّت درمیان میں نہ ہوتی تو لشکرِ اسلام کا کوئی سپاہی ان لوگوں سے جنگ کے لیے ہرگز آمادہ نہ ہوتا۔

حضرت علی علیہ السّلام نے خوارج سے جنگ کے سلسلے میں افتخار آمیز انداز میں ارشاد فرمایا ہے: "یہ میں تھا جس نے کاسۂ سر سے فتنہ کی آنکھ نکال لی۔ میرے علاوہ کسی دوسرے شخص میں اتنی ہمت نہ تھی[1]۔" درحقیقت بات کچھ ایسی ہی تھی۔ یہ صرف حضرت علیؑ کی ذات تھی جس نے ان کی ظاہری مذہبی آرائش اور تقدّس مآبی کو کوئی اہمیت نہیں دی اور ہر طرح کی زاہدانہ روش کے باوجود انہیں اسلام کا خطرناک دشمن سمجھا۔ حضرت علیؑ جانتے تھے کہ اگر اس طرزِ فکر اور فلسفے نے جو عوام میں فطری طور پر مقبول ہوتا جا رہا ہے، عالمِ اسلام میں اپنی جڑیں مضبوط کر لیں تو عالمِ اسلام پر ایسا جمود طاری ہو جائے گا کہ اسلام کا یہ درخت جڑ سے سوکھ جائے گا۔

حضرت علیؑ کی نظر میں خوارج سے جنگ کا مطلب چند ہزار افراد سے جنگ کرنا نہیں تھا بلکہ ان کی یہ جنگ اس فکری جمود اور جاہلانہ استدلال کے خلاف تھی جو اسلامی مسائل میں ایک غلط اور بے بنیاد فلسفے کا نتیجہ تھی۔ حضرت علیؑ کے علاوہ کس کی ہمّت تھی جو ایسے محاذ پر قدم رکھ سکے۔ جنگِ نہروان میں خوارج کو زبردست نقصانات سے دوچار ہونا پڑا اور ان میں اتنی طاقت باقی نہ رہ گئی کہ امید کے مطابق وہ عالمِ اسلام میں اپنی کوئی جگہ بنا سکیں۔ خوارج کے خلاف علیؑ کی یہ جنگ بہترین سند بن گئی کہ بعد کے خلفاء نے ان لوگوں سے جو جہاد کیا تھا اسے جائز اور لازمی قرار دیا جا سکے۔ بہرحال اس جنگ کے بعد جو خوارج باقی رہ گئے تھے انھوں نے اپنی سرگرمیاں جاری رکھیں۔ اس فرقے کے تین افراد مکّہ میں جمع ہوئے اور اپنے خیال میں عالمِ اسلام کے حالات کا تجزیہ

---

[1]: انا فقأت عین الفتنة ولم یکن لیجترأ علیها غیری بعد ان ماج غیبها واشتد کلبها۔ نہج البلاغہ خطبہ ۹۱

کرنے لگے اور یہ لوگ اس نتیجے پر پہنچے کہ عالمِ اسلام کی جملہ پریشانی اور بدبختی کا سبب علیؑ، معاویہ اور عمرو بن العاص کا وجود ہے۔ یہی تین آدمی ایسے ہیں جنھوں نے دنیائے اسلام کو گوناگوں مسائل میں مبتلا کر رکھا ہے۔

علیؑ وہ آدمی تھے جن کی فوج میں پہلے یہ لوگ سپاہی تھے۔ معاویہ اور عمرو بن العاص وہ تھے جن کا سیاسی مکر و فریب اور فوجی دھوکہ اس خطرناک فرقے کی تشکیل کا سبب قرار پایا تھا۔ بہرحال سرزمینِ مکہ پر جمع ہونے والے ان تین افراد عبدالرّحمٰن بن ملجم، برک عبداللہ اور عمر بن بکر تمیمی نے خانۂ کعبہ میں یہ عہد کیا اور قسم کھائی کہ ان تین آدمیوں کو، جو مسلمانوں کے لیڈر ہیں رمضان المبارک کی انیسویں (یا سترھویں) شب میں قتل کر ڈالیں گے۔ علیؑ کے قتل کے لیے عبدالرّحمٰن ابن ملجم کو، معاویہ کے لیے، برک بن عبداللہ، اور عمرو بن العاص کے لیے عمرو بن بکر تمیمی کو نامزد کیا گیا۔ غرض اس ارادہ اور آخری فیصلے کے ساتھ یہ تینوں افراد ایک دوسرے سے علیحدہ ہو گئے اور یہ لوگ اپنے اپنے مقصد کی طرف روانہ ہو گئے۔ عبدالرّحمٰن بن ملجم مرکزِ خلافت یعنی کوفہ کی جانب روانہ ہو گیا۔

برک نے اموی حکومت کے مرکز یعنی شام کا راستہ پکڑ لیا اور عمرو بن بکر مصر کی طرف چل پڑا کیونکہ عمرو بن العاص اس وقت مصر کا گورنر تھا۔ ان میں سے دو آدمی یعنی برک بن عبداللہ اور عمرو بن بکر کوئی اہم کام انجام نہ دے سکے۔ کیونکہ برک نے جسے معاویہ کے قتل کی ذمّہ داری سونپی گئی تھی، معینہ شب میں معاویہ کے پٹھے پر ایک ضربت لگائی۔ معاویہ کا یہ زخم علاج سے ٹھیک ہو گیا۔ عمرو بن بکر جس نے عمرو بن العاص کے قتل کی ذمّہ داری قبول کی تھی۔ وہ ذاتی طور پر عمرو عاص کو نہیں پہچانتا تھا۔ نیز اتفاق کی بات تھی۔ معینہ شب میں اپنی بیماری کی وجہ سے عمرو بن العاص نے خارجہ بن حذافہ کو اپنا نمائندہ بنا کر مسجد بھیج دیا تھا۔ عمرو بن بکر نے یہ سمجھا کہ عمرو بن العاص یہی ہے۔ لہٰذا ایک ہی وار میں اس نے اسے قتل کر ڈالا۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com

http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اسے بعد میں پتہ چلا کہ مقتول عمرو بن العاص نہیں ہے۔ مختصر یہ کہ ان تینوں آدمیوں میں صرف عبدالرحمٰن بن ملجم ہی اپنے فاسد مقصد میں کامیاب ہوا۔ عبدالرحمٰن بن ملجم شہر کوفہ میں داخل ہوا اور کسی سے اپنے ارادہ کا اظہار نہ کیا۔ وہ اپنے فیصلے کے بارے میں بار بار غور و فکر کرتا رہا۔ اپنے فیصلے پر مسلسل نظر ثانی کے بعد اس نے اپنا ارادہ ملتوی کر دیا۔ کیونکہ علیؑ کی شخصیت ایسی نہ تھی کہ بڑا سے بڑا شقی اور سنگدل آدمی بھی ان کے قتل کے لیے بہ آسانی آمادہ ہو جائے لیکن جن اتفاقات کی وجہ سے مصر اور شام میں عمرو بن العاص اور معاویہ کو نجات حاصل ہوئی تھی، عراق میں ایک دوسرا اتفاق رونما ہوا اور اس اتفاق نے ابن ملجم کو اپنے فیصلے پر اٹل بنا دیا۔

اگر یہ اتفاق نہ رونما ہوا ہوتا تو ابن ملجم اپنا ارادہ پوری طرح ملتوی کر چکا تھا لیکن درمیان میں ایک عورت کا عشق آ گیا۔ شہر کوفہ میں قیام کے دوران ایک دن عبدالرحمٰن ابن ملجم اپنے ایک ہم مسلک سے ملنے کے لیے اس کے گھر گیا۔ وہاں ایک لڑکی سے اس کی ملاقات ہوئی جس کا نام قطام تھا اور جس کا خارجی باپ جنگ نہروان میں قتل ہو گیا تھا۔ قطام انتہائی خوبصورت اور دلکش لڑکی تھی لہٰذا ابن ملجم پہلی ہی نظر میں اس پر دل و جان سے فریفتہ ہو گیا۔ قطام کو دیکھنے کے بعد مکہ میں اس نے جو عہد کیا تھا اسے بھول گیا اور قطام کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا فیصلہ کر لیا اور تمام گزری ہوئی باتوں کو فراموش کر دینا چاہا۔ چنانچہ ایک دن ابن ملجم نے قطام کے سامنے شادی کی تجویز پیش کر دی۔ قطام نے اس کی تجویز قبول کر لی۔ لیکن اپنے مہر کا تعین کرتے وقت قطام نے دوسری چیزوں کے ساتھ ہی ساتھ ایک ایسی چیز کا نام لیا جس کو سن کر ابن ملجم کے ہوش اڑ گئے اور اس کے چہرے پر دھواں سا چھا گیا۔ قطام نے کہا۔ "میرے مہر کی فہرست یہ ہے۔ تین ہزار درہم، ایک غلام، ایک کنیز اور خون علیؑ بن ابیطالبؑ!" ابن ملجم نے اپنی معشوقہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "روپیہ، غلام اور کنیز میں ابھی تمہاری

نہ: یہ بات انتہائی حیرت انگیز تھی کہ ایک عورت اپنے مہر میں خون علیؑ کا مطالبہ کرے۔ چنانچہ یہ اس دور کے شاعروں کیلئے ایک موضوع بن گیا۔ اس سلسلے میں ایک شاعر نے اپنے کلام میں اس طرح اشارہ کیا ہے۔

و لم ار مهراً ساقه ذو سماحة	كمهر قطام من فصيح و اعجم
ثلثة آلاف و عبد و قينة	و قتل علیؑ بالحسام المصمم
و لا مهر اغلی من علیؑ و ان علا	و لا فتك الا دون فتك ابن ملجم

خدمت میں حاضر کیے دیتا ہوں، لیکن علیؑ کا قتل کوئی آسان کام نہیں ہے۔ کیا ہم لوگ ایک دوسرے کے ساتھ زندگی بسر کرنا نہیں چاہتے؟ علیؑ کو قتل کرنے کے بعد میں اپنی جان کیسے بچا سکتا ہوں؟"

قطام نے کہا۔ "میرا مہر یہی ہے جو میں نے تم سے بیان کر دیا علی کو میدان جنگ میں قتل نہیں کیا جا سکتا لیکن محراب عبادت میں یہ کام ممکن ہے اگر قتل علیؑ کے بعد تمہاری جان سلامت رہ گئی تو ہم لوگ پوری زندگی سکون کے ساتھ بسر کریں گے اور اگر اس سلسلے میں تم بھی قتل ہو گئے تو پروردگار سے تمہیں بہت بڑا اجر ملے گا۔ میں اس کام کے لیے کچھ لوگوں کو تمہارے ساتھ کر سکتی ہوں تاکہ تم تنہا نہ رہو۔"

ابن ملجم قطام کے عشق میں بری طرح گرفتار تھا۔ اس سرکش عشق نے اسے کینہ پروری اور انتقام گیری کی برائی روش اختیار کرنے پر مجبور کر دیا۔ چنانچہ اس نے پہلی بار اپنا راز ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ "درحقیقت میں علیؑ بن ابیطالب کو قتل کرنے کے لیے ہی کوفہ آیا ہوں۔"

قطام ابن ملجم کی اس بات سے بہت خوش ہوئی اور اس نے وردان نامی ایک شخص کو ابن ملجم کا ساتھ دینے کے لیے آمادہ کر لیا۔ خود ابن ملجم نے ایک دن اپنے ایک ہم خیال اور معتمد دوست شبیب بن بجرۃ سے ملاقات کی اور اس سے کہا۔

"کیا تو ایک کام میں شرکت کے لیے آمادہ ہے جس کی وجہ سے تجھے دنیا و آخرت دونوں جگہ شرف حاصل ہو سکے؟"

"آخر وہ کون سا کام ہے؟"

"قتل علیؑ بن ابیطالبؑ۔"

"خدا تجھے موت دے تو یہ کیا کہہ رہا ہے قتل علیؑ بن ابیطالب؟ وہ علیؑ جس نے راہ اسلام میں عظیم الشان خدمات انجام دی ہیں؟"

"ہاں وہی علیؑ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ حاکمیت کی تجویز کو تسلیم کر لینے کی وجہ سے وہ کافر

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com

http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ہو گئے ؟ راہ اسلام میں انھوں نے چاہے جتنی گرانقدر خدمت انجام دی ہوں لیکن حقیقت یہ ہے کہ جنگ نہروان میں انھوں نے ہمارے عبادت گذار اور نمازی بھائیوں کا قتل کیا ہے۔ شرعی اعتبار سے قصاص کے طور پر ہم لوگ انھیں قتل کر سکتے ہیں۔"

"علی بن ابیطالبؑ پر کیسے غلبہ حاصل کیا جا سکتا ہے ؟"

"بہت آسان ہے۔ مسجد میں ہم لوگ گھات لگا کر بیٹھ جائیں۔ جیسے ہی صبح کی نماز کے لیے وہ مسجد میں داخل ہوں ہم لوگ اپنے کپڑے کے اندر پوشیدہ تلواروں سے ان پر حملہ کر کے ان کا کام تمام کر دیں۔"

عبدالرحمٰن ابن ملجم اپنے دوست شبیب کو بڑی دیر تک سمجھاتا رہا۔ آخر کار وہ اس کام کے لیے راضی ہو گیا۔ ابن ملجم اسے اپنے ہمراہ قطام کے پاس مسجد کوفہ لے گیا۔ قطام ان دنوں مسجد کوفہ میں اعتکاف کے عالم میں تھی۔ قطام سے اپنے دوست شبیب کا تعارف کرایا۔ قطام کہنے لگی۔ "بہت خوب۔ وردان بھی تم لوگوں کے ساتھ ہے۔ جس رات تم لوگ آخری فیصلہ کرنا پہلے میرے پاس ضرور آجانا۔"

عبدالرحمٰن نے خانۂ کعبہ میں اپنے ساتھیوں کے سامنے رمضان المبارک کی انیسویں (یا سترھویں) شب تک انتظار کیا۔ معینہ شب میں وہ شبیب کے ساتھ قطام کے پاس گیا۔ قطام نے ان لوگوں کے سینے پر حریر کی پٹی باندھی۔ تھوڑی دیر میں وردان بھی آگیا اور تینوں آدمی اس دروازہ کے قریب بیٹھ گئے جس سے معمولاً حضرت علیؑ مسجد میں داخل ہوا کرتے تھے۔ وہ عبادت اور پاکیزگی نفس کی رات تھی لہٰذا دوسرے لوگوں کی طرح یہ لوگ بھی نماز اور دیگر عبادتی امور میں مصروف ہو گئے۔ ان تینوں آدمیوں کے دل میں طوفان امنڈ رہا تھا کہ کہیں لوگوں کو ان پر شک نہ ہو جائے لہٰذا یہ لوگ قیام و قعود اور رکوع و سجدہ میں پوری طرح لگے رہے۔ مگر ان لوگوں کے چہرے پر تھکاوٹ کے آثار نمایاں نہ ہوئے۔ مسجد میں موجود دوسرے لوگوں کو بڑا

تعجب تھا کہ آخر یہ لوگ تھکتے کیوں نہیں۔

دوسری طرف حضرت علی علیہ السّلام نے اس رمضان المبارک کے مہینے میں اپنے لیے مخصوص پروگرام مرتب کر رکھا تھا۔ ہر شب وہ اپنے کسی لڑکے یا لڑکی کے یہاں افطار کیا کرتے تھے۔ کسی شب میں وہ تین لقمہ سے زیادہ نہیں کھاتے تھے۔ لڑکے اصرار کیا کرتے تھے کہ کچھ زیادہ کھا لیں۔ وہ جواب میں صرف اتنا کہتے تھے۔ "میں چاہتا ہوں کہ جب اپنے پروردگار سے ملاقات کے لیے جاؤں تو میرا پیٹ خالی رہے۔"

وہ اکثر یہ کہا کرتے تھے۔ "پیغمبرؐ اسلام نے مجھ سے جو علامتیں بیان کی ہیں اس کے مطابق میری سفید داڑھی میرے سر کے خون سے رنگین ہونے والی ہے۔" اس رات علیؑ اپنی لڑکی جناب ام کلثوم کے مہمان تھے۔ دوسری راتوں کے مقابلے میں آج ان کے چہرے پر ہیجان اور انتظار کے آثار نمایاں تھے۔ جیسے ہی گھر کے دوسرے لوگ بستر کی طرف روانہ ہوئے انہوں نے اپنا مصلیٰ بچھایا اور عبادت میں مصروف ہو گئے۔ صبح نمودار ہونے والی تھی کہ حضرت حسنؑ اپنے والد کے پاس آئے۔ حضرت علی علیہ السّلام نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "میرے فرزند عزیز! آج رات میں بالکل نہیں سویا اور گھر والوں کو بھی بیدار رکھا کیونکہ یہ شب جمعہ شب بدر (شب قدر) کے برابر ہے۔ لیکن بیٹھے بیٹھے تھوڑی دیر کے لیے میری آنکھ لگ گئی تھی۔ میں نے عالم خواب میں دیکھا کہ پیغمبر اسلام تشریف لائے ہیں۔ میں نے ان سے کہا۔

"یا رسول اللہ! آپ کی امت نے مجھے تکلیف دی۔"

پیغمبرؐ نے ارشاد فرمایا۔ "جن لوگوں نے تمہیں اذیت دی ہے ان پر لعنت کرو۔"

میں نے ان لوگوں پر اس انداز میں لعنت کی کہ۔" اے پروردگار! مجھے ان لوگوں کے درمیان سے جلد سے جلد اٹھا لے اور ان لوگوں کے مزاج کے مطابق ان کے درمیان کسی ایسے شخص کو بھیج دے جو ان کے ساتھ میرا جیسا سلوک نہ کرے۔ اسی اثنا میں مسجد کے مؤذن آئے اور خبر دی کہ نماز کا وقت

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

قریب آگیا ہے۔ علیؑ فوراً ہی مسجد کی طرف روانہ ہو گئے۔ علیؑ کے گھر میں بچوں نے کچھ مرغابیاں پال رکھی تھیں۔ جیسے ہی علیؑ نے گھر سے باہر قدم رکھنا چاہا ان مرغابیوں نے زور زور سے بولنا شروع کر دیا۔ اہل خانہ میں سے کسی نے ان مرغابیوں کو خاموش کرنا چاہا تو حضرت علیؑ نے اس سے کہا۔ "ان سے کچھ مت کہو یہ ان کے نالہ و شیون کی آواز اور عزا کا انداز ہے۔" دوسری طرف عبدالرحمٰن ابن ملجم اور اس کے ساتھی بڑی بے قراری سے علیؑ کی آمد کا انتظار کر رہے تھے۔ قطام اور اشعث بن قیس کے علاوہ ان لوگوں کے راز سے کوئی واقف نہ تھا۔ اشعث بن قیس ایک پست فطرت آدمی تھا۔ اسے علیؑ کی روش عدالت قطعی پسند نہ تھی اور وہ معاویہ سے خفیہ رابطہ قائم کیے ہوئے تھا۔

اسی درمیان ایک ایسا حادثہ ہوا جس کی وجہ سے ان لوگوں کا بھانڈا پھوٹ سکتا تھا مگر یہ اتفاق کی بات ہے کہ ایسا نہ ہو سکا۔ اشعث ابن ملجم کے پاس پہنچا اور کہنے لگا۔ "موسم صاف ہوتا جا رہا ہے اگر صبح کی روشنی پھیل گئی تو سوائے تیری ذلت و رسوائی کے اور کچھ حاصل ہوگا لہٰذا اپنے کام میں جلدی کر تاخیر مناسب نہیں ہے"

حضرت علیؑ کے مخلص ساتھی حجر ابن عدی اشعث اور ابن ملجم کی اس رازدارانہ گفتگو کو سن رہے تھے۔ وہ فوراً سمجھ گئے کہ ان لوگوں نے کوئی خطرناک منصوبہ بنا رکھا ہے۔ حجر ابن عدی ابھی سفر سے واپس آئے تھے۔ ان کا گھوڑا مسجد کے دروازے پر کھڑا تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ حضرت علیؑ نے انہیں کسی کام سے باہر بھیجا تھا اور واپسی کے بعد وہ امیرالمومنین کی خدمت میں اپنے سفر کی رپورٹ پیش کرنا چاہتے تھے۔ حجر بن عدی نے اشعث کی بات سنی اور اسے برا بھلا کہتے ہوئے فوراً ہی مسجد سے باہر نکل آئے تاکہ حضرت علیؑ کو اس بات سے آگاہ کر دیں اور کوئی ناخوشگوار حادثہ نہ ہونے پائے۔ لیکن جیسے ہی حجر بن عدی حضرت علیؑ کے گھر کی طرف روانہ ہوئے، علیؑ دوسرے راستے سے مسجد پہنچ گئے۔ اس سے قبل متعدد بار علیؑ کے گھر والوں اور

دوستوں نے ان سے کہا تھا کہ اگر آپ اجازت دیں تو آپ کے ساتھ ایک حفاظتی دستے کا انتظام کر دیا جائے، لیکن امامؑ نے ان لوگوں کو اس بات کی اجازت نہیں دی تھی۔ وہ ہمیشہ تنہا آیا جایا کرتے تھے۔ اس رات بھی ان کی خدمت میں دوبارہ درخواست پیش کی گئی۔ لیکن انہوں نے پہلے کی طرح پھر اس درخواست کو نامنظور کر دیا۔

علیؑ مسجد میں داخل ہوئے اور لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "ایها الناس نماز! نماز!" تھوڑی دیر کے بعد اس تاریکی میں بجلی کی طرح دو تلواریں چمکیں اور "الحکم للہ یا علی لا لک" کی آواز سے مسجد میں موجود تمام لوگ کانپ اٹھے۔ پہلی تلوار شبیب نے ماری تھی مگر وہ دیوار سے ٹکرا گئی اور وہ کارگر نہ ہو سکی اور دوسری تلوار عبدالرحمٰن ابن ملجم نے چلائی تھی جو حضرت علیؑ کے سر میں داخل ہو گئی۔ ادھر حجر بن عدی فوراً ہی مسجد کی طرف پلٹے لیکن وہ اس وقت پہنچے جب لوگوں کی زبان پر یہ دردآمیز کلمات جاری تھے۔

"امیرالمومنینؑ شہید ہو گئے، امیرالمومنینؑ شہید ہو گئے"۔

ضربت کھانے کے بعد بلافاصلہ حضرت علیؑ کی زبان سے جو کلمات جاری ہوئے وہ یہ تھے: "پروردگار کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔"[1] پھر آپ نے کہا "یہ آدمی بھاگنے نہ پائے"[2] ابن ملجم، شبیب اور وردان تینوں مسجد سے نکل بھاگے۔ چونکہ وردان سامنے نہیں آیا تھا اس لیے لوگ اسے نہیں پہچان سکے۔ شبیب بھاگا جا رہا تھا کہ درمیان میں حضرت علیؑ کے اصحاب میں سے ایک نے اسے گرفتار کر لیا۔ انھوں نے شبیب کی تلوار چھین لی اور اس کے سینے پر سوار ہو کر اس کا سر قلم کر دینا چاہتے تھے کہ انہوں نے دیکھا کہ لوگ گروہ در گروہ بھاگتے چلے آ رہے تھے۔ چنانچہ وہ ڈر گئے کہ انجانے میں کہیں لوگ شبیب کے بجائے انھیں نہ قتل کر ڈالیں۔ چنانچہ ڈر کے مارے وہ شبیب کے سینے سے اتر آئے اور وہ پھر بھاگ کھڑا ہوا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اپنے گھر میں داخل ہو گیا۔ شبیب کا چچازاد بھائی اس سے ملنے کی غرض سے گھر آیا۔ جیسے ہی اس

۱: فزت و رب الکعبه
۲: لا یفوتنکم الرجل

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas
jabir.abbas@yahoo.com

Presented by: Rana Jabir Abbas

کو یہ معلوم ہوا کہ علیؑ کے قتل میں شبیب بھی شریک تھا اس نے تلوار اٹھائی اور شبیب کو اسی وقت قتل کر ڈالا۔ تھوڑی دیر بعد لوگوں نے ابن ملجم کو گرفتار کر لیا۔ پہلے اس کے ہاتھ باندھے پھر اسے مسجد کوفہ کی طرف لے آئے۔ سارے شہر میں غم و غصہ کی لہر دوڑ چکی تھی اور لوگ اسے اپنے دانتوں سے کچا چبا جانا چاہتے تھے۔ حضرت علیؑ نے لوگوں سے کہا۔" عبدالرحمٰن ابن ملجم کو میرے پاس لے آؤ۔"

لوگ ابن ملجم کو حضرت علیؑ کے پاس لے آئے۔ آپ نے اس سے پوچھا۔

"کیا میں نے تیرے ساتھ نیکیاں نہیں کیں؟"

"کیوں نہیں"

"پس تو نے میرے اوپر یہ قاتلانہ حملہ کیوں کیا؟"

"بہرحال، پچھلے چالیس دنوں سے میں اس تلوار کو برابر زہر کے پانی میں بجھایا کرتا تھا اور خداوند عالم سے یہ دعا مانگتا تھا کہ زہر میں بجھی ہوئی اس تلوار سے دنیا کے سب سے زیادہ خراب آدمی کے قتل کی توفیق عطا کر دے۔"

"بارگاہ خداوندی میں تیری یہ دعا مقبول ہے کیونکہ عنقریب اپنی اس تلوار سے تو خود ہی قتل کر ڈالا جائے گا۔" اس کے بعد حضرت علیؑ نے اپنے بستر کے ارد گرد جمع اعزا و اقارب کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا!

"اے فرزندان عبدالمطلبؑ! دیکھو! تم لوگ کسی کے پیچھے نہ پڑنا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم لوگ میرے قتل کے بہانے لوگوں کو اس جرم میں شریک سمجھتے ہوئے ان پر الزام لگانے لگو اور عوام میں خونریزی کا بازار گرم کر دو۔ اس کے بعد آپ نے اپنے فرزند حسنؑ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "بیٹا حسن! اگر میں زندہ رہ گیا تو مجھے معلوم ہے کہ اس شخص کے ساتھ کیا کیا جانا چاہیے۔ لیکن اگر میں مر جاؤں تو اس شخص کو ایک سے زیادہ ضربت نہ لگانا کیوں کہ اس نے میرے

اوپر ایک ہی ضربت لگائی ہے۔ اس کا مثلہ ہرگز نہ کرنا، اس کی ناک کان اور زبان قطع نہ کاٹنا کیونکہ پیغمبرؐ اسلام کا ارشاد گرامی ہے۔

"مثلہ سے تم لوگ پرہیز کرو چاہے وہ پاگل کتا ہی کیوں نہ ہو۔"

پس تم اپنے قیدی کی فکر کرو اور دیکھو اس کے کھانے پینے کا خاص خیال رکھنا اور اسے کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے دینا۔" امام حسنؑ کے حکم کے مطابق اس دور کے ماہر طبیب اثیر بن عمرو کو بلایا گیا۔ اس نے زخم کا باقاعدہ معائنہ کیا اور کہنے لگا۔" جس تلوار سے حملہ ہوا ہے وہ زہر میں بجھی ہوئی تھی لہٰذا زہر دماغ کے اندر پھیل چکا ہے۔ پس اس کا علاج ناممکن ہے۔" بہرحال ضربت لگنے کے بعد حضرت علیؑ ۴۸ گھنٹوں تک زندہ رہے۔ اس وقفے کے دوران حضرت علیؑ مسلسل پند و نصیحت اور رشد و ہدایت میں لگے۔ شہادت سے قبل آپ نے مندرجہ ذیل ۲۰ نکاتی وصیت لکھوائی۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ علیؑ بن ابیطالب ان باتوں کی وصیت کرتا ہے۔ علیؑ خداوند عالم کی وحدانیت کی گواہی دیتا ہے اور اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ محمدؐ خدا کے پیغمبرؐ ہیں۔ خداوند عالم نے انھیں دنیا میں بھیجا تاکہ وہ اپنے دین کو تمام دیگر ادیان و مذاہب پر غالب بنا دے۔ بے شک میری نماز و عبادت اور حیات و موت خدا کی طرف سے اور خدا کے لیے ہے۔ وہ خدا جس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ یہی میرا عقیدہ و ایمان ہے اور میں بارگاہ خداوندی میں تسلیم شدہ لوگوں میں سے ہوں۔

بیٹا حسن! میں تمہیں اپنے سبھی لڑکوں اور گھر والوں کو مندرجہ ذیل امور کی وصیت کرتا ہوں۔

(۱) تم لوگ تقویٰ اور خوف الٰہی سے کبھی غافل نہ ہونا اور تا دم مرگ خدا کے دین پر ثابت قدم رہنے کی کوشش کرنا۔

(۲) تم سب لوگ خدا کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رہنا، ایمان و معرفتِ الٰہی کی بنیاد پر آپس میں

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com

http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

متحد و متفق رہنا اور تفرقہ سے دور رہنا۔ پیغمبرؐ اسلام کا ارشادِ گرامی ہے کہ لوگوں کے درمیان صلح و آشتی اور اتحاد و اتفاق نماز اور ہمیشہ روزہ رکھنے سے زیادہ افضل ہے اور جو چیز دین کو محو اور نابود کر دیتی ہے وہ فساد اور اختلاف ہے۔

(۳): اپنے ارحام اور قرابت داروں سے غفلت نہ کرنا بلکہ ان کے ساتھ صلۂ رحم کرتے رہنا کیونکہ صلۂ رحم خداوندِ عالم کے سامنے انسان کے حساب کو آسان بنا دیتا ہے۔

(۴): خدا کی پناہ! خدا کی پناہ یتیموں سے ہرگز غفلت نہ اختیار کرنا۔ خبردار کوئی یتیم بھوکا اور بے سرپرست نہ رہ جائے۔

(۵): خدارا! خدارا! پڑوسیوں کا پورا پورا خیال رکھنا۔ پیغمبرؐ اسلام نے پڑوسیوں کے حقوق کے بارے میں ایسی باتیں بیان کی ہیں اور اتنی تاکید فرمائی ہے کہ ہم لوگوں کو یہ گمان ہونے لگا تھا کہ وہ پڑوسیوں کو میراث میں شریک بنا دینا چاہتے ہیں۔

(۶): خدارا! خدارا! دیکھو نماز کے سلسلے میں پوری طرح آمادہ رہنا کیونکہ نماز تمہارے دین کا ستون ہے۔

(۷) خدارا! خدارا! قرآن کے سلسلے میں خصوصی توجہ رکھنا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ قرآنی احکام کی پیروی میں دوسرے لوگ تم سے آگے نکل جائیں۔

(۸): خدارا! خدارا! خانۂ کعبہ کی طرف ہمہ تن متوجہ رہنا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ فریضۂ حج معطل ہو جائے اگر حج متروک ہو گیا تو دیکھتے ہی دیکھتے دوسرے لوگ تمہیں (مسلمانوں) نگل جائیں گے اور تمہیں اتنی مہلت بھی نہ مل پائے گی کہ تم اپنے کو سنبھال سکو

(۹): دیکھو راہِ خدا میں جہاد سے غفلت نہ کرنا اور خدا کی راہ میں اپنے جان و مال کی پرواہ نہ کرنا۔

(۱۰): خدارا! خدارا! زکوٰۃ کے سلسلے میں پوری طرح متوجہ رہنا کیونکہ زکوٰۃ الٰہی غیض و غضب کی آگ کو ٹھنڈا کر دیتی ہے۔

(۱۱): خدارا! خدارا! اہل بیت پیغمبرؐ کے سلسلے میں غفلت نہ کرنا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے پیغمبرؐ کے اہل بیتؑ ظلم و ستم کا شکار ہو جائیں۔

(۱۲): خدارا! خدارا! پیغمبرؐ کے اصحاب اور دوستوں کے بارے میں خاص توجہ رکھنا۔ خود پیغمبرؐ اسلام نے اپنے اصحاب اور ساتھیوں کے بارے میں حسنِ اخلاق و محبت کی سفارش کی ہے۔

(۱۳): خدارا! خدارا! فقراء اور خالی ہاتھ لوگوں کے بارے میں غفلت نہ ہونے پائے بلکہ انہیں زندگی میں اپنا شریک قرار دینا۔

(۱۴): خدارا! خدارا! غلاموں کے سلسلے میں کوتاہی نہ ہو کیونکہ پیغمبرؐ اسلام کی آخری سفارش انہیں لوگوں کے حق میں تھی۔

(۱۵): جس کام سے خدا کی خوشنودی حاصل ہوتی ہو اسے انجام دینے کی بھرپور کوشش کرنا اور اس سلسلے میں اس بات کی قطعی پرواہ نہ کرنا کہ لوگ کیا کہتے ہیں۔

(۱۶): امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ہرگز نہ چھوڑنا اگر تم نے اسے ترک کر دیا تو نتیجہ یہ ہوگا کہ برے اور ناپاک لوگ تم پر مسلط ہو جائیں گے اور تمہارے اوپر طرح طرح کے مظالم کریں گے۔ ایسے موقع پر تم میں سے نیک لوگ چاہے جتنی دعا کریں مگر ان کی دعا قبول نہ ہوگی۔

(۱۷): لوگوں کے ساتھ حسنِ اخلاق سے پیش آنا کیونکہ قرآن مجید نے اچھے اخلاق کا حکم دیا ہے۔

(۱۸): آپس میں دوستانہ تعلقات کو زیادہ سے زیادہ فروغ دینا تمہاری ذمہ داری ہے۔ ایک دوسرے کے ساتھ نیکی کرنا۔ آپس میں کنارہ کشی، علیحدگی، قطع تعلقات اور تفرقہ سے پرہیز کرنا۔

(۱۹): کارِ خیر کو ایک دوسرے کی مدد سے اجتماعی طور پر انجام دینا اور ایسے کاموں میں تعاون

jabir.abbas@yahoo.com
Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سے پرہیز کرنا جو کدورت، دشمنی اور گناہ کا سبب ہوں۔

(۲۰): خدا سے ڈرتے رہنا کیونکہ خدا کا غضب سخت ہے۔ خداوند عالم تم لوگوں کو اپنی حمایت کے سایہ میں محفوظ رکھے اور پیغمبرؐ کی امّت کو یہ توفیق عطا کرے کہ وہ تمہارے اور اپنے پیغمبرؐ کے احترام کی حفاظت کرتے رہیں۔ میں تم سبھی لوگوں کو خداوند عالم کی سپردگی میں دیتا ہوں۔

تم سبھی لوگوں پر درود و سلام۔"

اس وصیت کے بعد حضرت علیؑ کی زبان سے لا الہ الا اللہ کے علاوہ کوئی دوسرا جملہ نہ نکلا اور وہ اس دنیائے فانی سے رخصت ہو گئے۔ [1]

1: مقاتل الطالبین ۴۴۔۲۸

کامل ابن اثیر جلد ۳۔ ۱۹۷۔۱۹۴۔ مروج الذہب مسعودی۔ جلد ۲ ص ۴۴۔۴۰۔ اسد الغابۃ جلد ۴

بحار جلد ۹۔ مطبوعہ تبریز ایران

تمہارے لڑکے کیا ہوئے؟

حضرت علی علیہ السلام کی شہادت اور معاویہ ابن سفیان کے اسلامی خلافت پر مطلق العنان قبضے کے بعد خواہ نخواہ انؑ کے پیروکاروں اور اس کے درمیان تکرار اور مجادلہ ہو ہی جایا کرتا تھا معاویہ کی ساری کوششیں یہی تھیں کہ ان سے یہ اقرار لے کہ علیؑ کی پیروی اور دوستی سے نہ صرف یہ کہ کوئی فائدہ نہ ہوا بلکہ اپنی تمام چیزوں کو آسانی کے ساتھ اس راستے میں گنوا دیا۔ اس کی سعی و کوشش یہ تھی کہ کسی ایک (محب علیؑ) سے اس کی شرمندگی و پشیمانی کو خود اپنے کان سے سنے لیکن معاویہ کی یہ آرزو عملی جامہ اختیار کرنے سے قاصر رہی۔

حضرت علیؑ کے ماننے والے ان کی شہادت کے بعد ان کی عظمت و شخصیت سے اور زیادہ باخبر ہو گئے۔ اس اعتبار سے جس حد تک یہ لوگ ان کی زندگی کے دوران فداکاری و ایثار کا مظاہرہ کرتے تھے اس سے کہیں زیادہ وفات کے بعد ان کی روش اور اصولوں کو زندہ رکھنے کی کوششیں جاری رکھیں۔ کبھی تو یہاں تک نوبت پہنچتی تھی کہ معاویہ کے عمل کا نتیجہ الٹا ہو جاتا اور وہ خود اور اس کے نزدیک ترین شریک کار حضرت علیؑ کے پیروکاروں کے عقیدے اور احساسات سے متأثر ہو جاتے۔

حضرت علیؑ کے مخلص اور وفادار بالبصیرت دوستوں میں سے ایک "عدی ابن حاتم" تھے عدی قبیلہ "طی" کے سردار تھے۔ ان کے چند فرزند تھے۔ وہ اور ان کے لڑکے اور ان کے قبیلے والے حضرت علیؑ کے بہادر جانبازوں میں سے تھے۔ ان کے تین لڑکے "طرفہ، طریف، طارف" جو جنگ صفین میں حضرت کے ہمرکاب تھے شہید ہو چکے تھے جنگ صفین کے چند سال بعد جب کہ حضرت علیؑ درجہ شہادت پر فائز ہوئے تھے اور معاویہ برسر اقتدار آیا تھا۔ زمانے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com

http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کے اتار چڑھاؤ نے عدی ابن حاتم کو معاویہ کے روبرو قرار دیا۔ معاویہ اس غرض سے کہ عدی کے زخموں کو ہرا کرے اور ان سے یہ اقرار و اعتراف لے کہ علیؑ کی پیروی سے کتنا خسارہ اٹھایا ہے۔ ان سے کہا: "این الطرفات"؟ "تمہارے لڑکے" طرفہ"، "طریف" طارف" کیا ہوئے؟"

"جنگ صفین میں حضرت علی علیہ السلام کے پیشا پیش شہید ہو گئے۔"

"علیؑ نے تمہارے حق میں انصاف نہیں کیا"

"کیوں؟"

"اس لیے کہ تمہارے لڑکوں کو آگے آگے رکھا اور مروا دیا اور اپنے بچوں کو محاذ سے پیچھے محفوظ رکھا"

"اصل میں بات یہ ہے کہ میں نے علیؑ کے حق میں انصاف نہیں کیا۔"

"کیوں"

"اس لیے کہ وہ شہید ہو گئے اور میں زندہ رہا۔ مجھے چاہیے یہ تھا کہ ان کی زندگی میں اپنی جان ان پر فدا کر دوں"

معاویہ نے دیکھا کہ اس کا مطلب پورا نہ ہوا دوسری طرف سے اس کا دل بہت چاہتا تھا کہ علیؑ کے فضائل و حالات کو ایسے لوگوں سے سنے جو ایک زمانے تک دن و رات ان سے قریب اور ساتھ ساتھ رہے ہوں۔ عدی سے گذارش کی کہ علیؑ کے فضائل کو جو اس نے قریب سے مشاہدہ کیے ہیں بیان کرے۔ عدی نے کہا: "معذرت چاہتا ہوں"

"نہیں ضرور مجھ سے بیان کرو۔"

"خدا کی قسم حضرت علی علیہ السلام بہت دور اندیش اور عظیم بہادر تھے۔ عدل و انصاف اور حق کی حمایت کرتے تھے۔ علم و یقین کے ساتھ فیصلہ کرتے تھے۔ علم و حکمت آپ کا زیور تھا۔ دنیاوی جاہ و حشمت زرق برق سے متنفر اور رات کی تاریکیوں اور تنہائیوں سے مانوس تھے۔ یادِ خدا میں

بہت گریہ و زاری کرتے تھے اور غور و فکر زیادہ کرتے تھے۔ تنہائی میں اپنے نفس کا محاسبہ کرتے تھے۔ معمولی کپڑا پہنتے اور فقیرانہ زندگی پسند کرتے تھے۔ ہم لوگوں کے درمیان ہمارے ہی جیسے رہتے تھے۔ اگر کوئی چیز ان سے چاہتے تو قبول فرماتے اور اگر ان کی خدمت میں جاتے تو اپنے پاس بٹھاتے اور ہم سے دور نہ بیٹھتے۔ ان تمام چیزوں کے باوجود اس قدر رعب و دبدبہ تھا کہ کوئی بات کرنے کی ہمت نہ کرتا تھا۔

اتنے عظیم تھے کہ ان کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھ سکتے تھے۔ جس وقت تبسم فرماتے تھے ان کے دانت جڑے ہوئے موتیوں کی طرح ظاہر ہوتے۔ وہ متدین اور متقی افراد کا احترام کرتے اور بے سہارا لوگوں سے محبت کرتے تھے۔ کوئی بھی طاقتور نہ ان سے ظلم کا خوف رکھتا تھا نہ کوئی کمزور ان کی عدالت سے ناامید ہوتا تھا۔ خدا کی قسم ایک رات اپنی آنکھوں سے دیکھا: محراب عبادت میں کھڑے تھے جبکہ رات کی تاریکی چاروں طرف چھائی ہوئی تھی ان کے آنسو چہرہ اور ریش مبارک پر گر رہے تھے، سانپ کے کاٹے ہوئے انسان کی طرح تڑپ رہے تھے اور مصیبت زدہ آدمی کی طرح رو رہے تھے۔ ایسا لگ رہا ہے کہ میں ابھی ان کی آواز سن رہا ہوں دنیا سے مخاطب ہو کر فرما رہے تھے:

"اے دنیا مجھے چھیڑ رہی ہے اور میری طرف رخ کیا ہے۔ چل، جا، کسی اور کو دھوکہ دے"۔ تجھے تین طلاق دے چکا ہوں جس میں رجوع کرنا ہی نہیں ہے تجھ سے خوش ہو جانا ناچیز ہے اور تجھے اہمیت دینا کوئی معقول بات نہیں۔ افسوس صد افسوس مختصر زادِ راہ ہے ایک طولانی سفر ہے اور مونس بہت کم ہیں۔"

جس وقت عدی کی گفتگو اس منزل پر پہنچی معاویہ کی آنکھوں سے بے ساختہ آنسو نکل آئے۔ اپنی آستین سے آنسوؤں کو خشک کیا اور کہا: "خدا ابوالحسن (علیؑ) پر رحمت نازل کرے وہ ایسے ہی تھے جیسا تم نے بیان کیا۔ اب یہ بتاؤ کہ ان کی جدائی میں تمہاری کیا کیفیت ہے؟"

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com

http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

"اس ماں کے مثل ہے جس کی گود میں اس کے عزیز فرزند کا سر کاٹ دیا گیا ہو۔"
"کیا تم انھیں بھلا سکتے ہو؟"
"کیا زمانے کے حالات مجھے انھیں بھلانے دیں گے؟" [۱]

---

[۱] : الکنی والقاب جلد ۲ ، صہ ۱۰۵ نقل از کتاب المحاسن والمساوی ابراہیم ابن محمد بیہقی از اعلام قرن سوم ہجری

استاد کی نصیحت

۴۱ھ میں تخت حکومت پر قدم رکھتے ہی معاویہ بن ابی سفیان نے یہ فیصلہ کیا کہ جھوٹے پروپیگنڈوں اور مخالف نعروں کے ذریعہ حضرت علی علیہ السّلام کو عالم اسلام کے سامنے ایک منفور ترین شخص کی حیثیت سے پیش کر دے۔ اس مقصد میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے اس نے مختلف النوع تبلیغی وسائل کا استعمال شروع کر دیا۔ ایک طرف ننگی تلوار اور تیز دھار نیزوں کے ذریعہ اس نے حضرت علیؑ کے فضائل کی اشاعت پر سخت پابندی لگا دی۔ چنانچہ کسی آدمی کو اس بات کی اجازت نہ تھی کہ وہ علیؑ کی مدح میں اپنی زبان کھول سکے یا کوئی ایسی حکایت و حدیث بیان کرے جس سے ان کی عظمت و فضیلت کی نشاندہی ہوتی ہو۔

دوسری طرف بے شمار دولت دے کر اس نے کچھ دنیا طلب لوگوں کو اپنا غلام بنا لیا تاکہ وہ لوگ حضرت علیؑ کے خلاف حدیث گڑھنے کا کام شروع کر دیں۔

لیکن معاویہ کے مقصد کے لیے صرف اتنا ہی کافی نہ تھا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ میں ایسا انتظام کرنا چاہتا ہوں کہ علیؑ کی عداوت میں کمسن بچے جوان ہو جائیں اور سن رسیدہ لوگ علیؑ کی مخالفت کرتے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہوں یعنی بوڑھے، بچے اور نوجوان سبھی لوگ علیؑ کے دشمن ہو جائیں۔ اس کام کے لیے اس نے ترکیب یہ لگائی کہ وسیع مملکت اسلامیہ کے ہر گوشے میں علیؑ پر ایسی لعنت و ملامت کی جائے کہ یہ ایک عوامی اور مذہبی نعرہ کی شکل اختیار کر لے چنانچہ اس نے حکم صادر کیا کہ علیؑ پر لعنت و ملامت کو خطبۂ نماز جمعہ کا جزء قرار دیا جائے اور ہر نماز جمعہ کے بعد حضرت علیؑ کو گالیاں دی جائیں۔ تاکہ علوی لوگوں کو حقارت کی نظر سے دیکھا جانے لگے اور یہ لوگ اسلامی خلافت کا خیال اپنے دل سے نکال دیں۔ اس کے اس حکم کی پیروی کی جانے لگی۔ اس

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com

http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

تاریخ کے بعد جو نسل پیدا ہوئی وہ ان نعروں سے بخوبی واقف ہو جاتی تھی اور لوگ خود بخود ان توہین آمیز نعروں کو دہرانے لگے تھے۔ اس رسم نے سادہ لوح لوگوں پر اچھا خاصہ اثر قائم کر لیا تھا۔ یہاں تک کہ ایک روز ایک آدمی حجاج کے پاس یہ شکایت لے کر آیا اور کہنے لگا۔ "میرے رشتہ داروں نے مجھ سے منہ پھیر لیا ہے اور میرا نام علی رکھ دیا گیا ہے۔ میں تجھ سے مدد کا مطالبہ کرتا ہوں اور میری درخواست ہے کہ تو میرا نام تبدیل کر دے تاکہ لوگ مجھے علی کے نام سے نہ پکاریں۔

حجاج نے اس کا نام بدل دیا اور کہا چونکہ تو نے علیؑ سے نفرت و بیزاری کو وسیلہ قرار دیتے ہوئے مجھے اپنی امداد کے لیے طلب کیا ہے اس لیے فلاں عہدہ پر تیرا تقرر کرتا ہوں۔ تو جا اور اس عہدہ کی تمام ذمہ داریاں اپنی تحویل میں لے لے۔ جھوٹی تبلیغ اور بے بنیاد نعرے رنگ لا چکے تھے۔ لیکن کسے یہ خبر تھی کہ ایک معمولی سا واقعہ پچاس سالہ جھوٹی تبلیغات کے اثرات کا خاتمہ کر دینے کے لیے کافی ہو گا اور حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی۔ خاندان بنی امیہ کے ایک فرد عمر بن عبدالعزیز کا بچپن تھا۔ ایک دن وہ بچوں کے ساتھ کھیل میں مشغول تھے۔

حسب معمول علیؑ بن ابیطالب پر لعنت و ملامت لڑکوں کا تکیہ کلام بن چکا تھا۔ سارے بچے کھیل کود، ہنسی مذاق اور ادھر ادھر دوڑنے بھاگنے میں مست تھے اور کسی بات کے بہانے حضرت علیؑ پر لعنت بھی کرتے جا رہے تھے۔ عمر بن عبدالعزیز بھی ان بچوں کے ساتھ ہم آہنگ اور ہم صدا تھے۔ حسن اتفاق کہ ان کے استاد جو ایک خداشناس، دیندار اور صاحب بصیرت شخص تھے اس راستے سے گزرے اور اپنے کان سے یہ سن لیا کہ ان کا شاگرد عزیز حضرت علیؑ پر لعنت و ملامت کر رہا ہے۔ استاد نے عمر بن عبدالعزیز سے کچھ نہیں کہا اور انتہائی خاموشی کے ساتھ مسجد کی طرف روانہ ہو گئے۔

دھیرے دھیرے پڑھائی کا وقت آگیا۔ عمر بن عبدالعزیز درس حاصل کرنے کے لیے مسجد پہنچے۔ استاد نے عمر کو دیکھا۔ اپنی جگہ سے اٹھے اور نماز پڑھنا شروع کر دیا اور دیر تک نماز پڑھتے

رہے۔ عمر کو احساس ہو گیا کہ نماز تو ایک بہانہ ہے اصل بات کچھ اور ہے۔ شاید استاد کو میری کسی بات سے تکلیف پہنچی ہے۔ غرض کہ وہ دیر تک انتظار کرتے رہے۔ استاد نماز سے فارغ ہوئے اور انتہائی غضب آلود نگاہوں سے اپنے شاگرد کو دیکھا۔

عمر نے کہا۔ "استاد محترم! اگر ممکن ہو تو بیان فرمائیں کہ اس بندۂ ناچیز سے ایسی کونسی خطا سرزد ہوئی ہے کہ آپ اس قدر رنجیدہ ہیں:"

"میرے بچے! کیا آج تم علیؑ پر لعنت و ملامت کر رہے تھے؟" استاد نے پوچھا

"جی ہاں!"

"خداوند عالم اہل بدر سے راضی ہونے کا اعلان کر چکا ہے۔ آخر تمہیں یہ بات کہاں سے معلوم ہوئی کہ بعد میں وہ ان لوگوں سے ناراض ہو گیا اور یہ لوگ لعنت و ملامت کے مستحق ہو گئے"

"کیا اہل بدر میں علیؑ بھی تھے؟" "کیا جنگ بدر میں حاصل ہونے والی کامیابیوں کا تعلق علیؑ کے علاوہ کسی دوسرے شخص سے بھی ہے؟"

"استاد محترم! میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ ایسی غلطی کبھی نہ کروں گا۔"

"قسم کھاؤ کہ ہرگز نہ کرو گے۔"

"میں قسم کھاتا ہوں کہ آئندہ ایسی خطا کبھی نہ کروں گا۔"

اس بچے نے اپنے استاد سے جو وعدہ کیا تھا اس پر پوری طرح ثابت قدم رہا۔ استاد کی دوستانہ اور منطقی بات اسے ہمیشہ یاد رہی۔ چنانچہ اس کے بعد اس نے حضرت علیؑ پر کبھی لعنت نہیں کی۔ لیکن گلی کوچہ بازار و دربار اور مسجد و منبر ہر جگہ سے علیؑ پر لعنت و ملامت کی آواز اس کے کانوں سے برابر ٹکراتی رہی۔ اسے یہ اندازہ ہو گیا کہ علیؑ پر لعنت و ملامت ایک رسم کی شکل اختیار کر چکی ہے اسی طرح کئی سال گزر گئے کہ ایک دن ایک اور واقعہ رونما ہوا جس نے عمر بن عبدالعزیز کی فکری صلاحیت کو جھنجھوڑ ڈالا۔ اس واقعہ کے بعد اس کے سوچنے کا انداز

Contact : jabir.abbas@yahoo.com

http://fb.com/ranajabirabbas

jabir.abbas@yahoo.com

Presented by: Rana Jabir Abbas

بالکل بدل گیا۔

عمر بن عبدالعزیز کا باپ حاکم مدینہ تھا۔ رائج سنّت کے مطابق، ہر جمعہ کو نماز کا خصوصی اہتمام کیا جاتا تھا اور اس کا باپ نماز سے قبل خطبہ پڑھا کرتا تھا اور بنی امیہ نے جس رسم کی ایجاد کی تھی اس کی پیروی کرتے ہوئے وہ اپنے خطبے کے آخر میں حضرت علیؑ پر لعنت و ملامت بھی کرتا تھا۔ ایک دن عمر اس بات کی طرف متوجہ ہوئے کہ ان کا باپ پورے خطبے کے دوران بڑی فصاحت و بلاغت کا مظاہرہ کرتا ہے اور جس موضوع پر تقریر کرتا ہے اسے انتہائی واضح اور روشن انداز میں بڑی مہارت کے ساتھ پیش کرتا ہے۔

لیکن جیسے ہی وہ علیؑ بن ابی طالب پر لعن و ملامت شروع کرتا ہے اس کی زبان میں ایک طرح کی لکنت پیدا ہو جاتی ہے اور اس کے انداز بیان میں عاجزی اور تھکاوٹ کے آثار نمایاں ہونے لگتے ہیں۔ عمر کو اس بات پر بڑی حیرت ہوئی اور اسے یہ اندازہ لگانے میں کوئی دشواری نہ ہوئی کہ باپ کے دل کی گہرائی میں ایسی کوئی بات ضرور ہے جسے وہ اپنی زبان سے نہیں کہہ سکتے جس کی وجہ سے ان کے طرز بیان میں خواہ مخواہ یہ تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی وجہ سے ان کی زبان میں لڑکھڑاہٹ پیدا ہو جاتی ہے۔ ایک دن عمر بن عبدالعزیز نے اپنے باپ کے سامنے اس بات کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا۔

"ابا جان! آپ جس کسی موضوع پر خطبہ ارشاد فرماتے ہیں اسے انتہائی فصاحت و بلاغت کے ساتھ لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں لیکن جیسے ہی اس آدمی پر لعنت کی باری آتی ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے آپ کی طاقت گویائی سلب ہو گئی ہو اور ایسا محسوس ہونے لگتا ہے کہ اب آپ کی زبان بند ہونے والی ہے۔ آخر انداز بیان میں اس تبدیلی کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟"

"میرے بیٹے! تم اس بات کی طرف متوجہ ہو گئے؟"

"جی ابا جان! یہ بات آپ کے انداز بیان میں پوری طرح ظاہر ہو جاتی ہے۔"

"میرے بیٹے! میں تم سے صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ منبر کے نیچے بیٹھنے والے لوگ اگر اس شخص کی فضیلت کے بارے میں اتنی واقفیت حاصل کر لیں جتنا تیرا باپ واقف ہے تو یہ سب لوگ ہم سے کنارہ کش ہو کر اس آدمی کی اولاد کی پیروی کرنے لگیں گے۔"

عمر بن عبدالعزیز نے بچپن میں اپنے استاد کی زبان سے جو کچھ سنا تھا آج ان کے باپ نے اس کی باقاعدہ تصدیق کر دی۔ چنانچہ ان کے دل میں غیر معمولی انقلاب برپا ہو گیا اور اپنے پروردگار کی بارگاہ میں یہ عہد کیا کہ اگر کبھی اقتدار کی باگ ڈور میرے ہاتھ آگئی تو میں اس شرمناک رسم کو بالکل ختم کر دوں گا۔ ۹۹ھ کا زمانہ آگیا۔ معاویہ نے جس شرمناک رسم کی ایجاد کی تھی وہ تقریباً گذشتہ ساٹھ برسوں تک جاری رہی۔ اس وقت سلیمان بن عبدالملک خلافت کر رہا تھا۔ سلیمان بیمار ہوا اور یہ سمجھ لیا کہ اب وہ اس دنیا سے جانے والا ہے۔ اپنے باپ کی وصیت کے مطابق اس کی ذمہ داری تھی کہ اپنے بھائی یزید بن عبدالملک کو اپنا ولی عہد مقرر کرے۔ لیکن سلیمان نے بعض مصالح کی بنیاد پر عمر بن عبدالعزیز کو اپنا خلیفہ و جانشین مقرر کر دیا۔

سلیمان کی وفات کے بعد مسجد میں اس کا وصیت نامہ پڑھا گیا۔ سب لوگ یہ سن کر حیران رہ گئے کہ سلیمان نے عمر بن عبدالعزیز کو خلیفہ مقرر کیا ہے۔ عمر اس مجلس میں سب سے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ ان کے حق میں وصیت کی گئی ہے تو ان کی زبان سے بے اختیار یہ کلمات نکل پڑے "انا للہ و انا الیہ راجعون" اس کے بعد لوگوں نے انہیں پکڑ کر منبر پر بٹھا دیا اور لوگوں نے خوشی خوشی ان کی بیعت قبول کر لی۔ تخت خلافت پر بیٹھنے کے بعد عمر بن عبدالعزیز نے اپنی پہلی فرصت میں جو کام کیے ان میں یہ بات بھی شامل تھی کہ علیؑ بن ابی طالب پر کی جانے والی لعنت و ملامت پر سخت پابندی عائد کرتے ہوئے یہ حکم صادر کیا کہ خطبۂ نماز جمعہ کے دوران علیؑ پر لعنت کے بجائے قرآن مجید کی اس آیت کریمہ کی تلاوت کی جائے۔ "اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ" شعراء اور مقررین نے عمر بن عبدالعزیز کے اس کام کی بڑی ستائش کی اور اس کے نیک نام کو جاوید بنا دیا۔

شرح ابن ابی الحدید چھاپ بیروت۔ ج ۱ ص ۴۶۴ کامل ابن اثیر جلد ۴ ص ۱۵۴

Contact : jabir.abbas@yahoo.com

http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مسلمان بھائی کا حق

عبدالاعلیٰ ابن اعین کوفے سے مدینے جانے والے تھے۔ کوفے میں امام جعفر صادق علیہ السلام کے چاہنے والوں نے اس موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے اپنی ضرورت کے بہت سارے سوالات لکھ کر عبدالاعلیٰ کے حوالے کر دیے کہ آتے وقت امامؑ سے ان سوالوں کے جواب لیتے آنا۔ ضمنی طور پر ان لوگوں نے عبدالاعلیٰ سے کہا کہ ایک بات امامؑ سے زبانی طور پر معلوم کر لینا۔ اس سوال کا تعلق مسلمان بھائی کے حق سے تھا۔ یعنی ایک مسلمان کا تمام مسلمانوں پر کیا حق ہوتا ہے۔

عبدالاعلیٰ شہر مدینہ میں داخل ہوئے اور سیدھے امامؑ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ کتبی سوالات امام کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے اہل کوفہ کا زبانی سوال بھی ان کے سامنے دھرا دیا۔ خلافِ امید امامؑ نے سارے سوالوں کا جواب دے دیا مگر ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر کیا حق ہوتا ہے اس سلسلے میں کچھ نہ کہا۔

عبدالاعلیٰ نے اس روز امام سے کچھ نہ کہا اور باہر چلے گئے۔ اسی طرح کئی دن گزر گئے مگر امامؑ نے اس سلسلے میں ایک جملہ بھی نہ کہا۔ عبدالاعلیٰ نے مدینہ سے کوفہ واپسی کا ارادہ کر لیا اور خدا حافظ کہنے کے لیے امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا۔

"فرزند رسولؐ! اس دن میں نے آپ سے ایک سوال پوچھا تھا مگر جواب سے محروم رہا۔"

"میں نے تمہارے اس سوال کا جواب عمداً نہیں دیا تھا۔"

"کیوں؟"

"کیونکہ میں ڈرتا ہوں کہ اگر میں نے حقیقت بیان کر دی اور تم لوگوں نے اس پر عمل نہ کیا تو خدا کے دین سے خارج ہو جاؤ گے؟" اس کے بعد امامؑ نے اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے

ارشاد فرمایا

"بے شک بندگان خدا کو تین سخت ترین الٰہی فرائض انجام دینے ہیں۔

"پہلا الٰہی فریضہ ہے کہ انسان اپنے اور دوسروں کے درمیان عدل و انصاف سے کام لے۔ اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرے جسے وہ خود اپنے لیے پسند کرتا ہو۔

"دوسرا الٰہی فریضہ یہ ہے کہ مسلمان بھائیوں سے اپنے مال کا مضائقہ نہ کرے یعنی اگر ضرورت ہو تو اپنے مال سے مسلمان بھائی کی مدد میں کوتاہی نہ کرے اور ان کے ساتھ مواسات یعنی اپنے مال کے ذریعہ امداد کا سلوک اختیار کرے۔

"تیسرا الٰہی فریضہ ہر حال میں اپنے خدا کو یاد کرنا ہے۔ لیکن یاد خدا سے ہمارا ہرگز یہ مقصد نہیں ہے کہ انسان ہمیشہ سبحان اللہ اور الحمد للہ کہتا رہے بلکہ میرا مقصد یہ ہے کہ اگر انسان کے دل میں خدا کی یاد ہمیشہ باقی ہے تو وہ حرام کام انجام دینے سے دور رہے گا یعنی خدا کی یاد اسے فعل حرام سے دور رکھے گی۔

اصول کافی۔ جلد ۲ صفحہ ۱۶۱-۱۶۰

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ماں کا حق

ذکریا ابن ابراہیم کے والدین اور ان کے خاندان والے عیسائی تھے لہٰذا وہ خود بھی اسی دین کی پیروی کرتے تھے۔ کافی دنوں سے انہیں ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ ان کا دل مذہب اسلام کی طرف مائل ہے۔ ان کا ضمیر انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دے رہا تھا۔ آخر کار والدین اور خاندان والوں کی مرضی کے خلاف انھوں نے اسلام قبول کر لیا اور اسلامی احکام و قوانین کی پیروی کرنے لگے۔ حج کا زمانہ آگیا۔

ذکریا سفر حج کے ارادہ سے کوفہ سے باہر نکلے اور مدینہ منورہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے ملاقات کا شرف حاصل کیا اور اپنا سارا ماجرا امامؑ کے سامنے بیان کر دیا کہ کس طرح اس نے اسلام قبول کیا۔ امامؑ نے ان سے دریافت کیا۔

"اسلام کی کونسی چیز تمہیں زیادہ پسند آئی؟"

ذکریا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔ "میں صرف اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ قرآن مجید میں پروردگار عالم کا یہ کلام میرے اوپر صادق نظر آتا ہے جس میں وہ اپنے پیغمبرؐ کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے کہ "اے پیغمبرؐ! تم پہلے نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہے لیکن ہم نے وحی کی صورت میں نازل کئے گئے اس قرآن کو ایسا نور بنا دیا جس کے وسیلے سے ہم جس کی رہنمائی و ہدایت کرنا چاہتے ہیں کر دیتے ہیں۔" [1]

امامؑ نے ارشاد فرمایا۔ "میں اس بات کی تصدیق کرتا ہوں کہ خداوند عالم نے تیری ہدایت و رہنمائی کر دی ہے۔" اس کے بعد امامؑ نے تین مرتبہ یہ جملہ ارشاد فرمایا۔ "اے پروردگار! تو خود ہی

[1]: ما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان ولکن جعلناہ نوراً نھدی بہ من نشاء من عبادنا (سورۂ شوریٰ آیہ ۵۲)

اس شخص کا رہنما ہے۔"

اس کے بعد آپ نے کہا۔ "اے نوجوان! اب جو پوچھنا چاہتے ہو پوچھو۔"

اس نوجوان نے کہا۔ "میرے ماں باپ اور خاندان والے عیسائی ہیں۔ میری والدہ نابینا ہیں میں انہیں لوگوں کے ساتھ رہتا ہوں اور مجبوراً انہیں کے ساتھ کھانا بھی کھاتا ہوں۔ ایسی صورت میں میرا فریضہ کیا ہے؟"

"کیا وہ لوگ سور کا گوشت کھاتے ہیں؟"

"نہیں یا ابن رسول اللہ۔ وہ لوگ سور کے گوشت کو چھوتے بھی نہیں ہیں۔"

"پس ان لوگوں کے ساتھ رہنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔"

اس کے بعد امامؑ نے ارشاد فرمایا۔ "دیکھو! اپنی والدہ کی خدمت میں کوتاہی نہ کرنا جب تک وہ زندہ ہے اس کے ساتھ حسن سلوک سے کام لینا اور جب وہ مر جائے تو اس کے جنازہ کو دوسروں کے حوالے نہ کر دینا بلکہ تم خود ہی اس کے دفن و کفن کا انتظام کرنا۔" یہاں کسی سے ذکر نہ کرنا کہ مجھ سے ملاقات کی ہے۔ میں خود بھی مکہ آؤں گا اور انشاء اللہ منیٰ کے میدان میں ملاقات ہوگی۔

نوجوان منیٰ کے میدان میں امامؑ کی تلاش میں مصروف تھا۔ ایک جگہ اس نے دیکھا کہ امامؑ کے چاروں طرف بھیڑ لگی ہوئی ہے۔ لوگ بچوں کی طرح یکے بعد دیگرے ان سے اس طرح مسائل دریافت کر رہے ہیں جیسے معلم سے سبق پڑھا جاتا ہے۔ امامؑ کے پیچھے کھڑے ہوئے لوگ بھی دور ہی سے اپنا سوال کر دیتے اور انہیں خاطر خواہ جواب مل جاتا تھا۔ حج کا زمانہ ختم ہوا اور وہ نوجوان کوفہ واپس آگیا۔ اسے امامؑ کی ہدایت اچھی طرح یاد تھی چنانچہ وہ والدہ کی خدمت میں ہمہ تن مصروف ہو گیا اور ایک لمحے کے لیے بھی وہ اپنی والدہ سے غافل نہ ہوا۔ وہ اپنے ہاتھ سے اپنی اماں کو کھانا کھلاتا تھا اور خود ہی ماں کے کپڑے دھوتا اور اس کے سر سے جوئیں نکالا کرتا تھا۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com

http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بچے کے اخلاق میں یہ غیر معمولی تبدیلی خصوصاً سفرِ حج کے بعد اس کی یہ خصوصی توجہ ماں کے لیے حیرانی کا باعث قرار پائی۔ چنانچہ ایک روز اس نے اپنے لڑکے سے پوچھا۔

میرے بیٹے! پہلے تو ہمارے دین پر تھا اور ہم دونوں ایک ہی مذہب کی پیروی کرتے تھے لیکن اس وقت تو میرے ساتھ اتنی خوش اخلاقی اور محبت سے نہیں پیش آتا تھا۔

اس وقت ہم لوگ مذہبی اعتبار سے ایک دوسرے سے بالکل علیحدہ ہیں اس کے باوجود آخر کیا وجہ ہے کہ اب تو مجھ سے پہلے سے زیادہ محبت کرنے لگا ہے اور میرے ساتھ غیر معمولی حسن اخلاق سے پیش آتا ہے۔؟

"والدہ گرامی! فرزندانِ پیغمبرؐ اسلام میں سے ایک شخص نے مجھے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔"

"کیا وہ شخص بھی پیغمبرؐ ہے"؟

"نہیں وہ پیغمبر نہیں ہیں بلکہ ان کی اولاد میں ہیں۔"

"میرے بیٹے! مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ خود بھی پیغمبر ہیں کیونکہ اس قسم کی سفارش پیغمبروں کے علاوہ دوسرے لوگ نہیں کرتے۔"

نہیں ماں، آپ یقین کیجئے وہ پیغمبر نہیں ہیں بلکہ پیغمبر کے بیٹے ہیں اور بنیادی چیز یہ ہے کہ ہمارے پیغمبرؐ کے بعد اس دنیا میں کوئی دوسرا پیغمبر نہ آئے گا۔"

"میرے بیٹے! تیرا دین تو بہت اچھا ہے اور دوسرے تمام ادیان و مذاہب سے بہتر بھی ہے۔ تم مجھے بھی اپنا دین سکھا دو۔"

اس نوجوان نے ماں کے سامنے شہادتیں پڑھی۔ ماں نے خدا کی وحدانیت اور رسولؐ کی رسالت کی گواہی دی اور دائرہ اسلام میں داخل ہو گئی۔ اس کے بعد اس نوجوان نے اپنی نابینا ماں کو نماز ادا کرنے کا طریقہ سکھایا۔ ماں نے نماز پڑھنا سیکھ لیا اور ظہر و عصر کی نماز ادا کی۔ رات ہو گئی چنانچہ توفیق خداوندی کے سہارے اس نے مغرب و عشاء کی نماز بھی پڑھ لی۔ رات کے آخری

حصہ میں اچانک ماں کی حالت زیادہ خراب ہو گئی۔ اس نے اپنے لڑکے کو بلایا اور کہنے لگی۔

"میرے بیٹے! تھوڑی دیر قبل تو نے مجھے جو چیزیں تعلیم کی تھیں اسے ایک بار پھر بیان کر۔"

لڑکے نے دوبارہ شہادتیں اور تمام اصول دین یعنی وحدانیت، رسالت، قرآن اور آخرت پر ایمان کی باتیں اپنی والدہ کو سکھائیں اور وہ بوڑھی ماں کلمہ پڑھتی ہوئی اس دنیا سے رخصت ہو گئی۔

صبح ہوئی اور تمام مسلمان اس عورت کے غسل و کفن کے لیے اس کے گھر کے سامنے جمع ہو گئے۔ جس شخص نے اس بوڑھی عورت کی نماز جنازہ پڑھائی اور اسے اپنے ہاتھوں سے سپرد خاک کیا وہ اس کا جوان بیٹا زکریا تھا۔[1]

---

[1] اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۱۶۱ - ۱۶۰

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

عالم کے سامنے

حضرت رسول خدا صلعم کے پاس ایک شخص انصار میں سے آیا اور اس نے سوال کیا:

"اے رسولؐ خدا اگر کسی کا جنازہ مشایعت و تدفین کے لیے تیار ہو اور دوسری طرف علمی نشست ہو جس میں شرکت کرنے سے کسب فیض ہو اور دونوں بیک وقت ہوں اور وقت بھی اتنا نہ ہو کہ دونوں جگہ کوئی شرکت کر سکے ایک میں شریک ہو تو دوسرے سے محروم رہ جائے تو ایسی صورت میں آپ کس کو پسند کریں گے تاکہ میں بھی اسی میں شرکت کروں؟"

آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: "اگر دوسرے لوگ موجود ہیں جو جنازے کے ہمراہ جا کر اسے دفن کریں؛ تو تم علمی بزم میں شرکت کرو کیونکہ ایک علمی بزم میں شرکت ہزار جنازوں کی مشایعت میں حاضری، ہزار بیمار کی عیادت، ہزار رات کی عبادت، ہزار دن کے روزوں، ہزار درہم صدقہ، ہزار غیر واجب حج اور ہزار غیر واجب جہاد سے بہتر ہے۔"

یہ سب چیزیں کہاں اور عالم کی خدمت میں حاضری کہاں؟ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ علم کی بدولت خدا کی اطاعت کی جاتی ہے اور علم کے ذریعہ عبادت خدا ہوتی ہے۔ دنیا و آخرت کی خیر و بھلائی علم سے وابستہ ہے جس طرح سے دنیا و آخرت کی برائی جہالت سے جدا نہیں۔"[1]

[1] : بحار الانوار، جلد ۱، ص۲۰۴، طبع جدید۔

ہشام اور طاؤس یمانی

ہشام ابن عبدالملک اموی خلیفہ اپنے زمانۂ خلافت میں مکّہ حج کے ارادہ سے آیا تو اس نے یہ حکم دیا کہ جس شخص نے رسولؐ خدا کا زمانہ دیکھا ہو اور ان کی صحابیت کا شرف حاصل کیا ہو اسے لایا جائے۔ تاکہ اس سے اس زمانے سے متعلق سوالات کرے۔ اس کو بتایا گیا کہ رسولؐ خدا کا کوئی بھی صحابی زندہ نہیں ہے۔ سب انتقال کر گئے۔ ہشام نے کہا: "تابعین میں سے کسی کو لایا جائے تاکہ ان کے حضور سے کسب فیض کریں" طاؤس یمانی کو حاضر کیا گیا۔

طاؤس جس وقت آئے تو انھوں نے اپنے جوتے ہشام کے سامنے فرش پر اپنے پیروں سے نکالے اور خلاف معمول سلام کیا۔ ہر شخص سلام کے وقت السلام علیك یا امیر المؤمنین کہتا تھا لیکن طاؤس نے صرف السلام علیك کہا اور یا امیر المؤمنین نہیں کہا۔ اس کے علاوہ یہ کہ فوراً ہشام کے سامنے بیٹھ گئے اور بیٹھنے کی اجازت بھی نہ لی جبکہ طریقہ یہ تھا کہ جب تک خلیفہ خود بیٹھنے کی اجازت نہ دیتا لوگ اس کے سامنے کھڑے رہتے تھے اور سب سے عجیب بات یہ ہے کہ طاؤس نے مزاج پرسی کے لیے یہ کہا:

"ہشام تمہارا مزاج کیسا ہے؟"

طاؤس کے کردار و عمل نے ہشام کو سخت غضبناک کر دیا۔ ہشام نے طاؤس کی طرف رخ کر کے کہا: "یہ سب کام تم نے میرے سامنے کیا کئے؟"

"میں نے کیا کیا؟"

(تابعین ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو آنحضرتؐ کے صحابی نہ رہے ہوں لیکن اصحاب رسول کی مصاحبت میں رہے ہوں)

Contact : jabir.abbas@yahoo.com

http://fb.com/ranajabirabbas

jabir.abbas@yahoo.com

Presented by: Rana Jabir Abbas

"یہ معلوم کرتے ہو کہ تم نے کیا کیا؟ تم نے اپنے جوتے میرے سامنے کیوں اتارے؟ مجھے امیرالمؤمنین کہہ کر کیوں نہیں پکارا؟ میری اجازت کے بغیر میرے سامنے کیوں بیٹھے؟ اس توہین آمیز صورت میں میری مزاج پرسی کیوں کی؟"

طاؤس نے جواب دیا: "تمہارے سامنے جوتے اس لیے میں نے نکالے کہ دن میں خداوند عالم کے سامنے پانچ مرتبہ نکالتا ہوں اور وہ اس طرح مجھ پر غضبناک نہیں ہوتا۔"

"میں نے تمام مومنین کا امیر کہہ کر اس لیے نہیں پکارا کہ تم واقعاً سب مومنین کے امیر نہیں ہو بہت سے اہل ایمان تمہاری خلافت و حکومت سے ناراض ہیں۔"

"تمہارا نام لے کر اس لیے پکارا کہ خدا نے اپنے پیغمبروں کا نام لے کر پکارا ہے اور قرآن میں یاداؤدؑ، یایحییٰؑ، یا عیسیٰؑ کہہ کر یاد کیا ہے۔ یہ عمل انبیاء جیسی شخصیتوں کے لیے توہین کا سبب نہیں ہے۔ اس کے برخلاف خدا نے ابولہب کا ذکر نام کے ساتھ نہیں بلکہ کنیت کے ساتھ کیا ہے۔"

تم نے جو یہ کہا تمہارے سامنے اجازت کے بغیر بیٹھ گیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے حضرت علیؑ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "اگر کسی جہنمی کو دیکھنا چاہتے ہو تو اس شخص کو دیکھ لو جو خود تو بیٹھا ہے لیکن لوگ اس کے اطراف میں کھڑے رہتے ہیں۔"

طاؤس کی گفتگو جب اس منزل پر پہنچی تو ہشام نے کہا، "اے طاؤس مجھے موعظہ کرو۔"

طاؤس نے کہا: "حضرت امیرالمؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام سے سنا ہے کہ جہنم میں بڑے بڑے سانپ اور بچھو ہیں ان کی ذمہ داری یہ ہے کہ اس امیر کو ڈسیں جو لوگوں کے ساتھ عدالت، انصاف کا برتاؤ نہیں کرتا۔"

طاؤس یہ کہہ کر اپنی جگہ سے اٹھے اور باہر چلے گئے۔ (۱)

---

(۱) سفینہ البحار۔ مادۂ "طوس"

پنشن

ایک نصرانی بوڑھے نے زندگی بھر کام کر کے زحمتیں اٹھائیں لیکن ذخیرہ کے طور پر کچھ بھی جمع نہ کیا۔ آخر میں نابینا بھی ہو گیا تھا۔ بڑھاپا و نابینائی اور مفلسی سب ایک ساتھ جمع ہو گئی تھیں بھیک مانگنے کے علاوہ اب اس کے لیے کوئی دوسرا راستہ نہ تھا۔ اس لیے وہ گلی میں ایک طرف کھڑے ہو کر بھیک مانگتا تھا۔ لوگ رحم کا برتاؤ کرتے ہوئے صدقہ کے طور پر ایک ایک پیسہ اس کو دیتے تھے۔ اس طرح وہ اپنی بے کیف اور رنج آویز زندگی بسر کر رہا تھا۔

یہاں تک کہ ایک دن جب حضرت امیرالمومنین علی ابن ابیطالبؑ ادھر سے گذرے اور اس کو اس حال میں دیکھا تو حضرت علیؑ اس بوڑھے کے حالات کی تحقیق میں لگ گئے تاکہ سمجھ سکیں کہ یہ شخص ان دنوں ایسی حالت میں کیوں مبتلا ہے؟ اور یہ معلوم کریں کہ آیا اس کا کوئی لڑکا ہے جو کہ اس کا کفیل ہو سکے؟ کیا کوئی دوسرا راستہ ہے کہ جس کے ذریعہ یہ بوڑھا عزت کے ساتھ زندگی بسر کر سکے اور بھیک نہ مانگے۔

بوڑھے کو پہچاننے والے آئے اور انہوں نے گواہی دی کہ یہ بوڑھا شخص نصرانی ہے اور جب تک جوانی تھی اور آنکھ تھی کام کرتا تھا۔ اب جبکہ جوانی اور بینائی دونوں سے محروم ہو چکا ہے اور کوئی کام نہیں کر سکتا ہے، ساتھ ساتھ کچھ دولت بھی نہیں رکھتا۔ غیر اختیاری طور پر بھیک مانگتا ہے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: "عجیب بات ہے، جب تک طاقت رکھتا تھا تم لوگوں نے اس سے کام لیے اور اب اس کو اس حال پر چھوڑ دیا ہے۔ اس شخص کے گذشتہ حالات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ جب تک طاقت رکھتا تھا کام کر کے خدمتِ خلق کی۔ اس وجہ سے حکومت و سماج کی یہ ذمہ داری ہے کہ جب تک یہ زندہ رہے اس کے ضروریات کو پورا کریں۔ جاؤ اور اسکو بیت المال سے مستقل کچھ رقم دیا کرو۔[1]

---

[1]: وسائل الشیعہ، جلد ۲، ص ۴۲۵

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

عاشقِ رسولؐ

ایک شخص حضرت رسولِ خدا سے بے حد عشق و محبّت کرتا تھا اور تیل (روغن زیتون) بیچنے کا کام کرتا تھا۔ اس کے بارے میں یہ خبر مشہور تھی کہ وہ صدقِ دل سے رسولؐ خدا سے بے پناہ عشق و محبّت کرتا ہے اور بہت چاہتا ہے۔ اگر ایک دن بھی آنحضرتؐ کو نہیں دیکھتا تو بے تاب رہتا ہے۔ وہ جب بھی کسی کام کے سلسلے میں گھر سے باہر جاتا تھا تو پہلے مسجد یا رسولؐ خدا کے گھر یا جہاں کہیں پیغمبر ہوتے تھے ہر ممکن ذریعہ سے اپنے آپ کو وہاں پہنچاتا اور آنحضرتؐ کی زیارت سے فرحت حاصل کر کے تقویت پاتا۔ پھر اپنے کام کے لیے جاتا تھا۔

جب کبھی پیغمبرؐ کے ارد گرد لوگ ہوتے اور وہ لوگوں کے پیچھے اس طرح ہوتا کہ پیغمبرؐ کو نہ دیکھ پا رہا ہو تو لوگوں کے پیچھے سے گردن اونچی کرتا تاکہ ایک بار ہی سہی، جمال پیغمبرؐ پر نگاہ ڈال سکے۔ ایک دن حضرت رسولؐ خدا اس کی طرف متوجہ ہوئے کہ لوگوں کے پیچھے سے ان کو دیکھنے کی کوشش کر رہا ہے۔ پیغمبرؐ بھی بڑھ کر اس کے مقابل آ گئے تاکہ وہ شخص آسانی کے ساتھ ان کو دیکھ سکے۔ وہ شخص اس دن پیغمبرؐ کو دیکھنے کے بعد اپنے کام کے لیے گیا۔ لیکن تھوڑی دیر نہ ہوئی تھی کہ واپس آیا۔

جیسے ہی رسولؐ خدا کی دوسری بار اس دن اس پر نظر پڑی ہاتھ کے اشارے سے اس کو قریب بلایا۔ وہ رسولؐ خدا کے سامنے آ کر بیٹھ گیا۔ حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا:

"آج کی تیری روش دوسرے اور دنوں سے کیوں مختلف رہی۔ دوسرے دنوں میں ایک مرتبہ آ کر اپنے کام کے لیے چلا جاتا تھا لیکن آج جانے کے بعد دوبارہ واپس آیا، کیوں؟"

"اے رسولِ خدا! حقیقت یہ ہے کہ آج میرے دل میں آپ کی محبّت اتنی زیادہ ہو گئی

ہے کہ میں اپنے کام کے لیے نہ جا سکا۔ مجبور ہو کر واپس آ گیا۔"

رسولؐ خدا نے اس کے لیے دعائے خیر کی۔ وہ اس دن اپنے گھر گیا لیکن پھر دوبارہ دکھائی نہ دیا۔ چند دن گذر گئے اور اس کی کوئی خبر نہ مل سکی۔ پیغمبرؐ اسلام نے اپنے اصحاب سے اس کے بارے میں معلوم کیا تو سب نے یہی کہا کہ ایک مدّت سے ہم اس کو نہیں دیکھ رہے ہیں۔ آنحضرتؐ نے ارادہ کیا کہ جا کر اس شخص کی خبر لیں اور معلوم کریں کہ اس پر کونسی مصیبت نازل ہوئی ہے۔ اپنے چند دوست اور اصحاب کے ہمراہ روغن زیتون کے بازار کی طرف تشریف لے گئے۔ جیسے ہی اس شخص کی دوکان پر پہنچے، دیکھا دوکان بند ہے اور کوئی نہیں ہے اس کے ہمسایہ سے اس کے حالات معلوم کیے تو انہوں نے کہا:

"اے رسولؐ خدا کئی روز پہلے انتقال ہو چکا ہے۔"

انھیں لوگوں نے کہا: "اے رسولؐ خدا وہ بہت امانت دار اور سچا انسان تھا لیکن اس میں ایک بری خصلت تھی۔"

"وہ کونسی بری خصلت؟"

"بعض برے کاموں سے پرہیز نہیں کرتا تھا، مثلاً: عورتوں کی فکر میں رہا کرتا تھا۔"

"خدا اس کو بخشے اور اپنی رحمت میں شامل کرے، وہ مجھے اتنا زیادہ چاہتا تھا اور مجھ سے محبت کرتا تھا کہ اگر وہ غلام و کنیز فروشی بھی کرتا ہوتا تو خدا اسے بخش دیتا۔"[1]

---

۱ : روضۂ کافی ص۷۷

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کھیرے والا

دوسری صدی ہجری میں ایک نشست اور ایک مرتبہ میں عورت کو تین طلاق دینے کا مسئلہ اہلِ نظر کے زیرِ بحث تھا۔ اس زمانے کے بہت سے علماء و فقہا اس بات کے معتقد تھے کہ ایک مرتبہ میں تین طلاق پے در پے بغیر رجوع کے صحیح ہے۔ لیکن علماء و فقہائے شیعہ اثنا عشری ائمہ معصومین علیہم السّلام کی پیروی کی وجہ سے اس قسم کے طلاق کو باطل اور بے اثر جانتے تھے۔ فقہائے شیعہ یہ کہتے تھے کہ عورت کو تین طلاق دینا اس وقت صحیح ہے جب تین بار واقع ہوں۔ اس طرح کہ مرد عورت کو طلاق دے اور اس کے بعد رجوع کرے؛ دوبارہ طلاق دے پھر رجوع کرے۔ اس وقت جب تیسری بار طلاق دے گا تو اب عدہ میں مرد کا حقِ رجوع ختم ہو جائے گا۔ عدہ کے بعد بھی دوبارہ ازدواج کا حق نہیں رکھتا مگر یہ کہ مُحلّل کے مراحل انجام پا جائیں یعنی اس عورت کی شادی کسی دوسرے مرد سے ہو جائے اور ان دونوں کی ہمبستری کرنے کے بعد ان کے درمیان طلاق یا وفات کے ذریعہ جدائی واقع ہو جائے۔

کوفہ میں ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک مرتبہ میں تین طلاق دیں اور بعد میں اپنے اس عمل پر پشیمان ہوا۔ اس لیے کہ اپنی بیوی سے بہت محبّت کرتا تھا اور صرف ایک معمولی سی رنجش کی بنا پر جدائی کا ارادہ کر لیا تھا۔

عورت بھی اپنے شوہر سے محبّت کرتی تھی، اس وجہ سے دونوں اس مشکل کی چارہ جوئی میں لگ گئے۔ اس مسئلہ کے سلسلے میں جب علمائے شیعہ سے استفتاء کیا، سب نے متفق ہو کر کہا جب تین طلاق ایک دفعہ میں واقع ہوئی ہیں باطل و بے اثر ہیں اور اس وجہ سے

---

[1] : بحار الانوار، جلد ۱۱، مطبوعہ کمپانی، ص ۱۵۴۔

تم دونوں اب بھی شرعاً و قانوناً میاں اور بیوی ہو، لیکن دوسری طرف عام لوگ اپنے تمام علماء و فقہاء کی پیروی کی وجہ سے یہ کہتے تھے کہ وہ طلاق صحیح ہے اور ان دونوں کو ازدواجی زندگی سے روکتے تھے۔

عجیب مشکل درپیش تھی، ازدواجی زندگی میں حرام و حلال کا مسئلہ مانع تھا۔ دونوں مرد و عورت یہی چاہتے تھے کہ گذشتہ زمانے کی طرح اپنی زندگی گذارتے رہیں لیکن فکرمند تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ طلاق صحیح ہو اور اس کے بعد ان کی ہمبستری حرام ہونے کی وجہ سے ان کی آئندہ کی اولاد ناجائز ہو۔ مرد نے ارادہ کیا کہ علمائے شیعہ کے فتوے پر عمل کرے اور دی ہوئی طلاق کو "کالعدم" فرض کرے۔ عورت نے کہا: جب تک تو اپنے آپ اس مسئلہ کو حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے معلوم کر کے جواب حاصل نہ کرے گا میرا دل مطمئن نہ ہوگا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام اس وقت قدیم شہر "حیرہ" (کوفہ کے نزدیک) میں زندگی بسر کر رہے تھے، ان کو ایک مدّت سے عباسی خلیفہ سفاح نے اس جگہ مدینہ سے بلا کر نظر بند کر رکھا تھا اور کوئی بھی امامؑ سے ملاقات یا گفتگو نہ کر سکتا تھا۔ اس مرد نے جس تدبیر سے چاہا کہ اپنے آپ کو امامؑ کی خدمت میں پہنچائے کامیاب نہ ہوا۔ جہاں امامؑ نظر بند تھے، ایک دن اس کے قریب کھڑا ہو کر امامؑ کے گھر کا راستہ حاصل کرنے کی فکر میں تھا کہ اچانک اطرافِ کوفہ میں رہنے والوں میں سے ایک دیہاتی کو دیکھا۔ جو کہ سر پر کھیرے کا ٹوکرا رکھے آواز لگا رہا ہے:

"کھیرا ہے لو کھیرا"

اس دیہاتی شخص کو دیکھتے ہی دماغ نے بجلی کی طرح کام کیا۔ آگے بڑھ کر اس سے کہا:

"ان تمام کھیروں کو کتنے میں بیچو گے؟"

"ایک درہم میں"

jabir.abbas@yahoo.com
Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

"لو یہ ایک درہم۔"

اس وقت دیہاتی شخص سے اس نے یہ خواہش کی کہ چند منٹ کے لیے پہننے کو اپنی پگڑی دے دے اور اسے جلد واپس کرنے کا وعدہ کیا۔ دیہاتی نے یہ بات قبول کر لی۔ اس نے دیہاتی پگڑی پہن کر اپنے سراپا کو دیکھا تو بالکل ایک دیہاتی معلوم پڑ رہا تھا۔ کھیرے کی ٹوکری سر پر رکھی اور "کھیرا لے لو کھیرا، کھیرا لے لو کھیرا" کی آواز لگائی اور اپنا مقصد حاصل کرنے کے لیے امامؑ کے گھر کے پاس سے گذرا۔ جیسے ہی امامؑ کے گھر کے سامنے پہنچا۔ ایک غلام باہر آیا اور اس نے کہا اسے "کھیرے والے" یہاں آؤ، بغیر اس کے کہ نگہبان مامورین متوجہ ہوں، بہت آسانی سے اپنے آپ کو اس نے امامؑ کی خدمت میں پہنچا دیا۔ امامؑ نے اس سے فرمایا:

"بہت اچھے! بہترین تدبیر اختیار کی — اب کہو کہ کیا پوچھنا چاہتے ہو؟"

"اے فرزند رسولؐ! میں نے اپنی بیوی کو ایک دفعہ میں تین طلاق دیں۔ باوجودیکہ تمام علمائے شیعہ سے پوچھا سب نے یہی کہا کہ اس طرح کی طلاق باطل و بے اثر ہے۔ لیکن پھر بھی میری بیوی کا دل مطمئن نہیں ہے۔ وہ یہ کہتی ہے کہ جب تک تو خود امامؑ سے سوال کر کے جواب نہ لے گا میں قبول نہ کروں گی۔ اس وجہ سے اس تدبیر کے ذریعہ میں نے اپنے آپ کو آپ کی خدمت میں پہنچایا تاکہ اس مسئلہ کا جواب لے سکوں۔"

"جاؤ، اطمینان رکھو کہ وہ طلاق باطل ہے اور تم دونوں شرعاً و قانوناً ایک دوسرے کے میاں و بیوی ہو۔" (۱)

---

۱ : بحار الانوار، جلد ۱۱، مطبوعہ کمپانی صـ۱۵۴

اُمِ علاءؑ کی گواہی

مدینہ میں مسلمانوں کے مجموعی طور پر دو گروہ تھے۔ ایک اصلی باشندوں کا، دوسرا ان لوگوں کا جو رسولؐ خدا کی مدینہ تشریف آوری کی وجہ سے دوسرے مقامات سے مدینہ آئے تھے۔ جو لوگ دوسری جگہوں سے آتے تھے "مہاجرین" اور اصلی باشندوں کو "انصار" کہتے ہیں۔ مہاجرین چونکہ وطن، گھر، مال و دولت اور غالباً اہل و عیال کو چھوڑ کر آئے تھے اس لیے ان کے پاس اسباب زندگی اور کوئی سر و سامان نہ تھا۔

لیکن یہ لوگ سچے محب اور عاشق تھے۔ اس وجہ سے انصار اپنے دینی بھائیوں کی اپنے گھروں میں فراخدلی سے مہمان نوازی کرتے تھے۔ مہمان اور میزبان کا امتیاز نہ کرتے تھے بلکہ مساوات و برابری کا لحاظ رکھتے تھے۔ ان کو اپنے مال و زندگی میں شریک شمار کرتے تھے اور کبھی ان کو اپنے سے مقدم شمار کرتے تھے (ویؤثرون علیٰ انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ)

عثمان ابن مظعون ایک مہاجر تھے جو مکہ سے آئے تھے۔ ایک انصاری کے گھر زندگی بسر کر رہے تھے۔ عثمان اس گھر میں مریض ہو گئے۔ گھر کے افراد مخصوصاً "ام علاء انصاری" جو ایک ایماندار خاتون تھیں اور ان لوگوں میں سے تھیں کہ جنہوں نے ابتدا ہی میں رسولؐ کی بیعت کی تھی؛ عثمان ابن مظعون کی بے لوث تیمار داری کر رہی تھیں لیکن دن بدن ان کی بیماری شدید سے شدید تر ہوتی گئی اور اسی بیماری کے نتیجہ میں دنیا سے رحلت کی۔

گھر کے افراد عثمان ابن مظعون کے عظمت ایمان اور عمل کی منزلت سے واقف ہونے کے ساتھ یہ بھی جانتے تھے کہ وہ واقعاً ایک سچے مسلمان تھے۔ حضرت رسولؐ خدا سے ان کی محبت و خلوص کا بھی علم رکھتے تھے۔ ہر شخص کے لیے یہ دو سندیں کافی تھیں کہ وہ گواہی دے کہ عثمان

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com

http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اہل بہشت سے ہیں جس وقت لوگ دفن کے مقدمات فراہم کرنے میں مشغول تھے، رسولؐ خدا تشریف لائے۔ اُم علاء نے عثمان ابن مظعون کے جنازہ کی طرف رخ کر کے کہا:

"اے عثمان خدا کی رحمت تجھ پر نازل ہو، میں اس وقت گواہی دیتی ہوں کہ خدا نے تجھے اپنی جوارِ رحمت میں داخل کر لیا۔"

جب یہ جملے اُم علاء کی زبان سے نکلے۔ تو رسولؐ خدا نے فرمایا:

"تو نے کیسے سمجھا کہ خدا نے عثمان کو اپنی جوارِ رحمت میں داخل کر لیا؟"

"اے رسولؐ خدا میں نے یوں ہی کہہ دیا ورنہ مجھے کیا معلوم۔"

"عثمان ابن مظعون ایسی دنیا میں چلا گیا کہ جہاں سارے پردے آنکھوں کے سامنے سے ہٹا دئے جاتے ہیں، بے شک میں بھی اس کے لیے خیر و سعادت کی امید رکھتا ہوں۔ لیکن میں تجھ سے یہ کہتا ہوں کہ میں پیغمبرؐ ہوتے ہوئے بھی خود اپنے یا تم میں سے کسی کے بارے میں اس قسم کی یقینی رائے کا اظہار نہیں کرتا۔"

اُم علاء نے اس کے بعد کسی کے بارے میں اس قسم کی رائے کا اظہار نہ کیا۔ اگر کسی مرنے والے کے بارے میں، اس سے پوچھا جاتا تو وہ یہی کہتی تھیں:

"صرف خدا ہی جانتا ہے کہ وہ اس وقت کس حال میں ہے۔"

جب ایک عرصہ عثمان ابن مظعون کی موت کو گذر گیا، تو اُم علاء نے اس کو خواب میں دیکھا کہ اس کے لیے ایک نہر جاری ہے۔ اپنے خواب کو حضرت رسولؐ خدا سے بیان کیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا:

"اس کا عمل نہر کے مانند جاری ہے۔" [1]

---

[1] صحیح بخاری، جلد ۹، صفحہ ۴۸ و اسد الغابہ، جلد ۵، صفحہ ۶۰۴

آدھی رات کی اذان

اموی دورِ خلافت میں اس وقت کی پوری دنیائے اسلام پر صرف قوم عرب حکومت کر رہی تھی اور تمام اختیارات اسی کے ہاتھوں میں تھے، لیکن عباسی خلفاء کے زمانے میں رفتہ رفتہ ایرانیوں نے اقتدار پر قبضہ پایا اور منصب اور عہدے اپنے ہاتھوں میں لے لیے۔

عباسی خلفاء عرب ہونے کے باوجود اپنی قوم سے خوش نہ تھے انکی سیاست یہ تھی کہ عربوں کو دور رکھیں اور ایرانیوں کو اقتدار بخشیں، یہاں تک کہ ایران کے بعض شہروں میں عربی زبان کی اشاعت بھی روکی اور مامون کے زمانے تک یہی سیاست رہی۔ مامون کے بعد اس کا بھائی معتصم مسندِ خلافت پر آیا مامون اور معتصم پدری بھائی تھے۔ مامون کی ماں ایرانی تھی اور معتصم کی ماں ترک تھی۔ اسی وجہ سے معتصم کی خلافت ان ایرانیوں کے موافق نہ تھی جو بڑے عہدوں پر تھے۔ ایرانیوں کی مرضی تھی کہ مامون کے بیٹے عباس کو خلافت ملے۔ معتصم اس بات کو سمجھ گیا تھا اور اسے یہ خطرہ تھا کہ کہیں ایرانیوں کی مدد سے میرا بھتیجا عباس خلافت کے لیے کھڑا نہ ہو جائے اور سب اپنے ہاتھ میں لے لے۔ اسی سبب سے اس نے سوچا عباس کو درمیان سے ہٹا دے اور ان ایرانیوں کے اثر و رسوخ کا بھی خاتمہ کر دے جو عباس کے طرف دار تھے۔

اس نے عباس ابن مامون کو قید میں ڈال دیا اور وہ وہیں مر گیا۔ ایرانیوں کے اثر و رسوخ کو کم کرنے کے لیے اس نے یہ خاکہ بنایا کہ دوسری قوت کو حکومت میں لائے اور وہ ایرانیوں کے جانشین ہو جائیں۔ اسی نظریہ کے تحت بہت سے لوگ ترکستان اور ماوراءالنہر سے جو خلیفہ کے نانیہالی تھے بغداد مرکزِ خلافت لائے گئے اور امورِ مملکت ان کے حوالہ کر دیے ابھی زیادہ دن نہ گذرے تھے کہ ترکوں نے تمام امور اپنے ہاتھ میں سنبھال لیے اور ان کی طاقت ایرانیوں اور

jabir.abbas@yahoo.com
Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

عربوں سے زیادہ ہوگئی۔ ترکوں پر اطمینان اور اعتماد کی وجہ سے معتصم دن بدن ان کے اختیارات میں اضافہ کر رہا تھا اور اسی سبب سے بہت ہی کم وقت میں حکومت اسلامی کے اہم منصبوں پر ترک مسلط ہوئے۔ یہ تمام ترک مسلمان تھے اور عربی زبان سیکھے ہوئے تھے اسلام کے سچے وفادار تھے، لیکن اسلامی تمدّن و تہذیب کے مرکز میں قدم رکھنے اور اختیارات ملنے کے درمیان زیادہ فاصلہ نہ ہونے کی وجہ سے معارف و تمدّن اسلامی اور اس کے آداب سے زیادہ آشنائی نہ رکھتے تھے اور اسلامی خلق و خصلت نہ پائی تھی۔

اس کے برخلاف ایرانی پہلے سے مہذّب تھے اور اسلامی اخلاق و آداب اور معارف بڑی دلچسپی سے حاصل کر چکے تھے اور اسلامی اخلاق کے حامل تھے اسی کے ساتھ خدمت اسلام میں خود پیش قدمی کرنے والوں میں شمار ہوتے تھے۔ جس زمانے میں تمام امور ایرانیوں کے ہاتھوں میں تھے، زیادہ تر لوگ خوش اور راضی تھے؛ لیکن جب ترک ان کی جگہ پر آئے اور انہیں اختیارات ملے تو ایسا وحشیانہ کردار پیش کیا جس نے عوام النّاس کو ناراض اور غضب ناک کر دیا۔ ترک سپاہی جب اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر بغداد کے کوچہ اور سڑکوں پر نکلتے تو اس بات سے بے پروا ہوتے تھے کہ اچانک کوئی انسان ان کی سواری کی زد میں آجائے؛ اور ایسے بہت سے اتفاق ہوئے کہ عورتیں بچے بوڑھے اور ایسے افراد جو مجبور تھے ان کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال ہو گئے۔

لوگ اتنا زیادہ تنگ آئے کہ انہوں نے معتصم سے تقاضا کیا کہ وہ اپنا دارالحکومت بغداد کے علاوہ کہیں اور منتقل کر دے اور لوگوں نے اس بات کی طرف بھی توجہ دلائی کہ اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو ہم جنگ کریں گے۔ معتصم نے کہا: "یہ لوگ کس طاقت کے سہارے ہم سے جنگ کریں گے ہمارے پاس اسّی ہزار مسلح فوج ہے۔"

لوگوں نے جواب دیا: "رات کی تاریکیوں کے سہارے، یعنی آدھی رات کی بد دعاؤں سے

تم سے جنگ کرنے آئیں گے۔"

معتصم نے اس گفتگو کے بعد لوگوں کی بات مان لی اور بغداد کے بجائے سامرا کو مرکز بنا لیا۔ معتصم کے بعد واثق، متوکل، منتصر اور بعض دوسرے خلفاء کے زمانے تک تمام امور ترکوں کے ہاتھوں میں تھے اور خلیفہ انہیں کے اشاروں پر چلتا تھا۔ بعض عباسی خلفاء نے ترکوں کی دست رس کم کرنے کی کوششیں کیں، لیکن ناکام رہے۔ ایک عباسی خلیفہ جس نے ان امور کی نوعیت میں کسی حد تک تبدیلی لانے میں تھوڑی بہت کامیابی حاصل کی اور ترکوں کے اثر و رسوخ کو کم کیا وہ "المعتضد" تھا۔

معتضد کے زمانے میں ایک بوڑھا تاجر جس کی ایک بڑی رقم ایک فوجی سردار پر باقی تھی اور وہ کسی صورت اس سے وصول کرنے میں کامیاب نہ ہو سکا، مجبوراً اس نے ارادہ کیا کہ اس سلسلہ میں خلیفہ سے ملے، مگر جب بھی دربار خلافت کی طرف آیا خلیفہ تک پہنچنے میں ناکام رہا، اس لیے کہ خادم اور دربان اسے اندر جانے سے روک دیتے تھے۔ بے چارہ تاجر ہر طرف سے مایوس ہو گیا اور اسے کوئی راہ نظر نہیں آرہی تھی، یہاں تک کہ کسی نے اس کی راہ نمائی کی اور "سہ شنبہ بازار میں" ایک درزی کا پتہ بتا دیا اور کہا یہ تیری مشکل آسان کر سکتا ہے۔ بوڑھا تاجر درزی کے پاس آیا اور اس درزی نے سپاہی کو حکم دیا کہ اس کا قرض ادا کر دے سپاہی نے بھی بغیر کسی تامّل کے رقم واپس کر دی۔

اس واقعہ نے تاجر کو سخت تعجّب میں ڈال دیا اور اس نے درزی سے اصرار کیا کہ بتائے ماجرا کیا ہے "یہ لوگ جو کسی کی بات نہیں مانتے وہ تیرے حکم کی اطاعت کرتے ہیں"

درزی نے کہا "ایک واقعہ ہے جسے میں تیرے سامنے دہرائے دیتا ہوں" ایک دن ایک راستہ سے گذر رہا تھا کہ ایک خوبصورت عورت بھی اسی وقت وہاں سے گذری؛ اتفاقاً ایک ترک افسر شراب کی مستی میں اپنے گھر سے نکلا اور دروازہ پر کھڑا لوگوں کو دیکھ رہا تھا، یہاں تک کہ اس کی نگاہ اس خوبصورت عورت پر پڑی اس پر نگاہ پڑتے ہی دیوانہ وار لوگوں کی آنکھوں کے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com

http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سامنے اس عورت کو بغل گیر کیا اور اپنے گھر کی طرف کھینچ لے گیا۔ اس عورت نے فریاد اور استغاثہ کی آواز بلند کی، اے لوگو میری فریاد کو پہنچو، میں ایسی عورت نہیں ہوں؛ باعزت خاتون ہوں۔ میرے شوہر نے قسم کھائی ہے کہ اگر ایک شب بھی گھر سے باہر رہی تو مجھے طلاق دے دے گا، میرا گھر برباد ہو جائے گا؛ لیکن مار کے خوف سے کسی کی جرأت نہ ہوئی کہ سامنے آتا۔ میں آگے بڑھا اس افسر سے نرم کلامی سے التماس کی کہ اس عورت کو چھوڑ دے، لیکن اس نے اپنے ہاتھوں میں لیے ڈنڈے سے میرے سر پر اتنی زور سے مارا کہ سر پھٹ گیا اور وہ اس عورت کو گھر کے اندر کھینچ لے گیا۔ میں وہاں سے ہٹا کچھ لوگ اکٹھا کئے اور سب مل کر اس افسر کے دروازہ پر پہنچے اور اس عورت کی آزادی کا تقاضا کیا، اچانک وہ اپنے نوکروں کے ساتھ گھر سے نکلا اور ان سب نے مل کر ہماری پٹائی کی اور ہم سب منتشر ہو گئے۔

میں بھی اپنے گھر آیا، لیکن ایک لمحہ کے لیے بھی اس عورت کا خیال ذہن سے نہیں نکلا میں ڈرتا تھا: اگر یہ عورت صبح تک اس مرد کے پاس رہی تو اس کی پوری زندگی تباہ ہو جائے گی اور اسے پھر اپنے آشیانہ کا راستہ نہ ملے گا۔ آدھی رات تک میں اسی فکر میں رہا اچانک میرے ذہن نے ایک نقشہ کھینچا؛ میں نے اپنے آپ سے کہا آج رات یہ مست ہے اور اسے وقت کی خبر نہیں، اگر اس وقت اذان سنے گا تو سمجھے گا صبح ہو گئی اور عورت کو آزاد کر دے گا۔ اس صورت میں عورت رات گذرنے سے پہلے اپنے گھر پلٹ سکتی ہے۔

فوراً میں مسجد میں آیا اور منارہ پر جا کر آوازِ اذان بلند کی اور ساتھ ہی ساتھ سڑکوں اور گلیوں کی طرف دیکھ رہا تھا کہ وہ عورت آزاد ہوئی یا نہیں؛ اچانک میں نے دیکھا کہ پیادہ اور سوار سپاہی سڑکوں پر دوڑ رہے ہیں اور معلوم کر رہے ہیں کہ کون شخص ہے جو رات کے اس حصہ میں اذان دے رہا ہے؟ میں نے سخت وحشت زدہ ہونے کی وجہ سے اپنی نشاندہی کر دی کہ میں اذان دے رہا تھا۔ ان لوگوں نے کہا جلدی نیچے اتر، تجھے خلیفہ نے طلب کیا ہے۔ مجھے خلیفہ کے پاس

لے گئے۔ میں نے دیکھا خلیفہ بیٹھا ہوا میرا انتظار کر رہا ہے، مجھ سے سوال کیا تو نے اس وقت کیوں اذان دی؟ میں نے ابتدا سے آخر تک تمام ماجرا اسے سنا دیا۔ اسی وقت خلیفہ نے حکم دیا کہ افسر کو اس عورت کے ساتھ حاضر کیا جائے؛

افسر کو لایا گیا، خلیفہ نے تھوڑی سی باز پرس کے بعد افسر کے قتل کا حکم دے دیا اور اس عورت کو اس تاکید کے ساتھ گھر بھیج دیا کہ خلیفہ کے نزدیک عورت بے قصور ہے۔ لہٰذا شوہر اس سے کوئی مواخذہ نہ کرے اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ اسوقت معتضد نے مجھے حکم دیا جب بھی ایسے مظالم دیکھو تو ایسے ہی عمدہ طریقہ پر عمل کرو، میں انصاف کروں گا اور یہ خبر لوگوں کے درمیان نشر ہو گئی۔

اس کے بعد سے یہ لوگ میرا پورا پورا خیال رکھتے ہیں اور یہی سبب تھا کہ میں نے اس قرضدار افسر کو حکم دیا اور اس نے اطاعت کی۔ (۱)

---

(۱) : ظہر الاسلام جلد ۲ صفحہ ۳۲-۳۳

jabir.abbas@yahoo.com
Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

شوہر کی شکایت

حضرت علیؑ اپنے دورِ خلافت میں لوگوں کی شکایتیں خود سنتے تھے اور یہ کام کسی اور کے سپرد نہیں کیا تھا۔ شدید گرمی کے زمانے میں جب عام لوگ آدھا دن اپنے گھر آرام میں بسر کرتے تھے حضرت علی علیہ السلام دارالامارہ کی بیرونی دیوار کے سایہ میں بیٹھ جاتے تھے کہ اگر اتفاقاً کوئی فریادی آجائے تو اپنی فریاد بلاواسطہ ان تک پہنچا سکے اور کبھی کبھی گلیوں اور سڑکوں پر نکلتے تھے، جستجو کرتے تھے اور عوام الناس کے حالات قریب سے ملاحظہ فرماتے تھے۔

ایک دن سخت گرمی میں تھکے ہوئے دارالحکومت کی طرف پلٹے؛ تو ایک عورت کو دروازے پر پایا، جیسے ہی عورت کی نگاہ علیؑ پر پڑی سامنے آئی اور کہا مجھے ایک شکایت ہے: میرے شوہر نے مجھ پر ظلم کیا، گھر سے باہر نکال دیا اور اس کے علاوہ مجھے مارنے کی دھمکی دی ہے اب اگر میں گھر واپس جاؤں تو وہ مجھے مار دے گا۔ اس وقت میں مدد طلب کرنے آپ کے پاس آئی ہوں۔

" بندیٔ خدا! اسوقت بہت گرمی ہے۔ سہ پہر تک ٹھہرو ہوا قدرے بہتر ہو جائے، تو خدا نے چاہا تو میں خود تیرے ساتھ چل کر تیری مشکل آسان کر دونگا۔"

" اگر میں دیر تک گھر سے باہر رہی تو یہ ڈر ہے کہ اس کا غصہ زیادہ ہو جائے اور مزید اذیت دے۔"

علیؑ نے ایک لمحہ کے لیے سر جھکایا، پھر یہ کہتے ہوئے سر اٹھایا۔ نہیں خدا کی قسم مظلوم کی دادخواہی میں تاخیر نہیں کرنا چاہیے۔ مظلوم کا حق ظالم سے ضرور لینا چاہیے اور ظالم کا رعب مظلوم کے دل سے نکال دینا چاہیے، تاکہ ظالم کے سامنے بے خوف و ہراس اپنے حق کا مطالبہ کر سکے۔ (۱)

(۱) ... لا یؤخذ للضعیف حقه من القوی غیر متتعتع "کمزور کا حق طاقت ور سے لیے

" بتا تیرا گھر کہاں ہے؟"

" فلاں جگہ"

" چلیں" علیؑ اس عورت کے ساتھ اس کے گھر پہنچے، پس در کھڑے ہو کر باآواز بلند کہا:

" اہل خانہ سلام علیکم"

ایک جوان باہر آیا، جو اس عورت کا شوہر تھا۔ اس نے علیؑ کو نہیں پہچانا، دیکھا کہ ایک ساٹھ سالہ بوڑھا، اس کی عورت کے ساتھ آیا ہے تو یہ سمجھا کہ عورت اپنی حمایت اور سفارش کے لیے اس پیر مرد کو لائی ہے، لیکن کچھ نہیں بولا۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

" یہ خاتون تیری زوجہ ہے اور تجھ سے شکایت رکھتی ہے، کہ تو نے اس پر ظلم کیا ہے اور اسے گھر سے نکالا ہے اس کے علاوہ اسے مارنے کی دھمکی دی ہے۔ میں تجھ سے یہ کہنے آیا ہوں کہ خدا سے ڈرو اور اپنی زوجہ کے ساتھ نیکی اور مہربانی کے ساتھ پیش آؤ۔"

" تجھ سے کیا مطلب کہ میں نے اسے مارنے کی دھمکی دی ہے، اپنی زوجہ کے ساتھ حسن سلوک کیا ہے یا بدسلوکی سے پیش آیا ہوں تجھ سے کیا مطلب۔ لیکن اب یہ تجھے جا کر لائی ہے اور تو اس کی طرفداری کر رہا ہے تو اب میں اسے زندہ ہی آگ میں ڈال دوں گا۔"

حضرت علیؑ اس جوان کی گستاخی پر غیظ میں آئے، ہاتھ قبضہ شمشیر تک آیا اور تلوار غلاف سے باہر کھینچی۔ اس وقت کہا: میں تجھے نصیحت اور امر بالمعروف اور نہی عن منکر کر رہا ہوں اور تو میرا جواب اس طریقہ سے دے رہا ہے۔ صاف صاف کہہ رہا ہے کہ میں اس عورت کو زندہ

(گذشتہ سے پیوستہ)
لینا چاہیے کہ کمزور کا دل طاقت ور کے خوف سے خالی ہو جائے۔" یہ جملہ رسول اکرمؐ کے کلام سے اقتباس ہے۔ خود امیرالمومنینؑ اور دوسرے صحابہ نے رسول اکرمؐ سے نقل کیا ہے کہ آپ بار بار فرماتے تھے: کوئی قوم اس وقت تک قابل احترام نہیں ہو سکتی جب تک کہ اس منزل پر نہ پہنچ جائے کہ کمزور کا حق طاقت ور سے دلا دے اور کمزور کی زبان قوی کے مقابل لکنت نہ کرے" (کافی باب امر بہ معروف نہی از منکر، نہج البلاغہ فرمان مالک اشتر)

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas
jabir.abbas@yahoo.com

Presented by: Rana Jabir Abbas

جلا دوں گا۔ تو نے کیا سمجھ رکھا ہے کیا دنیا میں اتنی اندھیر ہے۔"

جب علیؑ کی آواز بلند ہوئی تو ادھر سے گذرنے والے لوگ اکٹھا ہوئے جو بھی آیا اس نے علیؑ کی تعظیم کی اور "السلام علیك یا امیرالمومنینؑ" کہا۔"

یہ مغرور نوجوان اب متوجہ ہوا کہ کس شخصیت کا سامنا ہے اپنے حواس درست کیئے اور التماس کرنے لگا۔ اے امیرالمؤمنینؑ مجھے معاف کر دیں، میں اپنی غلطی کا اعتراف کرتا ہوں۔ اس وقت سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں اس کا فرمانبردار رہوں گا یہ جو بھی کہے گی میں قبول کروں گا۔ حضرت علیؑ نے اس عورت کی طرف رخ کر کے فرمایا:

"اب اپنے گھر میں جا اور تو بھی خیال رکھ ایسا کام نہ کرنا جس سے تیرا شوہر ایسا سلوک کرنے پر مجبور ہو" (۱)

---

(۱) بحار الانوار جلد ۹ چاپ تبریز صفحہ ۵۹۸

گھر کے کام

حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السّلام اور جناب فاطمہؑ نے شادی کے بعد اپنی مشترک زندگی تشکیل دی اور گھر کے کاموں کی تقسیم رسول خدا کے مشورہ پر چھوڑ دی، رسولؐ خدا کی خدمت میں عرض کیا: "اے رسولؐ خدا ہم یہ چاہتے ہیں کہ گھر کے کاموں کی تقسیم آپ کی رائے سے ہو۔"

پیغمبرؐ خدا نے باہری کام کے لیے علیؑ اور گھر کے کاموں کے لیے جناب فاطمہؑ کا انتخاب کیا۔

علیؑ و فاطمہؑ اس لحاظ سے کہ اپنی داخلی زندگی کے امور پیغمبرؐ خدا کے سپرد کیے اور پیغمبرؐ نے مہربانی اور محبت سے ان کی درخواست قبول فرمائی اور رائے دی" دونوں خوش و خرم تھے۔ خاص طور سے جناب فاطمہؑ خوش تھیں کہ رسولؐ نے باہر کے کاموں سے مجھے دور رکھا بہت ہی خوشی کا اظہار فرماتی تھیں اور کہتی تھیں:

"مجھے سارے زمانے کی خوشی مل گئی جو رسولؐ خدا نے مجھے مردوں سے سروکار رکھنے سے بچالیا"

اس تاریخ سے باہر کے کام کھانا پانی ایندھن اور بازار کی خریداری علیؑ انجام دیتے تھے اور گھر کے داخلی کام (ہاتھ کی چکی سے آٹا پیسنا روٹی پکانا دھلائی اور گھر کی صفائی) جناب فاطمہؑ کے ہاتھوں انجام پاتے تھے۔ اس کے علاوہ علیؑ جب بھی فرصت پاتے تھے گھر کے کاموں میں جناب فاطمہؑ کی مدد فرماتے تھے۔ ایک دن پیغمبرؐ ان کے گھر تشریف لائے تو دیکھا علیؑ و فاطمہؑ دونوں مل کر کام کر رہے ہیں۔

تو آپؐ نے سوال کیا تم دونوں میں کون زیادہ تھکا ہوا ہے میں اس کی جگہ کام کروں، علیؑ نے عرض کیا: "اے رسولؐ خدا فاطمہؑ تھکی ہوئی ہیں۔" رسولؐ خدا نے جناب فاطمہؑ کو آرام کا موقع دیا اور خود ان کی جگہ کام کرنے لگے۔ دوسری طرف جب بھی علیؑ جہاد کے لیے اور مسافرت پر تشریف

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

لے جاتے تو جناب فاطمہؑ باہر کے کام بھی انجام دیتی تھیں۔

اسی طرح سلسلہ چلتا رہا، علیؑ و فاطمہؑ گھر کا کام خود ہی انجام دیتے اور کسی خدمت گار کی ضرورت نہیں محسوس کرتے تھے۔ یہاں تک کہ صاحب اولاد ہو گئے اور بچوں نے معمولی سے گھر میں جو نہایت بارونق اور پاکیزہ تھا آنکھ کھولی اور اب گھر کے کاموں میں اضافہ ہو گیا اور جناب فاطمہؑ کی زحمتیں بڑھ گئیں۔ ایک دن علی علیہ السلام نے اپنی زوجہ کی حالت دیکھی کہ گھر کے کاموں میں آپ کا لباس گرد آلود ہو گیا ہے اس کے علاوہ آٹا پیسنے کی چکی چلانے کی وجہ سے آپ کے ہاتھوں میں چھالے پڑ چکے ہیں پانی کی مشک جو کبھی کبھی دوش پر اٹھا کر دور سے لاتی تھیں اس کے بندھنوں نے جسم پر نشان ڈال دیا ہے۔ تو بہت غمزدہ ہوئے اور جناب فاطمہؑ کو مشورہ دیا کہ پیغمبرؐ کی خدمت میں جا کر اپنے کاموں میں مدد کے لیے ایک خدمت گار کی درخواست کرو۔

جناب فاطمہؑ نے مشورہ قبول کیا اور رسول اکرمؐ کے گھر تشریف لائیں۔ اتفاقاً اس وقت رسول اکرمؐ کی خدمت میں کچھ لوگ محو گفتگو تھے۔ جناب فاطمہؑ کو شرم محسوس ہوئی کہ ان لوگوں کے سامنے پیغمبرؐ سے اپنی ضرورت بیان کریں۔ گھر واپس آ گئیں۔ رسول اکرمؐ جناب فاطمہؑ کے آنے اور جانے کی طرف متوجہ ہوئے اور سمجھ گئے جناب فاطمہؑ کسی کام سے آئی تھیں وقت مناسب نہ دیکھا تو واپس چلی گئیں۔

دوسرے دن صبح رسول اکرمؐ جناب فاطمہؑ کے گھر آئے، اتفاقاً علیؑ و فاطمہؑ دونوں آرام کر رہے تھے اور چہروں کو ڈھکے ہوئے تھے۔ رسولؐ خدا نے کمرہ کے باہر سے بآواز بلند کہا:

"السلام علیکم"

علیؑ و فاطمہؑ نے شرم کی وجہ سے جواب نہ دیا۔

دوبارہ کہا: "السلام علیکم" پھر بھی خاموش رہے۔

تیسری دفعہ فرمایا: "السلام علیکم"

رسول اکرمؐ کا یہ دستور تھا کہ جب بھی کسی کے گھر تشریف لے جاتے، گھر یا کمرہ کے باہر سے بآواز بلند سلام کرتے، اگر جواب ملتا تو اندر آنے کی اجازت چاہتے اور اگر جواب نہ ملتا تو تین مرتبہ سلام کی تکرار کرتے، پھر بھی جواب نہ ملتا تو واپس چلے جاتے تھے، علیؑ نے دیکھا کہ اگر اس دفعہ بھی پیغمبرؐ کا جواب نہ دیا تو پیغمبرؐ واپس چلے جائیں گے اور وہ ان کی زیارت سے محروم رہیں گے، یہ سوچ کر بآواز بلند فرمایا:

"وعلیک السلام یا رسول اللہ، تشریف لائیں۔"

پیغمبرؐ کمرہ میں داخل ہوئے اور سرہانے بیٹھ گئے۔ جناب فاطمہؑ سے فرمایا:

"تم کل میرے پاس آئی تھیں پھر واپس ہو گئیں۔ یقیناً تمہیں کوئی کام تھا، بیان کرو۔"

حضرت علیؑ نے عرض کیا: اگر اجازت ہو تو میں بیان کروں کہ فاطمہؑ کس کام کے لیے گئی تھیں میں نے زہراؑ کو آپ کے پاس بھیجا تھا، سبب یہ تھا کہ میں نے دیکھا اب گھر کے داخلی کام بڑھ گئے ہیں اور فاطمہؑ کے لیے بہت زحمت ہے میں نے دیکھا کہ گھر کے کاموں میں لباس گرد آلود ہے ہاتھ میں چکی کے سبب چھالے ہیں، مشک کی گرہ نے جسم فاطمہؑ پر اپنا اثر چھوڑا ہے، تو میرا دل مغموم ہوا اور میں نے کہا رسول اکرمؐ کے پاس جاؤ تاکہ ایک خدمت گذار معین فرما دیں جو آپ کے کاموں میں مددگار ہو سکے"

رسول اکرمؐ نہیں چاہتے تھے کہ ان کی یا ان کے کسی عزیز کی زندگی امت کے ان فقراء سے بلند ہو، جن کے وسائل کم ہیں۔ اس لیے کہ ان ایام میں مدینہ فقر و فاقہ کی حالت میں تھا۔ خصوصاً مہاجرین کے وہ غریب افراد جو بہت تنگ دستی کی زندگی گذار رہے تھے۔ ادھر پیغمبر اکرمؐ اپنی بیٹی کی معرفت رکھتے تھے انہیں معلوم تھا کہ فاطمہؑ عبادت و روحانیت کی شیدائی اور انہیں ذکر خدا سے کتنی خوشی اور قوت حاصل ہوتی ہے۔ اسی لیے فرمایا:

"تمہیں پسند ہے کہ میں ایسی چیز بتا دوں جو ان سب سے بہتر ہو؟"

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com

http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

دو فرمائیں، خدا کے رسولؐ "۔

"جب بھی سونے کا ارادہ کرو چونتیس (۳۴) مرتبہ اللہ اکبر، تینتیس (۳۳) مرتبہ الحمد اللہ، تینتیس (۳۳) مرتبہ سبحان اللہ پڑھنا نہ بھولنا۔ یہ عمل تمہاری روح کو وہ اثر بخشے گا جو زندگی کے لیے ایک خدمت گار کے اثر سے زیادہ ہوگا۔"

جناب فاطمہؑ نے ابھی تک سر سے رومال نہیں ہٹایا تھا، اب سر سے رومال ہٹایا اور خوشی و مسرت کی حالت میں تین مرتبہ فرمایا:

"جس چیز سے خدا اور رسولؐ خوش ہوں میں بھی اسی سے خوش ہوں۔" (۱)

---

(۱): بحار الانوار، جلد ۴۳ صفحہ ۲۴ تا ۲۵

ASSOCIATION KHOJA SHIA ITHNA ASHERI JAMATE MAYOTTE

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com

http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

طبِ اسلامی اور جدید میڈیکل سائنس کے انکشافات

یہ کتاب دورِ حاضر کے تمام میڈیکل تقاضوں کو پورا کرتی ہے، یہ کتاب آئمہ معصومین علیہ السلام کے مستند اقوال پر مشتمل ہے، یہ کتاب جو کہ عربی زبان میں طبع ہوئی ہے، ایران میں اس کا فارسی ترجمہ **ڈاکٹر جواد فاضل** نے کیا تھا جہاں اس کے کئی ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔ لہٰذا اس کتاب کی افادیت کو مدِنظر رکھتے ہوئے اب اس کا اردو میں ترجمہ کرایا گیا ہے۔

اِس کتاب کا ہر گھر میں ہونا ضروری ہے۔

(۱) طبِ اسلامی اور جدید میڈیکل سائنس کے انکشافات ــــــ ہدیہ ــــــ
(۲) سچی کہانیاں (حصہ اوّل) ــــــ // ــــــ
(۳) سچی کہانیاں (حصہ دوم) ــــــ // ــــــ
(۴) بیاضِ تسکین صدائے زہراؑ ــــــ // ــــــ
(۵) چودہ معجزے ــــــ // ــــــ
(۶) مناجات باب الحوائج امام موسیٰ کاظمؑ ــــــ // ــــــ
(۷) مناجات باب الحوائج حضرت عباس علمدارؑ ــــــ // ــــــ
(۸) دو معجزے ــــــ // ــــــ
(۹) مجموعہ قصائد (عقیدت کے پھول) ــــــ // ــــــ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas